

علمِ صرف کی شہرہ آفاق کتاب مَرَاخُ الْأَرْوَاحِ

کی آسان ترین اُردو شرح

اخراضی

مَرَاخُ الْأَرْوَاحِ

ترجمہ و توضیح

ابوالحسن محمد یوسف القادری



تمام فنون کے کتب ہمارے ویب سائٹ اور پلے سٹور سے فری ڈاؤن لوڈ کریں۔ ہم روزانہ کی بنیاد پر اس میں مزید نئے کتب شامل کر رہے ہیں نئے شامل شدہ کتب لیے روزانہ ہمارے پلے سٹور اور ویب سائٹ کو باقاعدگی سے چیک کیا کریں۔

اپنی کتاب کو ہمارے ویب سائٹ پر شائع کرنے کے لیے رابطہ کریں

منطق	خطبات	تفاسیر
معانی	سیرت	احیث
تصوف	تاریخ	فقہ
تقابل ادیان	صرف	سوانح حیات
تجوید	نحو	درس نظامی
نعت	فلسفہ	لغت
تراجم	حکمت	فتاوی
تبلیغ و دعوت	بلاغت	اصلاحی
تمام فنون	مناظرے	آڈیو دروس

علمِ صرف کی شہرہ آفاق کتاب مَرَاخِ الْأَرْوَاحِ
کی آسان ترین اُردو شرح

اغراضِ مَرَاخِ الْأَرْوَاحِ

ابو اویس منی محمد یوسف الفادری

شبیر برادرز® زبید سنٹر، اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

جميع حقوق الطبع محفوظة للناس

All rights are reserved

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

علم صرف کی شہرہ آفاق کتاب مزاح الآرواح
کی آسان ترین آواز

إغراض مراح الآرواح

ابو یوسف محمد یوسف الغادری

شبیر برادرزہ نیو سنٹر، ۴۰، اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

هو القادر

تنبيه

ہمارا ادارہ شبیر برادرز کا نام بغیر
ہماری تحریری اجازت بطور ملے
کا پتہ، ڈسٹری بیوٹر، ناشر یا
تقسیم کنندگان وغیرہ میں نہ لکھا
جائے۔ بصورت دیگر اس کی
تمام تر ذمہ داری کتاب طبع
کروانے والے پر ہوگی۔
ادارہ ہذا اس کا جواب دہ نہ ہوگا
اور ایسا کرنے والے کے
خلاف ادارہ قانونی کارروائی کا
حق رکھتا ہے۔

ملک شبیر حسین

سن اشاعت جولائی 2018ء

اے ایف ایس اینڈ وٹائزر لاہور
0322-7202212

اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

روپے

باہتمام

سن اشاعت

سرورق

طباعت

ہدیہ

واحد تقسیم کار

شبیر برادرز®

اردو بازار لاہور فون: 042-37246006

سلیم یوسف

0300-3778024

نظامیہ کتاب گھر پشاور

اشاکسٹ

الانتساب

میں اپنی اس حقیر سی کاوش کو

اپنے استاذ گرامی! استاذ العلماء ورأس الاقنیاء، مصنف کتب کثیرہ و مترجم قرآن

علامہ عبدالحکیم شرف قادریؒ

بقی اللہ ثراه وجعل الجنة مثواه

کی ذات اقدس کی طرف منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں

جنکی حسن تربیت اور نگاہ کرم سے یہ ناچیز!

دین کی خدمت کرنے کے لائق ہوا

اک ٹھنڈک سی انہیں حاصل رہے زیر زمین آئے فردوس بریں سے قبر میں مونج نسیم
رات دن رکھے خدا! ان کو بڑے آرام سے رات دن مدفن پہ بر سے رحمت رب کریم

مفتی محمد یوسف القادری (الولاء)

10/10/2018 جو یا نوالہ موڑ شیخوپورہ

علم صرف ونحو کے واضح وموجد

اس فن کو وضع کرنے کے سلسلے میں لوگوں کا اختلاف ہے..... کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اس فن کے واضح اول ہیں..... جبکہ بعض دوسرے علماء کا کہنا ہے کہ ابوالاسود الدؤلی نے اپنے معاصرین وتلامذہ نصر بن عاصم لیثی اور عبدالرحمن بن ہرمل کی معاونت ومساعدت سے اس فن کو وضع کیا..... اور بعض علماء کی تحقیق یہ ہے کہ ابوالاسود الدؤلی ہی اس فن کے واضح اول ہیں۔

اسباب تو آپ جانتے ہیں کہ لوگوں کی بول چال اور قرآن کی قرأت میں لحن واقع ہو رہا تھا..... اور عوام و خواص دونوں ہی اس نقص سے خود کو دور رکھ پانے میں ناکام تھے..... چنانچہ ایسا ہی حضرت علیؑ کے سامنے بھی ہوا..... کہ لوگوں نے قرآن کی تلاوت اور عام بول چال میں غلطیاں کیں..... اسی دوران ابوالاسود الدؤلی بارگاہ مولاعلی شیر خدا میں حاضر ہوئے تو دیکھا..... کہ حضرت مولاعلی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر جھکائے ہوئے خاموش متفکر بیٹھے ہیں..... تو پوچھا: حضور!..... کس چیز کے بارے میں آپ فکر مند ہیں؟..... حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے تمہارے شہر میں لحن سنا ہے..... اس لئے میں اصول عربی میں ایک کتاب لکھنے کے بارے میں سوچ رہا ہوں..... ابوالاسود الدؤلی نے یہ سن کر عرض کی..... کہ اگر حضور! آپ نے ایسا کر دیا تو لغت کو زندگی و بقاء مل جائیگی..... ابوالاسود الدؤلی کہتے ہیں کہ میں دو تین دنوں کے بعد..... پھر حاضر ہوا تو آپ نے ہمارے سامنے ایک صفحہ کچھ تحریر کیا ہوا رکھا..... جس میں لکھا ہوا تھا۔

”بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ: الْكَلَامُ كُلُّهُ اسْمٌ وَفِعْلٌ وَحَرْفٌ فَلِاسْمِ مَا انْبَاعِنِ الْمُسَمَّى وَالْفِعْلِ مَا انْبَاعِنِ حَرْكَةِ الْمُسَمَّى وَالْحَرْفِ مَا انْبَاعِنِ مَعْنَى لَيْسَ بِالْإِسْمِ وَلَا بِالْفِعْلِ ثُمَّ تَبِعَهُ وَزِدْ فِيهِ وَاعْلَمْ يَا أَبَا الْاَسْوَدِ أَنَّ الْأَسْمَاءَ ثَلَاثَةٌ ظَاهِرٌ، وَمُضْمَرٌ وَشَيْءٌ لَيْسَ بِظَاهِرٍ وَلَا مُضْمَرٍ وَالْأَسْمَاءُ الْمُتَفَاعِلُ الْعُلَمَاءُ فِي مَعْرِفَةِ مَا لَيْسَ بِظَاهِرٍ وَلَا مُضْمَرٍ“۔

﴿ترجمہ﴾: ”کلام! اسم، فعل، حرف ہے۔ اسم وہ ہے جو معنی و مسمی بتائے۔ فعل وہ ہے جو مسمی کی حرکت بتائے اور حرف وہ ہے جو ایسا معنی بتائے جو نہ اسم ہے نہ فعل۔ پھر آپ اس سلسلہ میں تلاش و جستجو کیجئے اور اضافہ کیجئے اور یاد رکھ لیں!۔ اے ابوالاسود کہ اسماء تین طرح کے ہوتے ہیں ظاہر، مضمّر اور کچھ وہ جو نہ ظاہر ہیں اور نہ مضمّر۔ علماء اس

تیسری قسم کی معرفت میں ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں۔

پھر ابوالاسود الدؤلی وہاں سے چلے گئے..... اور انھوں نے کچھ معلومات اکٹھی کیں..... اور فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں پیش کیا..... جن میں حروف ناصبہ بھی تھے..... یعنی اِنَّ، اَنَّ، لَيْسَتْ اور لَعَلَّ..... اس پر حضرت مولانا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا..... لَيْسَ کا ذکر نہیں کیا؟..... تو میں نے عرض کی اسے میں نے حروف ناصبہ میں شمار نہیں کیا..... تو فرمایا کہ یہ بھی انہیں میں سے ہے..... تو میں نے اسے بھی ان (اِنَّ، اَنَّ، لَيْسَتْ اور لَعَلَّ) میں شامل کر لیا..... یہی روایت فریق اول کی دلیل ہے۔

اس روایت کی درایت مشکوک ہے..... تنقید و تحلیل سے واضح ہوتا ہے کہ یہ ایک ضعیف اور گھڑی ہوئی روایت ہے..... کیونکہ اس میں نہ تو دلیلیں ذکر کی گئی ہیں..... اور نہ ہی مثالوں کا ذکر ہے..... بلکہ پختہ و مدون نحو کے طرز پر قانون و کلیہ بیان کر دیا گیا ہے..... حالانکہ اس طرح کی پختگی بعد کے نحوی سیبویہ کی ”الکتاب“ میں بھی نہیں ملتی..... حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے عہد میں کلام کو مظہر و مضر میں تقسیم کرنا بعید از قیاس بات معلوم ہوتی ہے..... نیز یہ روایت صرف متأخرین کے ہاں ملتی ہے متقدمین کے ہاں اس طرح کی کسی روایت کا کوئی تذکرہ نہیں۔

فریق ثانی کا خیال ہے کہ ابوالاسود الدؤلی، نصر بن عاصم لیثی اور عبدالرحمن بن ہریرہ کی مشترکہ جدوجہد سے فن نحوی ایجاد عمل میں آئی..... اس رائے کی وجہ صرف یہ ہو سکتی ہے..... کہ ان تینوں حضرات میں معاشرت پائی جاتی ہے اس لئے اس عمل میں تینوں کو سہیم و شریک قرار دے دیا گیا..... ورنہ بغیر کسی دلیل کے اس رائے کو قبول کر لینے کی بھی کوئی وجہ وجیہ نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ فن نحو کے واضح و موجد ابوالاسود الدؤلی تھا ہیں..... اس لئے کہ متقدمین اسی کے ہی قائل ہیں..... جو کہ عہد وضع فن کے نہایت قریب ہیں..... طبقات و تراجم اور تاریخ علوم و فنون کی کتابوں میں اسی بات کی صراحت ملتی ہے..... چنانچہ ابن سلام 271 ہجری فرماتے ہیں۔

أَوَّلُ مَنْ وَضَعَ الْعَرَبِيَّةَ وَفَتَحَ بَابَهَا أَبُو الْأَسْوَدِ وَضَعَ بَابَ الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُولِ وَالْمُضَافِ وَحُرُوفِ الْجَرِّ وَالنَّصْبِ وَالْجَزْمِ

☆ ابن قتیبہ متوفی 276 ہجری لکھتے ہیں ”هُوَ أَوَّلُ مَنْ وَضَعَ الْعَرَبِيَّةَ“

☆ ابن ندیم نے ”فہرست“ میں ذکر کیا ہے۔

”أَنَّ أَبَا الْأَسْوَدِ هُوَ وَاضِعُ عِلْمِ النَّحْوِ“

ان تمام لوگوں کی دلیلیں مد نظر رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کر لینا دشوار نہیں..... کہ ابوالاسود نے ہی فن صرف و نحو کے ابتدائی و بنیادی قوانین و اصول کی طرف غیر منضبط طریقہ پر اشارے کئے..... جو بعد میں فن کی شکل و صورت اختیار کر گئے..... یہاں ایک اہم امر کا تذکرہ بھی نہایت ضروری ہے کہ ”علم صرف و نحو“ دو مختلف علوم و فنون کے طور پر مرتب و مدون نہیں ہوئے..... بلکہ

یہ دونوں علوم! مراحل ایجاد و وضع میں ایک ساتھ ہی وجود پذیر ہوئے..... یہی وجہ ہے کہ متقدمین کی تمام کتابوں اور مباحث میں ایک ساتھ ہی پائے جاتے ہیں..... اور جو علماء و ائمہ اور قراء نحو کے موجدین میں شمار کئے جاتے ہیں..... وہی لوگ فن صرف کے بھی موجد و واضع بھی ہیں۔

خلیل بن احمد الفراهیدی

خلیل بن احمد الفراهیدی اپنے عہد میں علمائے بصرہ میں سے سب سے زیادہ علم و فضل والے تصور کئے جاتے تھے..... اور تمام لوگوں میں نہایت متقی و پرہیزگار، تارک الدنیا اور خدا ترس ہونے کی حیثیت سے بھی مشہور و ممتاز تھے..... اللہ پاک نے انہیں ایسی نادر عقل و سوچ عطا فرمائی تھی کہ جس علم و فن کی طرف بھی وہ متوجہ ہوئے..... اسے منظم و مرتب کر دیا..... اس کے قوانین و دقائق کو مستبط و مستخرج کر کے ہی چھوڑا۔

تاریخ عرب میں یہی وہ پہلی ذات ہے جس نے قاموس و معجم کی ترتیب وضع کی..... اور لغت و ڈکشنری لکھنے کی ایجاد و ابتداء فرمائی..... علم عروض کے موجد و بانی یہی ہیں..... علم قرأت کے اماموں میں سے ایک امام آپ بھی ہیں..... علم لغت و شریعت میں جہاں آپ کو امامت حاصل تھی..... وہیں اپنے زمانے کے تمام علوم عقلیہ کے شیخ اتم تھے..... علم صرف و نحو میں تو تاریخ کے ابواب میں کوئی بھی آپ کا ہمسروہ ہم پلہ دکھائی نہیں دیتا..... نئے نئے قوانین و اصول کے اکتشافات اور ایجادات کا جو حیرت انگیز سلسلہ آپ کے ہاں نظر آیا ہے..... وہ دور دور تک کہیں اور دیکھنے کو نہیں ملتا۔

یہ الگ بات ہے کہ امام خلیل نے فن صرف و نحو میں کوئی جامع کتاب تو نہیں چھوڑی..... جیسا کہ امام خلیل کے سوانح نگاروں کا خیال ہے..... سوائے ان چند رسائل کے جن کا ذکر کچھ جگہوں پر ملتا ہے..... جیسے ”رسالہ معانی الحروف“..... ”حالات اعراب“..... ”عوامل میں“۔

قطعی کا خیال ہے کہ یہ تمام رسائل امام خلیل کی طرف منسوب ہیں..... جبکہ امام خلیل علیہ الرحمۃ نے اس علم و فن میں کوئی کتاب تحریر نہیں کی..... البتہ ان کے شاگرد رشید امام سیبویہ نے ان فنون کی کثیر ابحاث اس طرح ان کی طرف منسوب کر کے لکھی ہیں..... گویا کہ امام سیبویہ اسی کام پر مامور تھے کہ امام خلیل کی کوئی بھی اہم ایسی رائے نہ ترک کریں جس کا تعلق کسی بھی طرح ان دونوں علوم کے قواعد و مسائل سے ہو۔

حتیٰ کہ قدیم نحاۃ کا کہنا ہے کہ امام سیبویہ کی کتاب! امام سیبویہ اور ان کے استاذ امام خلیل علیہ الرحمۃ کی تصنیف کردہ ہے، اور اس بات کو نحویوں نے مختلف انداز سے بیان کیا ہے.....

☆ چنانچہ ثعلب کہتے ہیں الْأُصُولُ وَالْمَسَائِلُ فِي الْكِتَابِ لِلْخَلِيلِ کہ سیبویہ کی کتاب میں تمام اصول و مسائل امام خلیل کے ہی بیان کردہ ہیں۔

☆ ابوالطیب لغوی کہتے ہیں عَقَدَ سَيْبُوِيْهِ بِلَفْظِهِ وَالْفِظَ الْخَلِيلُ کہ سیبویہ نے اپنی کتاب میں کچھ اپنی چیزیں بیان

اغراض مراح الارواح

☆ کیں اور کچھ چیزیں اپنے استاذ امام خلیل علیہ الرحمۃ کی بیان کیں۔
سیرانی کہتے ہیں عَامَّةُ الْحِکَايَةِ فِي كِتَابِ سَيَبُويه عَنِ الْخَلِيلِ اُسْتَاذِهِ کہ بالعموم یہ بات کہی جاتی ہے کہ امام سیبویہ کی کتاب میں بیان کردہ تمام اصطلاحات ان کے استاذ امام خلیل علیہ الرحمۃ کی ہی ہیں۔

☆ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جو بھی صرف ونحو کی اولین کتاب ”الکتاب“ کا مطالعہ کریگا اسے ثعلب نحوی کے اس قول کا ضرور احساس ہوگا کہ صرف ونحو کے اصول اور امہات مسائل امام خلیل علیہ الرحمۃ کی ہی کارگردگی کا ثمر ہیں۔

☆ یاد رکھ لیں کہ اس امر میں اتفاق ہے کہ امام خلیل سے پہلے ”صرف ونحو“ میں کچھ اہم پیش رفت ہو چکی تھی..... بالخصوص ابن ابی اسحاق..... اور عیسیٰ بن عمر..... اور ابو عمرو بن العلاء کی کاوشیں تو ناقابل فراموش ہیں..... لیکن یہ ساری کاوشیں نہایت ابتدائی، غیر منطقی اور بالکل سادہ قسم کی تھیں..... جنہیں کسی طرح بھی علم وفن کا نام نہیں دیا جاسکتا..... یہ تو امام خلیل کا ہی کارنامہ ہے کہ انہوں نے ان فنون کے قواعد و ارکان کی طرح بناء و بنیاد ڈالی کہ دیکھتے ہی دیکھتے ایک شاندار، مضبوط و مستحکم محل تعمیر کر دیا..... ان کی مصطلحات کو مرسوم فرمایا..... اور اصول و قواعد کو منضبط کیا..... جو ان کے فروع و مسائل کو حاوی ہو۔

☆ امام خلیل علیہ الرحمۃ نے اپنے اساتذہ و اسلاف سے علم صرف ونحو کو نہایت سادہ ترین طریقہ پر سے حاصل کیا اور اسکے ساتھ پوری جدوجہد سے لگے رہے..... یہاں تک کہ ان فنون کی وہ شکل ہماری نگاہوں کے سامنے آگئی..... کہ جسے آج ہم صرف ونحو کی صورت میں دیکھ رہے ہیں..... اسلئے ہم یہ کہنے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ فن صرف ونحو کی تکمیل و تمامیت کا سہرا جہاں سیبویہ کے سر جاتا ہے..... وہیں یہ بات بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ان علوم کے قوانین و اصول کی وضع و ایجاد کا سارا کردار حضرت امام خلیل کے ناخن عقل ہی کا کمال ہے۔

امام سیبویہ:

عمرو بن عثمان بن قنبر معروف بسبویہ! بنی حارث بن کعب کے موالی سے تعلق رکھتے ہیں..... سیبویہ دراصل عجمی لقب ہے جو ان کے فارسی الاصل ہونے کی نشاندہی کرتا ہے..... ان کی پیدائش شیراز کے گاؤں میں سے ”بیضاء“ نامی گاؤں میں ہوئی..... اسی گاؤں میں یا شیراز میں آپ نے تعلیم حاصل کی..... لیکن مزید علوم و فنون سیکھنے کے شوق میں بصرہ چلے آئے..... اور ابھی وہ عمر کے ابتدائی حصہ ہی میں تھے..... کہ فقہاء و محدثین کی درسگاہوں میں حاضری دینے لگے..... بالخصوص حماد بن سلمہ بن دینار! بصرہ کے مشہور محدث کی درسگاہ سے متعلق ہو گئے..... مگر ایک حادثہ رونما ہوا کہ ان کے استاذ نے انہیں متوجہ کیا کہ جناب! آپ زبان عربی کے نطق و استعمال میں لحن و خطا کرتے ہیں..... اور احادیث تک میں بھی غلطی کر جاتے ہیں..... پس امام سیبویہ نے پختہ ارادہ کر لیا کہ لغت ونحو میں بھرپور مہارت حاصل کریں گے..... پس اس وقت سے نحو یوں اور لغویوں کی درسگاہوں سے گہرا رشتہ قائم کر لیا..... آپ کے اساتذہ میں عیسیٰ بن عمر..... اخفش کبیر..... اور یونس بن حسیب کا تذکرہ ملتا ہے..... لیکن جس استاذ نے ان کی علمی زندگی پر سب سے زیادہ گہرا اثر ڈالا وہ حضرت امام خلیل بن احمد الفراء ہیدی علیہ الرحمۃ ہیں..... امام سیبویہ

نے علم صرف ونحو میں وہ سب کچھ حاصل کر لیا جو امام خلیل علیہ الرحمۃ کی درسگاہ سے میسر ہو سکتا تھا..... یہی وجہ ہے کہ سیبویہ نے اپنی کتاب میں 322 جگہوں پر امام خلیل علیہ الرحمۃ کے نام کی تصریح کی ہے..... اور 522 جگہوں پر ان کا اشارۃ وکنایۃ ذکر کیا ہے۔

✽ امام سیبویہ نے اپنی تعلیم میں دو طریقے اختیار کئے..... ایک املاتی..... اور دوسرا استفساری..... اس طور پر کہ ہر سوال کا جواب اور ہر رائے اور عرب سے مروی تمام تر شواہد لکھتے..... اس طرح امام خلیل علیہ الرحمۃ کے تمام تر صرفی ونحوی نظریات آپ نے محفوظ کر لئے۔

✽ امام خلیل علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد اپنی عین جوانی میں امام سیبویہ علیہ الرحمۃ ان کے جانشین مقرر ہوئے..... کیونکہ سیبویہ نے کل صرف 35 سال ہی کی عمر پائی اور 180 ہجری میں انتقال فرما گئے..... مگر پھر بھی ان کو اللہ تعالیٰ نے وہ علم عطا فرمایا تھا کہ امام خلیل علیہ الرحمۃ کے بعد بصرہ میں سب سے بڑے عالم تصور کئے جاتے تھے۔

انفخ اوسط اور قطرب جیسے ماہرین وائمہ! امام سیبویہ علیہ الرحمۃ کی درسگاہ کے خوشہ چیں رہے..... اور ان کی شاگردگی کی حیثیت سے جانے وپچانے گئے..... امام سیبویہ نے اپنی اسی درسگاہ میں ہی مصروفیات کے دوران فن صرف ونحو کی پہلی تحریر ”الکتاب“ انفخ اوسط..... سعید بن مسعدہ..... کے اصرار پر مرتب و مدون کی..... اور وہ ان کی زندگی ہی میں بغداد سے لے کر حلقہ علم ودانش تک مقبول و مشہور ہو گئی..... بیشتر نحاۃ نے اپنے اپنے لب و لہجہ میں اس کتاب کی تعریف و توصیف کی ہے۔ چنانچہ ابو عثمان مازنی! تلمیذ انفخ اوسط کہتے ہیں مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّعْمَلَ كِتَابًا كَبِيرًا فِى النُّحُوِّ بَعْدَ سِيبَوِيٍّ فَلْيَسْتَحِ عِلْمًا وطلبا سیبویہ کی اس کتاب کو ”قرآن نحو“ کہتے تھے..... یہی وہ پہلی کتاب ہے جس نے باضابطہ نحو کو ایک فن کے طور پر پیش کیا اور اس کے سارے لوگ اس کتاب کے خوشہ چیں رہے۔

انفخ اوسط

یہ حضرت ابو الحسن سعید بن مسعدہ ہیں..... جو اپنے استاذ سیبویہ کی طرح فارسی الاصل ہیں..... انہوں نے نہ صرف یہ کہ سیبویہ سے شرف تلمذ پایا..... بلکہ وہ سب کچھ اپنے استاذ سے حاصل کر لیا جو ان کے پاس تھا..... انہوں نے ہی کتاب سیبویہ کی روایت کی..... بلکہ یہی شخصیت ہی کتاب سیبویہ کے حاصل کرنے کا واحد ذریعہ ہیں..... اس لئے کہ ان کے علاوہ اور کسی نے امام سیبویہ سے ان کی کتاب نہیں پڑھی..... آپ خود ہی فرماتے ہیں کُنْتُ اَسْأَلُ سِيبَوِيَّهٖ عَمَّا اشْكَلُ عَلَيَّ مِنْهُ فَاِنْ نَعَصَبَ الشَّيْءُ مِنْهُ قَرَأْتُهُ عَلَيْهِ۔ امام سیبویہ علیہ الرحمۃ کے بعد انہی کی درسگاہ میں بیٹھ کر آپ علیہ الرحمۃ ان کی کتاب سب پڑھاتے..... املاء کراتے..... درس دیتے..... اور شرح فرماتے..... جوفی اور مازنی نحاۃ ان کی درسگاہ میں زانوئے تلمیذ طے کرتے..... اور ان کی درسگاہ سے صرف بصری نحو یوں نے استفادہ نہیں کیا..... بلکہ علماء کوفہ نے بھی خوب خوب سیرابی حاصل کی..... کوفیوں کے امام کسائی اور فراء ان کی درسگاہ کے حاضر باش رہے..... جب امام انفخ نے دیکھا کہ ان کے

کوئی تلامذہ صرف ونحو کے مختلف فیہ، متفرق مسائل کی طرف خصوصی توجہ رکھتے ہیں..... تو انھوں نے ان کیلئے کتاب ”المسائل الکبیر“ تحریر فرمائی..... اور اس کے علاوہ بھی متعدد کتابیں تصنیف کیں جو زمانے کی نذر ہو کر رہ گئیں جیسے کتاب الاوسط فی النحو..... کتاب المقائیس..... کتاب الاشتقاق..... اور کتاب المسائل الصغیر۔

☆ امام انخفش علیہ الرحمۃ نے اپنی آخری عمر میں بصرہ ترک کر کے بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی اور یہاں بھی طلباء ہر طرف سے ان کے حلقہ درس میں شامل ہونے کیلئے جوق در جوق حاضر ہوئے اور شرف تلمذ سے بہرہ ور ہوتے رہے..... یہاں تک 211 ہجری میں ان کا وصال ہو گیا۔

☆ امام سیبویہ کے بعد امام انخفش بصریوں کے ائمہ نحاۃ میں سے سب سے اعلیٰ درجہ کی حامل شخصیت شمار کئے جاتے ہیں..... نحاۃ بصرہ میں یہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے امام سیبویہ سے اختلاف کا دروازہ کھولا..... اور بہت سے مسائل میں اپنے استاذ امام سیبویہ کی مخالفت کی..... بعد میں کوفیوں نے انہیں مسائل میں توسیع پیدا کر دی..... اور اس طرح ایک مدرسہ و مذہب نحوی کی داغ بیل پڑ گئی۔..... لیکن یہ سارے اختلافات اگر بنظر غائر دیکھے جائیں تو سب کے سب فرعی نظر آئیں گے..... کیونکہ نحو اور اس کے اصول اور اس کے بنیادی قواعد کی ایجاد و تکمیل اور باضابطہ تدوین! امام سیبویہ علیہ الرحمۃ اور ان کے استاذ امام خلیل علیہ الرحمۃ کے ہاتھوں انجام پذیر ہو چکی تھی..... یہاں تک استاذ شاگرد نے گویا کہ آنے والی نسلوں کے لئے فروعی اختلافات کے علاوہ کچھ اور جگہ باقی نہیں چھوڑی تھی۔

☆ یہ ایک حقیقت ہے کہ امام انخفش ہی مدرسہ و مذہب کوفی کے حقیقی بانی و استاذ ہیں..... اس وجہ سے نہیں کہ وہ کوفیوں کے امام کسائی اور فراء کے استاذ ہیں..... بلکہ اس وجہ سے کہ کوفیوں کے ان دونوں اماموں نے زیادہ تر اپنی آراء میں حضرت امام انخفش ہی کی پیروی کی ہے..... جبکہ انھوں نے سیبویہ اور خلیل کی آراء سے اختلاف کیا ہے..... اور اب یہ کہنا بر محل ہوگا۔ صرف و نحو کے موجد و واضع امام خلیل بن احمد الفراء ہیدی ہیں..... اور امام سیبویہ نے امام خلیل علیہ الرحمۃ کی آراء کو بنیاد بناتے ہوئے کچھ دیگر متقدمین و معاصرین کی آراء کے ساتھ ایک جامع انسائیکلو پیڈیا تیار کیا..... اور اس طرح علم نحو اپنے اصول و ضوابط کے ساتھ مدون و مسجل ہو گیا..... جبکہ انخفش نے ان متقدمین کی آراء سے اختلاف کر کے اپنے تلامذہ کسائی و فراء کے ہاتھوں لیک نئے مدرسہ و مذہب نحوی کی بنیاد رکھوادی..... جسے بعد میں مذہب کوفی کہا جانے لگا.....۔

مدون علم صرف ابو عثمان المازنی

ابو عثمان مازنی یہ بکر بن محمد بن بقیہ کے نام سے موسوم ہیں..... قبیلہ شیبان کے بنی مازن سے تعلق رکھتے ہیں..... بصرہ میں پیدا ہوئے..... اور یہی پڑوان چڑھے..... بصری نحویوں اور لغویوں کی درسگاہوں سے استفادہ کیا..... خصوصیت کیساتھ انخفش کے حلقہ بگوش رہے..... اور انہی سے کتاب سیبویہ پڑھی..... اور ان کی وفات کے بعد صرف و نحو میں یکتا روزگار، علماء اعلام سے شمار کئے جانے لگے..... حتیٰ کہ متقدمین نے ان کو بغیر کسی اختلاف کے! علم صرف کا امام تسلیم کر لیا۔

☆ امام ابو عثمان مازنی علیہ الرحمۃ اپنی پوری زندگی طلباء کو کتاب سیبویہ کا درس دیتے رہے..... آپ علیہ الرحمۃ نے متعدد شروحات و تعلیقات تصنیف فرمائیں..... ان میں تفاسیر کتاب سیبویہ، اور الدیبا ج فی جوامع کتاب سیبویہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں..... ان کے سال وفات میں اختلاف ہے مگر مشہور و رائج 249 ہجری ہے۔

✽ امام ابو عثمان مازنی علیہ الرحمۃ نہایت ہی ذہین و فطین، حاضر جواب اور مناظر تھے..... اپنے علم و فکر میں پختہ و مضبوط تھے..... اپنے حریف و مقابل پر ہمیشہ غالب رہتے..... جیسا کہ فن نحو کا ذوق رکھنے والے ارباب علم و فن پر یہ بات پوشیدہ نہیں۔ امام مازنی جہاں فن نحو کے امام تسلیم کئے گئے ہیں..... وہیں علم صرف میں بھی ان کی امامت بلا اختلاف متقدمین و متاخرین میں مسلم ہے..... انھوں نے فن صرف میں ”التصریف“ نامی اپنی نوعیت کی ایک منفرد کتاب تصنیف فرمائی جس کی شرح صرف و نحو کے امام ابن جنی نے ”المنصف“ کے نام سے تحریر کی..... جو آج بھی علماء کے حلقہ میں نہایت ہی مقبول اور مشہور و معروف ہے۔

☆ امام مازنی علیہ الرحمۃ نے اپنی اس کتاب میں پہلی مرتبہ کتاب سیبویہ میں بکھرے ہوئے صرف کے مختلف موضوعات کو نہایت سلیقہ مندی سے علمی توجیہات کیساتھ مرتب کیا..... اور اس پر بہت اضافہ بھی کیا..... یہی وہ صرف کے پہلے امام ہیں جنہوں نے علم صرف میں تمرینات و تدریبات کا دروازہ کھولا..... اور نہ صرف یہ کہ سیبویہ کی تحریرات و افکار کو اکٹھا کیا..... بلکہ بہت سے مسائل میں بصیرت افروز اختلاف بھی کیا۔

✽ سچ یہی ہے کہ امام ابو عثمان مازنی نے علم صرف کے قواعد و مسائل کو منظم و منضبط فرمایا..... اور انھوں نے ہی علم صرف کو علم نحو کے غلط سے علیحدہ کیا..... اور اسے مستقل طور پر اوزان و بناء اور قیاس و تمرین وغیرہ سے آراستہ و پیراستہ کر کے پیش کیا..... اور اپنے مابعد باحنین ابو علی فارسی..... اور ابن جنی جیسے افراد کیلئے سہولتیں فراہم کیں..... گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے لغت کو مسخر کر دیا تھا تا کہ یہ علم صرف میں وہ سب کچھ کر دکھائیں جو امام خلیل و امام سیبویہ نے اپنے اپنے عہد میں کیا تھا..... امام ابو عثمان مازنی نے پہلی بار علم صرف کو ایک حتمی و قطعی شکل و صورت میں تمام تر اصول و ضوابط کیساتھ ایک کتاب میں اکٹھا کر دیا..... اور اس طرح وہ مدون علم صرف کے نام سے پہچانے جانے لگے..... لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ امام مازنی علیہ الرحمۃ صرف علم صرف ہی کے امام تھے بلکہ وہ علم نحو کے بھی امام تھے جیسا کہ مازنی کے شاگرد مبرد کہتے ہیں لَمْ يَكُنْ بَعْدَ سِيبَوِيهِ اَعْلَمَ بِاَلْنَحْوِ مِنْ اَبِي عُثْمَانَ الْمَازِنِيِّ..... اللہ پاک ان بزرگوں کے درجات بلند فرمائے اور ان کا فیض جمیع مسلمین و مسلمات اور مومنین و مومنات کو عطا فرمائے۔

آمین و ثم آمین۔

تذکرہ شارح مراح الارواح

مفتی محمد یوسف القادری زید مجددہ

از: علامہ محمد خلیل قادری شیخوپورہ

نام و نسب:

آپ کا اسم گرامی محمد یوسف، کنیت ابووالیس، اور نسبت القادری ہے اور والد کا اسم گرامی محمد رمضان ہے۔
آپ کا تعلق بھٹی خاندان سے ہے، آپ کی ولادت باسعادت پاکستان کے صوبہ پنجاب کے مشہور شہر ”خانیوال“ کے ایک
مضافاتی علاقے چک نمبر 17/AH میں ہوئی۔

تحصیل علم اور تدریس:

آپ نے ابتداء اپنے والد گرامی کے پاس گھر میں ناظرہ قرآن پڑھا پھر پرائمری تک سکول کی تعلیم اپنے گاؤں میں
حاصل کر لینے کے بعد خانیوال شہر میں مفتی اعظم خانیوال مفتی اشفاق احمد رضوی علیہ الرحمۃ کے مدرسہ غوثیہ جامع العلوم میں قاری
حاجی محمد سعیدی رحمۃ اللہ علیہ سے حفظ کیا بعد ازاں علوم اسلامیہ کی تکمیل کے لئے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور تشریف لائے تو
وہاں علوم اسلامیہ کی تکمیل کرنے کے ساتھ خصوصاً علم منطق اور علم نحو میں مہارت تامہ حاصل کی اور تنظیم المدارس پاکستان بورڈ
سے ایم اے عربی اور ایم اسلامیات کی سند اعلیٰ کامیابی کے ساتھ حاصل کی، پھر تعلیم سے فراغت پا کر جامعہ نظامیہ رضویہ کی
انتظامیہ نے آپ کو تدریس کے لیے منتخب کیا، جہاں عرصہ دراز تک تدریس فرماتے رہے۔

فاضل اساتذہ کرام:

- مفتی اعظم پاکستان مفتی عبدالقیوم ہزاری علیہ الرحمۃ۔
- رأس الاتقیاء مفتی محمد اشفاق رضوی رحمۃ اللہ علیہ (خانیوال)۔
- رأس الاتقیاء جامع المحقول والمنقول شیخ الحدیث والنفیر حضرت شرف ملت قبلہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ۔
- حضرت استاذ العلماء مفتی گل احمد عتقی صاحب۔
- استاذ العلماء حضرت قبلہ حافظ عبدالستار سعیدی صاحب زید مجددہ۔
- استاذ العلماء حضرت مفتی محمد صدیق ہزاروی صاحب زید مجددہ۔

حضرت علامہ ڈاکٹر فضل حنان سعیدی صاحب۔
مجاہد ملت امام الصرف حضرت علامہ خادم حسین رضوی صاحب۔
حضرت استاذ العلماء علامہ صدیق نظامی صاحب۔
مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا محمد شوکت سیالوی صاحب۔
استاذ الحفاظ حضرت قاری حاجی محمد رحمۃ اللہ علیہ (شجاع آبادی)۔

علمی قابلیت و صلاحیت:

آپ کی علمی قابلیت و صلاحیت کا عالم یہ ہے کہ درس نظامی سے فراغت حاصل کرتے ہی جب آپ نے تدریسی میدان میں قدم رکھا تو پہلے ہی سال آپ نے درس نظامی کی مشہور اور مشکل ترین کتاب شرح تہذیب کی آسان ترین شرح ”اغراض تہذیب“ کے نام پر لکھی جو علماء و طلباء میں بے حد مقبول اور مشہور ہوئی۔

آپ کے ہمعصر اور رفیق سفر درس نظامی کے اساتذہ کرام پیشک تدریسی میدان میں کمال صلاحیتوں کے مالک تھے، لیکن تدریسی میدان میں آپ اپنی مثال آپ ہیں، انتہائی اختصار کے ساتھ جامع بات کرنا اور مشکل ترین بات آسان ترین اور سادے لفظوں میں بیان کرنا یہ آپ کا نمایاں خاصہ رہا۔

استاذی المکرم! جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ کے ہر عزیز مدرس و استاذ ہیں، ہر کلاس کے طلباء کی خواہش و تمنا یہی ہوتی کسی طرح ہمارا کوئی سبق مفتی محمد یوسف القادی صاحب کے پاس چلا جائے کیونکہ وہ علمی سمندر کو کوزے میں بند کرنے، قلیل وقت میں درسی بیان کو سمیٹنے اور دشوار گزار اور دقیق و عمیق بحث کو عام فہم اور مختصر انداز میں غبی طلباء کو بھی سمجھا دینے کی صلاحیت سے لبریز ہیں۔

قبلہ استاذی المکرم! ایک شرمیلے اور باحیاء انسان ہیں لیکن تدریسی اور تصنیفی میدان میں بڑے بے باک، نڈر اور انتہائی سختی واقع ہوئے ہیں، مختصر اور قلیل عرصے میں آپ نے بہت زیادہ کام کیا ہے، اور قلیل ہی عرصے میں آپ نے طلباء اور کو علماء میں مقبولیت حاصل کر لی، جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ان پر خصوصی فضل و کرم ہے۔

تصانیف:

آپ نے کثیر کتب تصنیف و تالیف فرمائیں جو تحقیق و تدقیق میں بے نظیر و بے مثال ہیں جن میں سے کچھ کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

- 1: اغراض التہذیب لحل التہذیب و شرح التہذیب۔
- 2: ضیاء التریب (شرح مائتہ عامل کی زنجیری ترکیب)

- 3: فوز و للاح محل نور الایضاح۔
 - 4: اغراض سلم العلوم شرح سلم العلوم۔
 - 5: اغراض شرح نخبة الفكر۔
 - 6: اغراض كافیه شرح كافیه
 - 7: اغراض جامی۔
 - 8: اغراض العوالم، شرح! شرح مائتة عامل عبارت، ترجمہ، توضیح، سادہ ترکیب اور ضوابط ترکیبہ۔
 - 9: اغراض قطبی شرح قطبی۔
 - 10: اغراض مرقات شرح مرقات۔
 - 11: اغراض شرح عقائد
 - 12: اغراض مرااح الارواح
 - 13: خطبات یوسفیہ (حصہ اول)
 - 14: خطبات یوسفیہ (حصہ دوم)
 - 15: اغراض علم الصیغہ
 - 16: شرح فیض الادب
- زیارت حریم شریفین:

آپ کو اللہ رب العزت نے 2009 عیسوی میں بصورتِ عمرہ حریم شریفین کی زیارت سے بھی نوازا اور اس سفر میں آپ نے چار عمرے کئے، اس مناسبت سے کہ آقائے دو جہاں ﷺ نے بھی ہجرت کے بعد چار عمرے فرمائے۔

آخر میں دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت قبلہ استاذ گرامی کی یہ خدمتِ دین قبول فرمائے اور انہیں دین و دنیا کی کامیابیاں اور بھلائیاں عطا فرمائے۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

پیش لفظ

انسان کی دیگر مخلوقات سے انفرادیت و امتیازیت کی وجہ علم ہے، اور علم کی قرآن و حدیث میں متعدد مقامات پر فضیلت و اہمیت بیان کی گئی ہے چنانچہ قرآن مجید میں اِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ، اور حدیث پاک میں الْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ اسی سلسلے کی کڑی ہیں، اب علم تو کئی قسم کا ہے..... مثلاً علم دین ہے جو دین کے لیے حاصل کیا جاتا ہے..... علم دنیا ہے جو دنیا کے لیے حاصل کیا جاتا ہے..... لیکن ان تمام اقسام علم میں سے علم نافع (نفع بخش علم) وہ علم ہے جو دین کے لیے حاصل کیا جائے..... اس لیے کہ اللہ پاک نے فرمایا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ کہ انسان کی تخلیق کا مقصد دنیوی امور کی تحقیق و ریسرچ نہیں ہے..... بلکہ اخروی حقائق کے لیے جذب و جہد اور تیاری ہے..... اور یہ تک و دو اور سعی! لامحالہ علم دین کے بغیر ناممکن و ممتنع ہے..... جب سے انسان اس کرہ ارضی پر نمودار ہوا ہے..... تب سے لیکر اب تک اور اب سے قیامت تک علم دین پھیلتا چلا آیا ہے..... پھیل رہا ہے..... اور قیامت تک پھیلتا رہے گا..... ہر دور میں ہر پیغمبر، رسول اور نبی اور ہر غوث، قطب اور ولی کا یہی مشن رہا ہے..... چنانچہ آقائے دو جہاں ﷺ کے لیے قرآن مجید نے کہا فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ کہ اے محبوب ﷺ آپ ان کو (وہ سبق) یاد کروادیں گے (جو یہ بھول چکے ہیں) اور اب آپ ہی انہیں یاد کروانے والے ہیں..... حضور ﷺ سے فیض علم پا کر صحابہ کرام، اور پھر تابعین و تبع تابعین نے اپنا اپنا فریضہ علم ادا کیا..... اور پھر وہاں سے محدثین اور ائمہ مجتہدین کا لامتناہی سلسلہ چلا جو آج ہم تک اور قیامت تک برقرار رہے گا.....

☆ ہر دور میں علماء و فضلاء کا حقہ فریضہ علم و عرفان اپنی طاقت و بساط کے مطابق ادا فرماتے رہے، اور فرما رہے ہیں، لیکن کچھ خوش قسمت اور خوش بخت لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں..... جو بڑے تو نہیں ہوتے..... مگر بڑوں کی صحبت پا کر..... یا بڑوں والی صورت اپنا کر..... وہ بڑوں میں شمار کر لئے جاتے ہیں..... انہیں خوش نصیبوں میں یہ بندہ ناچیز بھی شامل ہے جو صرف علماء و طلباء کے جوتے اٹھا کر، اور ان کا ادب و احترام بجالا کر ان کی صفوں میں شمار کیا جاتا ہے.....

☆ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ..... یہ کہاں..... اور..... مقام علم! کہاں؟

الغرض! پیش نظر کتاب ”مراح الارواح“ جو کہ درس نظامی کی مشہور و معروف اور متداول کتاب ہے، اسے علمی دنیا میں فلسفہ صرف کہا جاتا ہے، یہ انتہائی مشکل اور پیچیدہ کتاب ہے، عام طور پر طلباء اس کتاب سے بھاگتے ہیں، اور اس کو بیان کرنا! تو درکنار! اس کی عبارت پڑھنے سے بھی گریزاں ہوتے ہیں،..... پھر یہ صورتحال طلباء کی تو ہوتی ہی ہے..... لیکن اس کے

ساتھ ساتھ ابتدائی مدرسین بھی اس کا سبق نہیں لیتے، اس قدر ہدایہ شریف کو مشکل نہیں سمجھا جاتا جس قدر اس کتاب کو مشکل شمار کیا جاتا ہے..... معلوم ہیں مجھ کو تیرے احوال کہ میں بھی..... مدت ہوئی گزرا تھا اسی راہ گزر سے۔

پس اس مشکل اور پیچیدہ کتاب کے حل کے لئے متعدد بار دوستوں نے کہا کہ اس کی کوئی آسان شرح لکھی جائے جو کہ طلباء کے لئے آسان فہم اور ابتدائی مدرسین کے لئے پکی پکائی روٹی ہو..... پس بندہ نے جب اس پر قلم اٹھایا تو مارکیٹ سے اس کی تین معاون کتب میسر آئیں۔

1: مصنف کتب کثیرہ استاذی المکرم! استاذ العلماء مفتی محمد صدیق ہزاروی صاحب اطال اللہ عمرہ کی۔

2: مصنف کتب کثیرہ استاذ العلماء علامہ عبد الرزاق بھترالوی زید مجدہ کی۔

3: علامہ مولانا ابو حمزہ محمد شریف صاحب کی۔

تینوں شخصیات نے اپنے کمال قلم سے اپنے جواہر علم کے موتی برسائے..... مگر ان کے عظیم موتی ہر طالب علم کی طاقت و بساط میں نہیں تھے..... کیونکہ قبلہ استاذ گرامی کی کتاب میں صرف اغراض کا بیان ہے، لیکن عبارت اور ترجمہ نہیں ہے..... اور علامہ بھترالوی صاحب کی کتاب میں عبارت ہے..... لیکن اس پر کلاماً اعراب نہیں ہیں، اور ترجمہ بھی نہیں ہے..... اور رہی بات اغراض کی وہ بھی صرف مدرسین کی پہنچ تک ہیں، عام طلباء اس سے کما حقہ استفادہ نہیں کر سکتے.....

☆ اور رہی بات علامہ ابو حمزہ محمد شریف صاحب کی شرح کی! اس میں عبارت و ترجمہ تو ہے لیکن اغراض طلباء کے مزاج کے مطابق بیان نہیں کی گئیں..... بلکہ اسے عام سادہ انداز میں بیان کر دیا گیا ہے..... وہ انداز نہیں اپنایا گیا جو اس کتاب کے شایان شان ہو..... اس لئے ایسی کتاب کی ضرورت تھی جس میں امراح الارواح کا مکمل حل ہو..... پس اس کے لئے میں نے ”اغراض امراح الارواح“ ترتیب دی ہے، جو یقیناً مذکورہ کتب کا ہی فیضان ہے لیکن طلباء اور ابتدائی مدرسین کی ضرورت کا سامان ہے۔

☆ میں نے اسے سہل بنانے میں انتہائی جدوجہد اور تنگ و دو کی ہے تاکہ طلباء اور ابتدائی مدرسین کے لئے یہ حل شدہ کتاب بن جائے..... اور اس کتاب کے ہوتے ہوئے انہیں کسی اور شرح کی ضرورت نہ رہے..... اس کتاب کے حل سے اگر کسی کو..... کوئی بھی فائدہ ہو تو میں اس سے خاتمہ بالا ایمان اور اخروی نجات کی دعا کا ہی متمنی ہوں۔

☆ اس کتاب کو حل کرنے میں اور آسان بنانے میں! میں نے جن جن کتب کا سہارا لیا..... ان تمام مدرسین و علماء کے لئے دعا گو ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں دنیا و آخرت کی تمام سعادتیں اور خوشیاں عطا فرمائے۔

ابو اویس

مفتی محمد یوسف القادری

10/10/2018

اظہارِ تشکر

اس موقع پر میں اولاً اپنے والدین اور جملہ اساتذہ کرام کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ جن کی تعلیم و تربیت و حسن نظر نے مجھے اس قابل و لائق کیا، ثانیاً اپنے برادرِ کبیر **علامہ محمد یونس سعیدی** صاحب کا شکر گزار ہوں کہ جن کی تحریک و تعاون ہر حال میں ساتھ رہا.....

☆ ثالثاً علامہ مولانا محمد عابد علی صاحب مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ کا کہ جنہوں نے اس کتاب کی مکمل عبارت کمپوز کر کے عطا فرمائی اور اپنی انمول آراء سے نوازا۔

☆ رابعاً شکر گزار ہوں عزیزم حافظ محمد حمزہ امتیاز، اور حافظ علی حمزہ اقبال کا جن کا بھرپور تعاون اور معاونت شامل حال رہی..... میں اس تعاون پر ان کے ساتھ ساتھ ان کے والدین کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں..... جنہوں نے صبح و شام ان بچوں کو میرے ساتھ تعاون کے لئے وقف رکھا..... اللہ تعالیٰ ان بچوں کو اور ان کے والدین کو دنیا و آخرت کی تمام بہاریں اور سعادتیں عطا فرمائے..... اور اس کتاب کو میرے لئے..... میرے اساتذہ کرام کے لئے..... میرے والدین کے لئے..... میرے اہل خانہ کے لئے اور جمیع معاونین کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔

آمین ثم آمین۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

گزارش:

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ میری جنبش قلم میں لغزش کا امکان ہے لہذا کسی طرح کی بھی لغزش پر تنقید برائے تنقیص سے صرف نظر کرتے ہوئے بغرض صحیح اس کی نشاندہی فرمائیں تاکہ اسے دور کیا جاسکے۔

ابو اویس

مفتی محمد یوسف القادری

07/10/18 جویا نوالہ موڑ شیخوپورہ

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

رائے گرامی

استاذ العلماء جامع المقبول والمنقول رأس التقیاء

حضرت علامہ **مولانا ہاشم علی نظامی** صاحب زید مجدہ

سینئر استاذ جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلَى رَسُولِهِ النَّبِيِّ الْكَرِيمِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ

اما بعد! دین اسلام کے عقائد و احکامات اور ان کی معرفت کے بنیادی ماخذ قرآن پاک اور احادیث رسول ﷺ ہیں اور ان کو سمجھ کر ان پر عمل کرنے کیلئے صحابہ کرام رَضَوَانُ اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ کے ارشادات عالیہ اور علمائے رَبَّانِیِّیْنَ کی گراں قدر تحقیقات کا مطالعہ نہایت ہی ضروری ہے جبکہ صحابہ کرامؓ اور علماء عظام کی اکثر تصانیف و تالیفات عربی زبان میں ہیں بنا بریں عربی زبان کو سمجھنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح جسم کیلئے روح ضروری ہے اسی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے مدارس دینیہ میں عربی گرائمر کو شامل نصاب کیا گیا ہے اور عربی زبان کا سمجھنا و علوم پر مشتمل ہے۔ (۱) صرف (۲) نحو..... صرف و نحو کے حوالہ سے یہ مقولہ مشہور ہے کہ **الصَّرْفُ أَمُّ الْعُلُومِ وَالنَّحْوُ أَبُوهَا** کہ علم صرف تمام علوم کی ماں اور علم نحو ان کا باپ ہے جس طرح اولاد کے صحت مند اور توانا ہونے کیلئے والدین کا تندرست اور قوی ہونا ضروری ہے اسی طرح ایک طالب علم کیلئے قرآن و سنت اور علوم عربیہ میں باکمال ہونے کیلئے ضروری ہے کہ وہ صرف و نحو میں مہارت تامہ رکھتا ہو اس لئے جو طالب علم گرائمر میں کمزور ہوں وہ بعد میں کمزوری محسوس کرتے ہیں بخلاف اس طالب علم کے جس کی گرائمر پر گرفت مضبوط ہو دوسرے علوم کو حاصل کرنا اس لئے بے حد آسان ہو جاتا ہے۔ علم صرف کے موضوع پر فارسی اور عربی میں سینکڑوں کتابیں لکھی گئی ہیں انہی کتابوں میں سے ایک اہم اور مستند کتاب ”مراحم الارواح“ ہے، جسے امام الصرف الشیخ حضرت علامہ احمد بن علی بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرما کر جو نگدگان علم صرف پر احسان عظیم فرمایا مراحم الارواح دراصل صیغوں کی ساخت اور تعلیمات سے متعلق متعدد اور پوشیدہ سوالات کے جوابات پر مشتمل کتاب ہے یوں سمجھئے کہ یہ کتاب علم صرف کا فلسفہ ہے مصنف علیہ الرحمۃ نے مراحم الارواح کو سات ابواب پر تقسیم کیا ہے گویا کہ تقسیم مصنف علیہ الرحمۃ اس شعر کی مصداق ہے

صحیح است ومثال است ومضاعف..... لفیف ناقص ومہوز واجوف

یعنی مصنف علیہ الرحمۃ نے ہفت اقسام کے متعلق گفتگو فرمائی ہے لیکن مشتقات کی تفصیلی بحث کو صرف پہلے باب ”صحیح“ تک محدود رکھا ہے..... فاضل جلیل عالم نبیل برادر عزیز حضرت علامہ مولانا ابوالیس مفتی محمد یوسف قادری زیدہ مجددہ نے تحریری کام کا آغاز میری یادداشت کے مطابق ضیاء التریب سے شروع کیا تھا..... اس کے بعد نور و فلاح لکھل نور الایضاح..... شرح فیض الادب..... اغراض التہذیب..... اغراض قطبی..... اغراض جامی..... اغراض کافیہ..... اغراض شرح عقائد..... اغراض برقات وغیرہ جیسی درجنوں عمدہ اور مفید کتب علماء طلباء کیلئے تحریر فرمائیں۔

✽ میں سمجھتا ہوں یہ حضرت کا اہل سنت پر احسان عظیم ہے کہ کل تک ہم غیروں کے محتاج تھے..... آج ہم فخر کیساتھ یہ بات کر سکتے ہیں کہ ہمارے پاس ہمارے اساتذہ بزرگوں اور علماء اہل سنت کے تراجم و شروحات ہیں (الْحَمْدُ لِلّٰہ)۔

✽ اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ”اغراض مراح الارواح“ بھی ہے جس کو حضرت العلام نے بڑے عمدہ انداز احسن پرائے اور دلنشین انداز میں تحریر فرمایا ہے طلباء کی سہولت کے پیش نظر حضرت نے کتاب کی عبارت بمع اعراب، ترجمہ و اغراض کو سوالات و جوابات کی صورت میں تحریر فرمایا ہے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرّم ﷺ کے صدقے حضرت العلام کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور نافع علماء و طلباء بنائے اور مصنف و شارح کیلئے صدقہ جاریہ بنائے۔

آمین بجاہ ظہ و یلس

والسلام

حَرَرَهُ

محمد ہاشم علی نظامی

05/10/18

فہرست عنوانات

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
1	انتساب	3	19	میزان کے لیے فاء، عین اور لام کا انتخاب کیوں؟	32
2	علم صرف و نحو کے واضح و موجد	4	20	بصریوں کے دلائل ثلاثہ اور اقسام اشتقاق	32
3	تذکرہ شارح مراہ الارواح	11	21	اشتقاق کی تعریف و تقسیم	34
4	پیش لفظ	14	22	کوفیوں کے دلائل اور ان کا رد	35
5	رائے گرامی حضرت علامہ ہاشم علی نظامی صاحب	17	23	تاکید کی اقسام	36
6	مراہ الارواح کا معنی اور وجہ تسمیہ	23	24	مصنف علیہ الرحمۃ کا ماہو المختار مذہب	37
7	تسمیہ سے ابتدا کیوں؟	23	25	عجاز عقلی اور اس کی امثلہ	37
8	کبھی موصوف اور کبھی صفت محذوف ہوتی ہے	24	26	ثلاثی مجرد اور غیر ثلاثی مجرد کے مصادر کا بیان	38
9	ذکر الہی کے بعد والدین کے لئے دعا کیوں؟	25	27	ثلاثی مجرد کے مصادر کے اوزان	39
10	علم صرف! علوم کی ماں اور علم نحو! علوم کا باپ ہے	26	28	ثلاثی مجرد سے اوزان مبالغہ	40
11	اعْلَمُ کا استعمال تین چیزوں کے لئے:	26	29	ابواب کا بیان	41
12	علم صرف کہا ہے علم تشریف کیوں نہیں کہا؟	27	30	نقشہ ابواب	43
13	درایت اور روایت سے مراد	27	31	ام الابواب کتنے اور کونسے؟	45
14	ہفت اقسام کا بیان	29	32	تداخل حقیقی و تقدیری	46
15	ہفت اقسام کی وجہ حصر	29	33	الحاق کا مدار	48
16	ہفت اقسام کی مذکورہ ترتیب کیوں؟	30	34	فعل ماضی کا بیان	49
17	صحیح کا بیان	31	35	ماضی مبنی کیوں ہوتی ہے؟	50
18	صحیح کی تعریف	31	36	ماضی معرب کیوں نہیں؟	51

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
37	واو عطف اور واو جمع میں فرق	52	58	يَضْرِبَنَّ کا نون علامت تانیث ہے	83
38	ضَرْبَتْ میں تاء صرف علامت تانیث ہے	54	59	تَضْرِبَنَّ میں یاء ضمیر فاعل ہے	83
39	ثنیۃ مخاطب کے دو صیغوں کو ایک جیسا کیوں رکھا؟	57	60	فعل امر اور نہی کا بیان	84
40	ضَرْبْتُمْ میں میم کو زائد کیوں کیا گیا؟	60	61	حروف زوائد	86
41	ضَرْبَتْ میں تاء کا اضافہ کیوں کیا گیا ہے؟	61	62	الف تعریف کا فتح کیوں؟	90
42	مضمرات کا بیان	62	63	مضارع معرب کیوں ہے؟	92
43	ضمار کی تعداد اور اقسام	63	64	فعل نہی! فعل امر کی طرح ہے	96
44	اَنْتُمْ میں ”میم“ لانے کی وجہ:	65	65	فعل مجہول کا بیان	96
45	ضمار منصوب متصل کا بیان	67	66	اسم فاعل کا بیان	100
46	ضمار مرفوع متصل کا بیان	68	67	اسم فاعل میں عین کلمہ مکسور کیوں؟	102
47	منصوب اور مجرور ضمیریں مستتر کیوں نہیں؟	71	68	اوزان صفت مشبہ	103
48	علامات مضارع اسماء نہیں	72	69	غیر ثلاثی مجرور سے اسم تفضیل کیوں نہیں آتا؟	103
49	ضاربان کا الف اور ضاربون کی واو ضمیر فاعل کیوں نہیں؟	73	70	دو مشکیزوں والی کا قصہ	106
50	ضمیر مستتر کا وجوب کہاں؟	73	71	مبالغہ کے صیغے	107
51	فعل مضارع کا بیان	73	72	غیر ثلاثی مجرور سے اسم فاعل بنانے کا طریقہ	107
52	فعل مضارع کی وجہ تسمیہ	74	73	اسم مفعول کا بیان	109
53	حروف اتین آخر میں کیوں نہیں؟	75	74	اسم مفعول فعل مضارع سے کیوں مشتق ہوتا ہے؟	110
54	حروف اتین ماضی میں کیوں نہیں؟	76	75	اسم مفعول کا صیغہ مَفْعُولٌ کیسے بن گیا؟	110
55	غائب کے صیغوں کے لئے یاء کا انتخاب کیوں؟	79	76	ثلاثی مجرور کے اسم مفعول میں اس قدر تبدیلی کیوں؟	111
56	علامت مضارع مکسور..... کیوں اور کب؟	80	77	اسم ظرف کا بیان	112
57	فتح خفیف حرکت ہے	82	78	ظرف مکان کی تعریف	113

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار	صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
134	اسطکاع اور اسطکاع میں فرق	100	113	مضارع مفتوح العین سے اسم ظرف کا صیغہ	79
135	مہوز کا بیان	101	114	مضارع مکسور العین سے اسم ظرف کا صیغہ	80
138	مہوز کی تعریف و تقسیم	102	114	مضارع مضموم العین سے اسم ظرف کا صیغہ	81
139	ہمزہ میں تخفیف کی صورتیں	103	115	اسم آلہ کا بیان	82
140	ہمزہ کب حذف کرتے ہیں؟	104	115	اسم آلہ کی تعریف	83
142	اگر دو ہمزے جمع ہوں تو؟	105	116	اسم آلہ کے میم کو کسرہ	84
143	لفظ اللہ کی اصل	106	116	اسم آلہ کے مختلف اوزان	85
148	راء کا ہمزہ کیوں حذف نہیں کیا گیا؟	107	117	مضاف کا بیان	86
148	مروء مئی ہمزہ کو حذف نہ کرنے کی وجہ	108	119	مضاعف کا لغوی و اصطلاحی معنی:	87
150	مہوز الفاء سے آنے والے ابواب	109	120	مضاعف کو صحیح کیوں نہیں کہا جاتا؟	88
151	مہوز العین سے آنے والے ابواب	110	120	مضاعف میں ادغام کی صورت؟	89
151	مہوز اللام سے آنے والے ابواب	111	120	ادغام کسے کہتے ہیں؟	90
151	کیا مضاعف اور مہوز اکٹھے ہو سکتے ہیں؟	112	121	اجتماع حرفین کی اقسام اور احکام	91
151	کیا معتل اور مہوز اکٹھے ہو سکتے ہیں؟	113	126	اسم فاعل اور اسم مفعول میں ادغام کی صورت	92
151	کیا معتل اور مہوز اکٹھے ہو سکتے ہیں؟	114	126	ماضی مجہول اور مضارع مجہول میں ادغام کی کیفیت	93
152	ہمزہ لکھنے کی کیا صورتیں ہیں؟	115	127	حروف مہموسہ	94
153	مثال کا بیان	116	128	حروف مستعلیہ مطبقہ	95
155	مثال کی وجہ تسمیہ	117	131	جب باب افعال کے فاء کلمہ میں طاء آجائے	96
155	مثال کتنے اور کون سے ابواب سے آتا ہے؟	118	132	وہ حروف جو تائے افعال کے بعد واقع ہوں تو ادغام جائز	97
156	کلمہ کے شروع میں واؤ اور یاء واقع ہو تو ان کا حکم	119	133	اسم فاعل میں ادغام کی صورتیں	98
157	مصدر کے آخر میں لائی گئی تاء کا حذف	120	134	تفعّل اور تفاعّل میں ادغام کی صورت	99

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار	صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
190	اسم ظرف کی تعلیل	142	159	اجوف کا بیان	121
190	اسم آلہ کی تعلیل	143	162	اجوف کے نام اور ان کی وجہ تسمیہ	122
193	یاء، ہاء، الف اور عین کو ہمزہ سے بدلنا	144	163	اجوف! تین ابواب سے آتا ہے	123
199	واؤ، لام، نون ساکن اور نون متحرک اور یاء کو میم سے بدلنا	145	163	تعلیل کے سلسلے میں بعض صرفوں کا بیان کردہ جامع قاعدہ	124
200	سین کو ہاء سے بدلنا	146	163	پہلی چار صورتیں	125
201	حاتم طائی کا گرفتار ہو کر رہا ہونا	147	164	یائی مصادر کی اتباع	126
202	لفیف کا بیان	148	166	حَوَائِی میں تعلیل کیوں نہیں ہوئی؟	127
204	لفیف کی تعریف و تقسیم اور وجہ تسمیہ	149	167	دوسری چار صورتیں	128
205	اسم فاعل ”وَاقِی“ کی تعلیل	150	170	تیسری چار صورتیں	129
205	اسم مفعول مَوْقِی کی تعلیل	151	170	چوتھی تین صورتیں	130
206	اسم آلہ مِیقِی کی تعلیل	152	173	طُلُنْ اور قُلْنْ کے ابواب کی معرفت	131
206	امر حاضر معروف ”اِطُو“ کی تعلیل	153	177	قَائِلْ اسم فاعل کی تعلیل	132
206	ناقص اور لفیف میں نون تاکید کے احکام	154	178	مَقُولُ اسم مفعول کی تعلیل	133
208	تمت بالخیر	155	179	اسم ظرف مَقَالْ کی تعلیل	134
	☆☆☆☆☆		179	مَبْنِعُ اسم مفعول اور اسم ظرف میں فرق	135
	☆☆☆☆☆		179	فرق تقدیری معتبر ہے	136
	☆☆☆☆☆		181	ناقص کا بیان	137
	☆☆☆☆☆		183	ناقص کی وجہ تسمیہ	138
	☆☆☆		183	ناقص کن کن ابواب سے آتا ہے؟	139
	☆☆		188	اسم فاعل دَام کی تعلیل	140
	☆		189	اسم مفعول مَرْمِی کی تعلیل:	141

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(عبارت): بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قَالَ الْمُفْتَقِرُ اِلَى اللّٰهِ الْوُدُوْدِ اَحْمَدُ بْنُ

عَلِیِّ بْنِ مَسْعُوْدٍ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَلَوْ اِلَدِیْهِ وَاَحْسَنَ اِلَیْهِمَا وَ اِلَیْهِ

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ بندہ فقیر احمد بن علی بن

مسعود نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست کی جو بے پناہ محبت کرنے والا ہے..... اللہ اس کی اور اس کے والدین

کی بخشش فرمائے..... ان دونوں کا اور اس کا معاملہ بہتر فرمائے۔

تشریح:

مصنف علیہ الرحمۃ نے اس مقام پر قال کہا ہے..... جو کہ ماضی مذکر غائب کا صیغہ ہے..... مضارع اور متکلم کا صیغہ استعمال نہیں کیا..... کیونکہ ماضی تحقق پر دلالت کرتی ہے..... اور غائب کے صیغہ میں عجز ہے..... اور متکلم کے صیغہ میں تکبر کا ثابہ ہے۔

مراح الارواح کا معنی اور وجہ تسمیہ:

اس کتاب کا نام ”مراح الارواح“ ہے..... اور مراح الارواح مرکب اضافی ہے..... جس میں سے مراح دُوح (راکے فتح کے ساتھ) سے ماخوذ ہے..... جس کا معنی ہے آسائش، نرم ہوا، پسندیدہ ہوا..... اور ارواح دُوح (راکے ضمہ کے ساتھ) کی جمع ہے..... پس معنی ہوا ”روحوں کے خوش ہونے کا مقام“ اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ کتاب بھی صرفی طلباء کے لئے باعث راحت اور باعث تسکین قلب ہوتی ہے..... کیونکہ جب وہ میزان و منشعب اور صرف بہائی وغیرہ کی اصطلاحات یاد کرتے ہیں تو ان کے ذہنوں میں متعدد سوالات جنم لیتے ہیں..... جن کے جوابات انہیں ”مراح الارواح“ سے ہی حاصل ہوتے ہیں..... پس اس لئے اس کتاب کو ”مراح الارواح“ کہتے ہیں۔

تسمیہ سے ابتدا کیوں؟

اعتراف: مراح الارواح! علم صرف کی کتاب ہے۔ لہذا مصنف علیہ الرحمۃ کو چاہیے تھا کہ کتاب کے شروع

میں کوئی مسئلہ صرفی ذکر کرتے تاکہ کتاب کے مضمون کی طرف آگاہی ہو جاتی جبکہ مصنف علیہ الرحمۃ نے شروع میں تسمیہ کا ذکر کر

دیا ہے۔ یہ کیوں؟

﴿جواب﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے تسمیہ سے اپنی کتاب کا آغاز قرآن پاک کی اتباع اور حدیث رسول ﷺ کی اقتداء کرنے کے لیے کیا ہے۔ کیونکہ قرآن پاک کا آغاز بھی تسمیہ سے ہے اور حدیث پاک میں بھی ہر ذیشان کام کی ابتداء میں تسمیہ کے ساتھ کرنے پر زور دیا گیا ہے..... چنانچہ آقائے دو جہاں ﷺ فرمایا کُلُّ أَمْرٍ ذِي بَالٍ لَمْ يَبْدَأْ بِبِسْمِ اللَّهِ فَهُوَ أَقْطَعُ کہ ہر وہ ذیشان کام جس کی ابتداء بسم اللہ سے اگر نہ ہو تو وہ نامکمل اور ادھورار رہتا ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ نے کہا کہ مصنف علیہ الرحمۃ نے حدیث رسول ﷺ کی اقتداء کی ہے حالانکہ حدیثیں تو دو ہیں (۱) ابتداء بالتسمیہ والی حدیث (۲) ابتداء بالتحمید والی حدیث۔ (ایک حدیث میں حکم ہے کہ ہر اچھے کام کا آغاز تسمیہ سے کر و، اور دوسری میں یہ ہے کہ ہر اچھے کام کا آغاز تحمید سے کرو) جبکہ مصنف علیہ الرحمۃ نے اپنی تصنیف کا آغاز تسمیہ سے تو کیا ہے لیکن تحمید سے نہیں کیا ہے لہذا یہ مخالفت ہے موافقت تو نہیں ہے۔

﴿جواب﴾: دونوں احادیث سے مقصود و مطلوب ”اللہ کے ذکر کے ساتھ شروع کرنا ہے“ اور وہ مقصود یہاں تسمیہ کے ذکر سے پایا جا رہا ہے..... لہذا کوئی اعتراض نہیں۔
کبھی موصوف اور کبھی صفت محذوف ہوتی ہے:

قَالَ الْمُفْتَقِرُ الْخ: اس مقام پر الْمُفْتَقِرُ سے پہلے الْعَبْدُ موصوف محذوف ہے..... اور فصاحت و بلاغت میں ایسا ہوتا رہتا ہے کہ کہیں موصوف محذوف ہوتا ہے اور صفت کو اس کی جگہ پر چھوڑا جاتا ہے تاکہ وہ موصوف کے محذوف ہونے پر دلالت کرے جیسا کہ مذکورہ مقام..... اور کہیں موصوف مذکور ہوتا ہے لیکن اس کی صفت کو محذوف کر دیا جاتا ہے اور موصوف کا ذکر اس صفت کی حذفیت پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے سَفِينَةٌ غَضَبًا جو کہ اصل میں سَفِينَةٌ صَحِيحَةٌ غَضَبًا ہے۔

اللہ: لفظ اللہ ذات باری تعالیٰ کا ذاتی نام ہے..... جس کا معنی ہے وہ ذات جس کا وجود ذاتی و ضروری ہو اور وہ تمام صفات کمالیہ کی جامع ہو۔

الْوَدُودُ: یہ اللہ کی صفت ہے..... یہ وُد (واو پر تینوں حرکتیں آسکتی ہیں) سے ماخوذ ہے..... اور وُد کا معنی ہے محبت کرنا..... الْوَدُودُ مبالغہ کا صیغہ ہے..... یہ بمعنی فاعل بھی ہے یعنی وَاوُذ کے معنی میں بھی ہے اور بمعنی مفعول بھی ہے یعنی مَوْدُودُ کے معنی میں بھی ہے..... پہلی صورت میں معنی یہ ہوگا اللہ اپنے بندوں سے بہت محبت کرنے والا ہے چنانچہ سیدنا داؤد علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ میرے بندے داؤد! اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ان کا رب ان سے کس قدر محبت کرتا ہے تو لوگ اپنے گھربار چھوڑ کر جنگلوں میں چلے جائیں..... اور دوسری صورت میں معنی ہوگا کہ اللہ سے اللہ کے بندے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے مقام دعا میں اللہ کی صفت الودود کیوں ذکر کی؟

﴿جواب﴾: 1: چونکہ ودود کا معنی ہے محبت یا دوست اور حقیقی محبت یا حقیقی دوست اپنے محبوب یا دوست کی غلطی

معاف کر دیا کرتا ہے گویا اس مقام پر الودود کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ کو اس کی شان و درودی کا واسطہ دیا جا رہا ہے۔

2: کسی کی توجہ خاص حاصل کرنے کے لئے یا کسی سے کوئی خاص شے حاصل کرنے کے لئے اسے ہمیشہ اچھے الفاظ

سے پکارا جاتا ہے تاکہ وہ از رہ محبت و شفقت وہ مطلوبہ چیز عطا فرمادے۔

غَفَرَ اللَّهُ لَهُ وَلَوْ أَلَدَيْهِ: غَفَرَ مَغْفِرَةً سے فعل ماضی کا صیغہ ہے اس مقام پر ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے

کیونکہ مقام دعائیں ماضی بمعنی مستقبل استعمال ہوتی ہے اور مستقبل کی جگہ ماضی کو نیک شگونی کے لئے استعمال کرتے ہیں

اور وہ نیک شگونی یہ ہے کہ ”یہ دعا قبول ہو چکی ہے“۔

ذکر الہی کے بعد والدین کے لئے دعا کیوں؟

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے اللہ کا ذکر کر لینے کے بعد اپنے والدین کے لئے دعا کیوں مانگی؟

﴿جواب﴾: قرآن مجید کی اس آیت کریمہ یعنی وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا پر

عمل کرنے کے لئے کہ اس آیت میں اللہ کی اطاعت اور عبادت کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے جب لفظ غَفَرَ سے دعا کی تو پہلے اپنا ذکر کیا اور بعد میں والدین کا ذکر کیا

..... لیکن جب لفظ أَحْسَنَ سے دعا کی تو پھر پہلے اپنے والدین کا ذکر اور بعد میں پنا ذکر کیا ایسا کیوں؟

﴿جواب﴾: مذکورہ ترتیب کی مختلف وجوہ ہیں جن میں سے چند پیش خدمت ہیں۔

1: اس ترتیب کا اہتمام اس لئے کیا کہ اس صورت میں رعایتِ جمع ہو جاتی ہے یعنی آخر میں وَالِدَيْهِ اور إِلَيْهِ کا قیام مل جا

تا ہے جبکہ برعکس کرنے کی صورت میں ایسا نہ ہو سکتا۔

2: مغفرت! معاملہ بھگ ہے اور احسان معاملہ یقین ہے کیونکہ وہ مغفرت ہر کسی کی نہیں فرماتا لیکن احسان ہر ایک

پر فرمادیتا ہے پس اسی لئے مصنف علیہ الرحمۃ نے جو دعا محل شک میں تھی اسے پہلے اپنے لئے ذکر کیا اور جو دعا محل

یقین میں تھی اسے پہلے اپنے والدین کے لئے ذکر کیا

3: مصنف علیہ الرحمۃ نے مَغْفِرَةً کی دعائیں پہلے اپنا ذکر اس لئے کیا تاکہ وہ پہلے گناہوں کی مغفرت کی وجہ سے مستجاب

الدعوات ہو جائیں اور بعد میں جو بھی دعا کریں وہ قبول ہو۔

4: ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی متابعت کی وجہ سے ایسا کیا کہ انہوں نے دعا فرمائی رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ یعنی

ابراہیم علیہ السلام نے پہلے اپنی مغفرت کی دعا کی اور بعد میں والدین کی مغفرت کی بات کی۔ اور آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی

اسی ترتیب سے دعا کہ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

علم صرف! علوم کی ماں اور علم نحو! علوم کا باپ ہے

﴿عبارت﴾: اَعْلَمُ أَنَّ عِلْمَ الصَّرْفِ أُمُّ الْعُلُومِ وَالنَّحْوِ أَبُوهَا وَيَقْوَى فِي الدَّرَايَاتِ دَارُوهَا وَيَطْفِئُ فِي الرُّوَايَاتِ عَارُوهَا فَجَمَعْتُ فِيهِ كِتَابًا مَوْسُومًا بِمَرَاكِحِ الْأَرْوَاحِ وَهُوَ لِلصَّبِيِّ جَنَاحُ النَّجَاحِ وَرَاحُ رَحْرَاحٍ وَفِي مَعْدَتِهِ حِينَ رَاحٍ مِثْلُ تَفَاحٍ أَوْ رَاحٍ وَبِاللَّهِ اَعْتَصِمُ عَمَّا يَصِمُ وَبِهِ اَسْتَعِينُ وَهُوَ نَعَمُ الْمَوْلَى وَنَعَمُ الْمُعِينُ۔

﴿ترجمہ﴾: جان لیجئے! علم صرف علوم کی ماں اور علم نحو علوم کا باپ ہے اور ان دونوں علوم کو جاننے والے جان پہچان اور سوچ بوجھ میں قوی استعداد والے بن جاتے ہیں..... جبکہ ان علوم سے عار محسوس کرنے والے یعنی اس کو نہ جاننے والے! روایات میں غلو کرنے والے ہوتے ہیں..... پس میں نے اس کتاب میں جس کا نام مراح الارواح رکھا گیا ہے ان چیزوں کو جمع کر دیا ہے اور وہ پھوٹے بچے کے لئے کامیابی کا بازو ہے اور (منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے) وسیع و عریض اور آرام دہ راستہ ہے اور بچے کے معدہ میں جب قرار پکڑے گی تو راحت اور سکون پہنچانے میں سبب اور شراب کی طرح ہوگی، اور میں اللہ تعالیٰ کا ہی دامن پکڑتا ہوں اس چیز سے جو عیب دار کرنے والی ہو اور میں اسی سے ہی مدد کا طالب ہوں اور وہ انتہائی اچھا دوست اور مددگار ہے۔

﴿تشریح﴾:

اَعْلَمُ أَنَّ الصَّرْفَ أُمُّ النِّحْ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ہر سننے اور پڑھنے والے متوجہ اور مخاطب کرنا ہے۔

☆ یاد رہے اَعْلَمُ کا استعمال تین چیزوں میں سے کسی چیز کے لئے ہوتا ہے۔

اَعْلَمُ کا استعمال تین چیزوں کے لئے:

1: کسی سوال مقدر کا جواب دینے کے لئے۔

2: کسی مقام پر سوال کرنے کے لئے۔

3: کسی ذیشان امر پر تنبیہ کرنے کے لئے یہاں یہ تیسری صورت ہے، یعنی کہ مخاطبین کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ یہ علم کتنا اہم ہے..... اور عقلمند متکلم ہوتا ہی وہی ہے جو کلام کرنے سے پہلے اپنے مخاطبین کو خواب غفلت سے بیدار کر لے..... تاکہ اس کا

کلام ضائع نہ ہو۔

علم صرف کہا ہے علم تصریف کیوں نہیں کہا؟

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے اسی مقام پر اس علم کو ”علم صرف“ کہا ہے..... علم تصریف نہیں کہا.....

حالانکہ جس طرح اس علم کو علم صرف کہا جاتا ہے اسی طرح اس علم کو علم تصریف بھی کہا جاتا ہے۔

﴿جواب﴾: 1: ”صرف“ ثلاثی مجرد ہے اور ”تصریف“ ثلاثی مزید فیہ ہے..... اور ثلاثی مجرد! ثلاثی مزید فیہ کی

بنسبت اصل ہے..... پس اسی لئے علم صرف کہا ہے علم تصریف نہیں کہا.....

﴿جواب﴾: 2: اور دوسری بات یہ ہے کہ اس مقام پر لفظ نحو کا بھی ذکر ہوا ہے تو اس کا مناسب اور ہم وزن کلمہ ”

صرف“ ہے..... تصریف نہیں ہے۔ پس اسی لئے علم صرف کہا ہے علم تصریف نہیں کہا ہے۔

﴿اعتراض﴾: مصنف علیہ الرحمۃ کا علم صرف کو علوم کی ماں قرار دینا اور علم نحو کو علوم کا باپ قرار دینا درست نہیں

..... کیونکہ ماں اور باپ ذی روح ہوتے ہیں جبکہ ”علم صرف“ اور ”علم نحو“ غیر ذی روح ہیں۔

﴿جواب﴾: یاد رکھ لیں جب کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے تو وہ تشبیہ من کل الوجوہ نہیں ہوا کرتی

یعنی تمام وجوہ سے نہیں ہوا کرتی بلکہ کسی ایک وصف یا صفت کی وجہ سے ہوتی ہے جیسے کہا جاتا ہے زید شیر کی طرح ہے..... تو کیا

اس کا یہ مطلب ہے کہ جیسے شیر کی دُم ہے ویسے زید کی بھی دُم ہے؟..... جیسے شیر غیر ذوالعقول ہے ویسے زید بھی غیر ذوالعقول

ہے..... نہیں! بالکل نہیں..... بلکہ صرف ایک وصف یعنی بہادری میں تشبیہ ہے کہ جیسے شیر بہادر ہے ویسے ہی زید بھی بہادر ہے

۔ اسی طرح یہاں بھی ایک وصف یعنی ”احتیاج تربیت“ میں تشبیہ ہے..... کہ جس طرح اولاد اپنی تربیت کے لئے ماں اور باپ

کی محتاج ہوتی ہے اسی طرح طالب علم! بھی علوم کی تحصیل میں علم صرف اور علم نحو کا محتاج ہوتا ہے..... اور تربیت میں ابتداء

محتاجی ماں کی طرف ہوتی ہے بعد میں باپ کی طرف ہوتی ہے..... اور علوم میں ابتداء محتاجی علم صرف کی طرف ہوتی ہے اور بعد

میں علم نحو کی طرف ہوتی ہے..... پس اسی لئے علم صرف کو ماں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور علم نحو کو باپ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے

درایت اور روایت سے مراد:

الدَّرَایَاتِ الرَّوَايَاتِ: درایات سے مراد امور معقولہ یعنی علل و مناسبات کا ادراک..... اور روایات سے

مراد مسائل نقلیہ کا ادراک۔

دَارُوهَا..... دَارُوْاَصْل میں دَارِیُوْنَ صیغہ جمع مذکر اسم فاعل ناقص یائی از باب ضَرَبَ یَضْرِبُ ہے..... تو پھر ناقص کے

اس قانون کے تحت کہ ”یا کسرہ کے بعد ہوا اور اس کے بعد واؤ ہو تو اس یاء کے ماقبل کو ساکن کر کے یاء کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو

دے دیتے ہیں..... تو پھر ایسی صورت میں یاء ساکن غیر مدغم ضمہ کے بعد واؤ ہو جاتی ہے پس دَارُوْوُنْ ہو گیا..... پس اجتماع

ساکین کی وجہ سے پہلی واؤ کو گمراہ یا تو ڈاروُن ہو گیا پھر اس کی اضافت ہوئی کھامیر کی طرف، تو لون جمع مذکر گر گیا۔
 يَطْفِي : طفيان (طاء کے ضمہ کے ساتھ) سے ہے بمعنی حد سے گزرنا، گمراہ ہونا یہ فتح اور مع دونوں ابواب سے آتا ہے۔
 مَرَا حُ الْاَرْوَا ح : مراح الاروح مرکب اضافی ہے..... جس میں سے مراح رَوْح (را کے فتح کے ساتھ) سے ماخوذ ہے
 جس کا معنی ہے آسائش، نرم ہوا، پسندیدہ ہوا..... اور ارواح رَوْح (را کے ضمہ کے ساتھ) کی جمع ہے..... پس معنی ہوا”
 روحوں کے خوش ہونے کا مقام“ اور جگہ۔

وَهُوَ لِلصَّبِيِّ جَنَاحُ النَّجَاح : یہ کتاب بچے کے لئے کامیابی کا بازو ہے..... جناح پرندے کے پروں کو کہا جاتا ہے..... اور نجاج کا معنی کامیابی ہے..... یہاں بھی تشبیہ کی زبان میں بات ہے کہ جس طرح پرندہ اڑنے کے لئے پروں کا محتاج ہوتا ہے..... اسی طرح مبتدی علم صرف میں کامیابی کے لئے اس کتاب کا محتاج ہوگا۔
 وَرَاحٌ رَحْوَا ح : اور یہ کتاب مبتدی کے لئے کشادہ راستہ ہے..... رَاح بمعنی راستہ..... اور رَحْوَا ح (را کے فتح کے ساتھ) بمعنی کشادہ..... یعنی جس طرح کشادہ راستہ چلنے والے کو منزل مقصود تک پہنچاتا ہے..... اسی طرح یہ کتاب بھی مبتدی کو مقاصد تک پہنچائے گی۔

وَفِي مَعْدِنِهِ حَيْنَ رَاح : اور بچے کے معدے میں جب قرار پکڑے تو سیب اور شراب کی طرح ہے..... رَاح! فعل ماضی کا صیغہ ہے بمعنی قرار پکڑے..... تَفَاح بمعنی سیب..... رَاح بمعنی شراب..... یعنی جس طرح سیب اور شراب انسان کے بدن کو تقویت دیتے ہیں اسی طرح اس کتاب کے مسائل بھی مبتدی کو علم کے حصول میں تقویت دینگے۔

☆ یاد رہے یہاں رَاح کا معنی مطلقاً شراب کی بجائے ”نبیذ تمر“ لینا زیادہ مناسب ہے کیونکہ نبیذ تمر جب نشہ آور نہ ہو تو اسے پینا جائز ہے۔

وَبِاللّٰهِ اَعْتَصِمُ عَمَّا يَصِمُ : یہاں ظرف کو مقدم کیا گیا ہے حصر کے لئے کیونکہ قاعدہ ہے تَقْدِيمُ مَا حَقَّقَهُ التَّأْخِيرُ يُفِيدُ الْحَصْرَ وَالْاِخْتِصَاصَ کہ جس کا مقام مؤخر ہوا سے مقدم کر دینے سے حصر اور اختصاص کا فائدہ حاصل ہوتا ہے..... پس معنی ہوا کہ میں اللہ سے ہی پناہ پکڑتا ہوں..... يَصِمُ اَوْصَمُ سے مشتق ہے جو ضَرَبَ يَضْرِبُ سے ہے بمعنی عیب ناک کرنا..... مُعِين اِعْمَالُهُ سے بنا ہے بمعنی مددگار۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

ہفت اقسام کا بیان

﴿عبارت﴾: اَعْلَمَ اَسْعَدَكَ اللهُ تَعَالَى اَنَّ الصَّرَافَ يَحْتَاجُ فِي مَعْرِفَةِ الْاَوْزَانِ اِلَى سَبْعَةِ ابْوَابٍ الصَّحِيحِ وَالْمُضَاعَفِ وَالْمَهْمُوزِ وَالْمِثَالِ وَالْاُجُوفِ وَالنَّاقِصِ وَاللَّفِيفِ وَاشْتِقَاقُ تِسْعَةِ اَشْيَاءٍ مِنْ كُلِّ مَصْدَرٍ وَهِيَ الْمَاضِي وَالْمُضَارِعُ وَالْأَمْرُ وَالنَّهْيُ وَاسْمِي الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُولِ وَالْمَكَانِ وَالزَّمَانِ وَالْآلِيَّةُ فَكَسَرَتْهُ عَلَى سَبْعَةِ ابْوَابٍ

﴿ترجمہ﴾: جان لیجئے! اللہ تعالیٰ تجھے نیک بخت بنائے کہ علم صرف میں مہارت حاصل کرنے والا اوزان کی پہچان کرنے کے معاملے میں سات ابواب یعنی صحیح، مضاعف، مہموز، مثال، اجوف، ناقص، لفیف، اور ہر مصدر سے نو چیزوں کے اشتقاق کی طرف محتاج ہوتا ہے اور وہ نو چیزیں یہ ہیں ماضی، مضارع، امر، نہی اسم فاعل، اسم مفعول، ظرف مکان، ظرف زمان اور اسم آلہ، پس میں نے علم صرف کو سات اقسام کی طرف تقسیم کیا ہے۔

﴿تشریح﴾:

مصنف علیہ الرحمۃ مخاطبین کے ذہن کو حاضر کرنے کے لئے اور مابعدیات کو توجہ سے سننے کی ترغیب دینے کے لئے دوبارہ پھر لفظ اَعْلَمَ لائے ہیں.....

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے اس مقام پر صَرَّاف یعنی اسم مبالغہ کا صیغہ استعمال کیا ہے صرفی کہہ لیتے؟

﴿جواب﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے یہاں صرفی کو صراف کے صیغے سے اس لئے تعبیر کیا ہے تاکہ اس امر پر تنبیہ

ہو سکے کہ اگر صرف کا بہت زیادہ ماہر ہی کیوں نہ ہو اس کے باوجود بھی وہ سات ابواب اور ہر مصدر سے اشتقاق کے اوزان کی پہچان کا محتاج ہوتا ہے۔

ہفت اقسام کی وجہ حصر:

﴿سَبْعَةُ ابْوَابٍ﴾: سات اقسام کے اوزان کی پہچان ایک وجہ حصر میں منحصر ہے جو کہ یہ ہے۔

ہر کلمہ دو حال سے خالی نہیں کہ اس کے حروفِ اصلیہ کے مقابلے میں کوئی حرف، علت ہوگا یا نہیں ہوگا..... اگر کوئی حرف علت ہو تو پھر وہ حال سے خالی نہیں کہ وہ حرف علت ایک ہوگا یا دو ہونگے..... پس اگر حرف علت ایک ہو تو اس کی تین

صورتیں ہیں یا تو وہ فاء کلمہ کے مقابلے میں ہوگا..... یا عین کلمہ کے مقابلے میں ہوگا..... یا لام کلمہ کے مقابلے میں ہوگا..... اگر وہ فاء کلمہ کے مقابلے میں ہو تو وہ مثال ہے..... اور اگر وہ عین کلمہ کے مقابلے میں ہو تو اجوف ہے..... اور اگر وہ لام کلمہ کے مقابلے میں ہو تو وہ ناقص ہے..... اور اگر دو حروف علت ہوں تو پھر وہ دو حال سے خالی نہیں..... ان دو حرفوں کے درمیان کوئی حرف صحیح متخلل یعنی داخل ہوگا یا نہیں..... اگر کوئی حرف صحیح متخلل ہو تو وہ لفیف مفروق ہے اور اگر کوئی حرف صحیح متخلل نہ ہو تو پھر وہ لفیف مقرون ہے۔ اور اگر اس کلمہ میں کوئی حرف علت ہی نہ ہو تو پھر وہ دو حال سے خالی نہیں کیونکہ اس میں موجود کوئی سا ایک حرف! حرف علت کے حکم میں ہوگا یا نہیں..... پس اگر کوئی بھی حرف حرف علت کے حکم نہ ہو تو وہ صحیح ہے..... اور اگر کوئی حرف! حرف علت کے حکم میں ہو تو پھر وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ دو حرف ایک جنس کے ہونگے..... یا ہمزہ ہوگا..... اگر کلمہ میں دو حرف ایک جنس کے ہوں تو وہ مضاعف ہے..... اور اگر کلمہ میں ہمزہ ہو تو وہ مہوز ہے۔

ہفت اقسام کی مذکورہ ترتیب کیوں؟

﴿سوال﴾ مصنف علیہ الرحمۃ نے اقسام سبعہ (صحیح، مثال، اجوف وغیرہ) کو مذکورہ ترتیب پر کیوں بیان کیا؟
 ﴿جواب﴾ صحیح میں چونکہ کوئی تغیر نہیں ہوتا اور وہ ہمیشہ اپنی اصل پر برقرار رہتا ہے اس لئے اسے مقدم کر دیا..... اور مثال کو اجوف پر مقدم کیا ہے اس لئے کہ مثال میں حرف علت اجوف کے حرف علت کی نسبت مقدم ہوتا ہے..... اور اجوف کو ناقص پر مقدم کیا ہے اس لئے کہ اجوف کا حرف علت ناقص کے حرف علت کی نسبت مقدم ہوتا ہے..... اور لفیف میں لفیف مفروق کو مقدم اس لئے کیا ہے کہ اس میں ایک حرف علت پہلے ہے اور لفیف مقرون مؤخر اس لئے کیا ہے کہ اس میں دو حرف علت آخر میں ہیں۔

﴿سوال﴾ اشتقاق تسعہ کا جاننا صرفی کے لئے کیوں ضروری ہے؟

﴿جواب﴾ اشتقاق تسعہ کا جاننا ہر صرفی مبتدی کے لئے ضروری ہے..... کیونکہ جو مذکورہ نو چیزوں کے مصدر سے اشتقاق کے بعد اوزان کو نہیں پہچانتا تو اسے بھی علم صرف میں مہارت تامہ نہیں ہوتی..... کیونکہ جو شخص الضرب مصدر سے ضارب کا اشتقاق نہیں پہچانتا تو وہ یہ بات کبھی نہیں جان سکتا کہ اس میں موجود الف زائد ہے یا نہیں..... اور یہ بات بھی نہیں پہچان سکے گا کہ اس کا وزن فاعل ہے یا فاعل ہے..... اسی طرح جو شخص یہ نہیں جانتا کہ مضروباً! الضرب سے کس طرح مشتق ہے تو وہ یہ بات کبھی نہیں جان سکے گا کہ میم اور واؤ دونوں اصلہ ہیں یا زائدہ ہیں اور یہ بھی نہیں جان سکے گا کہ اس کا وزن فعلول ہے یا مفعول ہے الیٰ ہذا القیاس۔ مزید تفصیل آگے مذکور ہوگی۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

پہلا باب:

صحیح کا بیان

﴿عبارت﴾: الْبَابُ الْأَوَّلُ فِي الصَّحِيحِ الصَّحِيحُ هُوَ الَّذِي لَيْسَ فِي مُقَابَلَةِ الْفَاءِ وَالْعَيْنِ وَاللَّامِ حَرْفٌ عِلَّةٌ وَتَضْعِيفٌ وَهَمْزَةٌ نَحْوُ الضَّرْبِ فَإِنْ قِيلَ لِمَ اخْتُصَّ الْفَاءُ وَالْعَيْنُ وَاللَّامُ لِلْوِزْنِ قُلْنَا حَتَّى يَكُونَ فِيهِ مِنْ حُرُوفِ الشَّفَةِ وَالْوَسْطِ وَالْحَلْقِ شَيْءٌ فَقُلْنَا الضَّرْبُ مَصْدَرٌ يَتَوَلَّدُ مِنْهُ الْأَشْيَاءُ الثَّلَاثَةُ وَهُوَ أَصْلٌ فِي الْإِشْتِقَاقِ عِنْدَ الْبَصَرِيِّينَ

﴿ترجمہ﴾: پہلا باب صحیح کے بیان میں..... صحیح وہ لفظ ہے جس کے فاء، عین اور لام کلمہ کے مقابلے میں کوئی حرف علت، تضعیف (دو حرف ہم جنس) اور ہمزہ نہ ہو جیسے الضرب مارنا..... پس اگر کہا جائے کہ فاء، عین اور لام کو وزن کے لئے مختص کیوں کیا گیا؟ تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے تاکہ اس وزن میں حروف شفوی، وسطی اور حلقی میں سے ہر ایک سے کچھ نہ کچھ شامل ہو جائے..... پس ہم کہتے ہیں کہ الضرب ایسا مصدر ہے کہ جس سے نو چیزیں جنم لیتی ہیں اور بھریوں کے نزدیک اشتقاق میں مصدر ہی اصل ہے۔

﴿تشریح﴾:

الْبَابُ الْأَوَّلُ فِي الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ہفت اقسام میں سے پہلی قسم ”صحیح“ کی اصطلاحی تعریف کر کے اس کی مثال پیش کرنی ہے۔

صحیح کی تعریف:

صرفیوں کی اصطلاح میں صحیح وہ لفظ ہے خواہ اسم ہو یا فعل ہو..... اس کے فاء، عین اور لام کلمہ کے مقابلے میں حرف علت، دو حرف ہم جنس اور ہمزہ نہ ہو۔ جیسے الضرب یہ اسم کی مثال ہے اور فعل کی مثال جیسے ضرب، يضرب۔
وَتَضْعِيفٌ: تَضْعِيفٌ کا عطف حَرْفٌ پر ہے اس لئے وہ مرفوع ہے..... عِلَّةٌ پر نہیں ہے کیونکہ تضعیف ایک حرف نہیں بلکہ دو حرف ایک جنس کے ہیں..... البتہ ہمزہ میں دونوں احتمال پائے جاسکتے ہیں کہ خواہ عطف حَرْفٌ پر ہو یا عِلَّةٌ پر ہو۔
﴿اعتراض﴾: تعریف صحیح میں حرف علت کے نہ ہونے کی بات تو درست ہے لیکن ہمزہ اور دو حرف ایک جنس کے نہ ہونے بات درست نہیں..... یہ کیوں کی گئی ہے۔

﴿جواب﴾: ہمزہ اور دو حرف ہم جنس نہ ہونے کا ذکر تعریف صحیح میں اس لئے کیا ہے کہ ان پر بعض احکام حرف علت کے جاری ہوتے ہیں مثلاً حذف ہونا، دوسرے حرف سے تبدیل کرنا۔ جن کا ذکر آگے کیا جائے گا۔

☆ ماقبل صحیح کی تعریف میں..... چونکہ فاء، عین اور لام کا ذکر ہو..... اس سے یہ معلوم ہوا..... کہ یہ حروف میزان کے لئے مختص کئے گئے ہیں۔

میزان کے لیے فاء، عین اور لام کا انتخاب کیوں؟

فَإِنْ قِيلَ لِمَ اخْتُصَّ الْخ: سے غرض مصنف ایک اعتراض کا ذکر کر کے اس کا جواب نقل کرنا ہے۔

﴿اعتراض﴾: وزن کے لئے فاء، عین اور لام کا انتخاب کیوں کیا گیا؟

﴿جواب﴾: قبل از جواب تمہید اُجان لیں کہ حروف کی باعتبار خارج تین قسمیں ہیں۔

(۱) شفوی جو ہونٹوں سے نکلیں۔ (۲) وسطی جو منہ کے درمیان سے نکلیں۔ (۳) حلقی جو حلق سے نکلیں۔

پس فاء کو شفوی سے لیا، اور لام کو وسطی سے لیا اور عین کو حلقی سے لیا تا کہ میزان میں حروف کی تینوں قسمیں پائی جائیں۔

فَقُلْنَا الْضَرْبُ الْخ: ماقبل میں یہ بتا دیا گیا کہ ہے الضَرْبُ مصدر ہے..... اور مصدر سے نو چیزیں مشتق ہوتی ہیں

جن کا ماقبل میں بیان ہوا..... اب یہاں پر بصریوں اور کوفیوں کا اختلاف بیان جاتا ہے..... جسے ہم سوال و جواب کی صورت میں بیان کرتے ہیں۔

﴿سوال﴾: اشتقاق میں مصدر اصل ہے یا فعل اصل ہے؟

﴿جواب﴾: بصریوں کے نزدیک اشتقاق میں مصدر اصل ہے..... اور کوفیوں کے نزدیک فعل اصل ہے۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

بصریوں کے دلائل ثلاثہ اور اقسام اشتقاق

﴿عبارت﴾: لِأَنَّ مَفْهُومَهُ وَاحِدٌ وَمَفْهُومُ الْفِعْلِ مُتَعَدِّدٌ لِذَلِكَ لَا لِتِهِ عَلَى الْحَدِّثِ وَالزَّمَانِ وَالْوَحْدِ قَبْلَ الْمُتَعَدِّدِ وَإِذَا كَانَ أَصْلًا لِلْأَفْعَالِ يَكُونُ أَصْلًا لِمُتَعَلِّقَاتِهَا أَيضًا أَوْ لِأَنَّهُ اسْمٌ وَالْإِسْمُ مُسْتَعْنٍ عَنِ الْفِعْلِ وَيَقَالُ لَهُ مَصْدَرٌ لِأَنَّ هَذِهِ الْأَشْيَاءَ تَصْدُرُ عَنْهُ وَالِاشْتِقَاقُ أَنْ تَجَدَّيْنِ اللَّفْظَيْنِ تَنَاسُبًا فِي اللَّفْظِ وَالْمَعْنَى وَهُوَ عَلَى ثَلَاثَةِ أَنْوَاعٍ صَغِيرٌ وَهُوَ أَنْ يَكُونَ بَيْنَهُمَا تَنَاسُبٌ فِي الْحُرُوفِ وَالتَّرْتِيبِ نَحْوُ ضَرْبٍ مِنَ الضَّرْبِ وَكَبِيرٌ وَهُوَ أَنْ يَكُونَ بَيْنَهُمَا تَنَاسُبٌ فِي اللَّفْظِ دُونَ التَّرْتِيبِ نَحْوُ جَبَدٍ مِنَ الْجَدْبِ وَأكْبَرٌ وَهُوَ أَنْ يَكُونَ بَيْنَهُمَا تَنَاسُبٌ فِي الْمَخْرَجِ دُونَ الْحُرُوفِ وَالتَّرْتِيبِ نَحْوُ نَعَقٍ مِنَ النَّهْقِ وَالْمُرَادُ مِنْ

الِاشْتِقَاقُ الْمَذْكُورُ اشْتِقَاقٌ صَغِيرٌ

﴿ترجمہ﴾: کیونکہ اس کا مفہوم ایک ہی ہے اور فعل کے مفہیم متعدد ہیں اس کے حدوث اور زمان پر دلالت کرنے کی وجہ سے، اور واحد ہمیشہ متعدد سے پہلے ہوتا ہے، اور جب یہ مصدر افعال کے لئے اصل ہوا تو یہ اس کے متعلقات کے لئے بھی اصل ہوگا، اور اسی وجہ سے وہ یقیناً اسم ہے اور اسم ہمیشہ فعل سے مستغنی ہوتا ہے اور اس کو مصدر بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ چیزیں اس سے صادر ہوتی ہیں، اور اشتقاق یہ ہے کہ مشتق اور مشتق منہ کے درمیان لفظ اور معنی میں تناسب پایا جائے اور اشتقاق تین قسم پر ہے، اشتقاق صغیر وہ اشتقاق ہے کہ مشتق اور مشتق منہ کے درمیان حروف اور ترتیب میں تناسب پایا جائے جیسے ضَرْبُ الصَّرْبِ سے مشتق ہے، اشتقاق کبیر یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان صرف لفظ میں تناسب ہو ترتیب میں نہ ہو جیسے جَبَدٌ (کھینچا) الْجَذْبُ (چوس لینا) سے مشتق ہے (ان میں لفظاً تو تناسب ہے لیکن ترتیب میں تناسب نہیں) اور اشتقاق اکبر یہ ہے کہ ان دونوں کے مخرج میں تناسب ہو حروف اور ترتیب میں تناسب نہ ہو جیسے نَعَقَ (چرواہے کا آواز لگانا) الْنَهَقُ (گدھے کی آواز) سے مشتق ہے (ان میں عین اور ہادونوں کے مخرج میں تناسب ہے) یہاں اشتقاق مذکور سے مراد اشتقاق صغیر ہے۔

﴿تشریح﴾:

- 1: لِأَنَّ مَفْهُومَهُ وَاحِدَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ بصریوں کے مذہب پر پہلی دلیل بیان کرنی ہے۔ کہ مصدر اشتقاق میں اصل ہے کیونکہ مصدر کا مفہوم ایک ہے (یعنی اس میں حدث پایا جاتا ہے اور حدث کہتے ہیں کہ جو خود قائم نہ ہو بلکہ غیر کے ساتھ قائم ہو جیسے ضَرْب قائم ہے ضارب کے ساتھ) اور فعل کے مفہوم میں تعدد پایا جاتا ہے (کیونکہ اس میں حدث کا اعتبار بھی ہوتا ہے اور زمان کا اعتبار بھی ہوتا ہے) اور ایک چونکہ متعدد سے پہلے ہوتا ہے اس لئے مصدر بھی فعل سے مقدم ہوگا اور فعل کے لئے اصل ہوگا۔ پس جب مصدر فعل کے لئے اصل ہوگا تو فعل کے تمام متعلقات (اسم فاعل، اسم مفعول، اسم مکان، اسم زمان اور اسم آلہ) کے لئے بھی اصل ہوگا، کیونکہ یہ سب فعل سے مشتق ہوتے ہیں۔
- 2: أَوْلَانَهُ اسْمٌ وَالْإِسْمُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ بصریوں کے مذہب پر دوسری دلیل بیان کرنی ہے۔ کہ مصدر اسم ہے اور اسم فعل سے مستغنی ہوتا ہے، لیکن فعل اسم کا محتاج ہوتا ہے (یعنی فعل میں اسم کے معنی حدثی کا اعتبار ہوتا ہے لیکن اسم میں زمانہ کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا) اور جو محتاج الیہ ہو وہ محتاج کے لئے اصل ہوتا ہے پس مصدر فعل کے لئے اصل ہوا۔

وَيَقَالُ لَهُ مَصْدَرُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ بصریوں کے مذہب پر تیسری دلیل بیان کرنی ہے۔

- 3: کہ مصدر کا معنی ہی اس کے اصل ہونے پر دلیل ہے کیونکہ مصدر نکلنے کی جگہ کو کہتے ہیں اور اس کو مصدر اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے نو چیزیں نکلتی ہیں..... تو جب مصدر کا معنی ہی مشتقات کے نکلنے کی جگہ ہے تو بحیثیت اشتقاق مصدر اصل ہوا۔

اشتقاق کی تعریف و تقسیم:

وَالْإِشْتِقَاقُ أَنْ تَجِدَ بَيْنَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اشتقاق کی تعریف کرتی ہے۔
اشتقاق کا لغوی معنی پھاڑنا اور ٹکانا ہے۔ یعنی کلمہ کو کلمہ سے اور بات کو بات سے ٹکانا۔ اور صرفیوں کی اصطلاح میں اشتقاق کہتے ہیں کہ دو لفظوں میں یعنی مشتق منہ اور مشتق کے درمیان لفظاً اور معنی مناسبت پائی جائے۔
وَهُوَ عَلَى ثَلَاثَةِ أَنْوَاعٍ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اشتقاق کی تقسیم کرتی ہے۔ کہ اشتقاق کی تین قسمیں ہیں۔
(۱) اشتقاق صغیر۔ (۲) اشتقاق کبیر۔ (۳) اشتقاق اکبر۔

اشتقاق صغیر: اشتقاق صغیر یہ ہے کہ مشتق اور مشتق منہ کے درمیان حروف اور ترتیب میں مناسبت پائی جائے۔ جیسے ضَرْبٌ مشتق ہے ضَرْبٌ سے دونوں کے حروف ایک ہی ہیں، اور ترتیب بھی ایک ہی ہے کہ ضاد پہلے، رابعد میں اور باء بالکل آخر میں ہے۔

اشتقاق کبیر: اشتقاق کبیر یہ ہے کہ مشتق اور مشتق منہ کے لفظوں میں مناسبت پائی جائے لیکن ترتیب میں مناسبت نہ پائی جائے۔ جیسے جَبَدٌ مشتق ہے جَذْبٌ سے دونوں کا معنی ایک ہے اور حروف ایک ہیں لیکن حروف کی ترتیب ایک نہیں۔
اشتقاق اکبر: اشتقاق اکبر یہ ہے مشتق اور مشتق منہ کے حروف کے مخارج میں مناسبت ہو لیکن حروف اور ترتیب میں مناسبت نہ ہو جیسے نَعَقٌ نَهَقٌ سے مشتق ہے کہ حروف اور ترتیب میں مناسبت نہیں ہے لیکن مخارج میں مناسبت ہے کہ عین اور باء کا مخرج ایک ہے۔

﴿ضروری بات﴾: معنی ایک ہو لیکن لفظ ایک نہ ہو تو اشتقاق درست نہیں جیسے قَعَدَ اور جَلَسَ..... اسی طرح لفظ ایک ہو لیکن معنی ایک نہ ہو تو پھر بھی اشتقاق درست نہیں جیسے ضَرْبٌ کا معنی مارنا بھی ہے اور ضَرْبٌ بمعنی جانا بھی ہے پس ضرب بمعنی مارنا اس ضرب سے مشتق ہوگا جس کا معنی مارنا ہوگا اور ضرب بمعنی جانا اس ضرب سے مشتق ہوگا جس کا معنی جانا ہوگا۔

﴿اعتراض﴾: اشتقاق کی تعریف اشتقاق اکبر پر صادق نہیں آتی کیونکہ اس کے حروف میں مناسبت نہیں پائی جاتی ﴿جواب﴾: حروف میں مناسبت عام ہے خواہ حروف میں مناسبت ہو یا حروف کے مخارج میں مناسبت ہو۔

وَالْمُرَادُ مِنَ الْإِشْتِقَاقِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ اگرچہ اشتقاق کی تمام اقسام یہاں بیان کر دی گئیں ہیں تا کہ پڑھنے والے کو ان کا علم ہو جائے لیکن معتبر اور مراد قسم صرف ”اشتقاق صغیر“ ہے، بحث میں اسی کو ہی لایا جاتا ہے کیونکہ اس میں معانی کا سمجھنا آسان ہوتا ہے اور کسی قسم کا کوئی تردد نہیں ہوتا۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

کوفیوں کے دلائل اور ان کا رد

﴿عبارت﴾: وَقَالَ الْكُوفِيُّونَ يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ الْفِعْلُ أَصْلًا لِأَنَّ إِعْلَالَ مَذَارِئِ اِلْعَالِ الْمَصْدَرِ وَجُودًا أَوْ عَدَمًا أَوْ جُودًا أَفِي يَعْدُ عِدَّةً وَقَامَ قِيَامًا وَأَمَّا عَدَمًا فَيُيُوجَلُ وَجَلًّا وَقَاوَمَ قَوَامًا وَمَذَارِئُهُ تَدُلُّ عَلَى إِصَالَتِهِ وَإِضَائُو كَدُ الْفِعْلِ بِهِ نَحْوُ ضَرَبْتُ ضَرْبًا وَهُوَ بِمَنْزِلَةِ ضَرَبْتُ ضَرَبْتُ وَالْمَوْكِدُ أَصْلٌ مِنَ الْمَوْكِدِ وَيُقَالُ لَهُ مَصْدَرٌ لِكُونِهِ مَصْدُورًا عَنِ الْفِعْلِ كَمَا قَالُوا مَشْرَبٌ عَذْبٌ وَمَرْكَبٌ فَارِهِ أَيْ مَشْرُوبٌ وَمَرْكُوبٌ قُلْنَا فِي جَوَابِهِمْ اِلْعَالُ الْمَصْدَرِ لِلْمُشَاكَلَةِ لِاِلْمَذَارِئَةِ كَحَذْفِ الْوَاوِ فِي تَعْدُو وَالْهَمْزَةُ فِي تَكْرِمُ وَالْمَوْكِدِ لَا تَدُلُّ عَلَى الْإِصَالَةِ فِي الْإِشْتِقَاقِ كَمَا فِي جَاءَ نِي زَيْدٌ زَيْدٌ وَقَوْلُهُمْ مَشْرَبٌ عَذْبٌ وَمَرْكَبٌ فَارِهِ مِنْ بَابِ جَرَى النَّهْرِ وَسَالِ الْمِيزَابُ

﴿ترجمہ﴾: کوفیوں نے کہا کہ مناسب یہ ہے کہ فعل اصل ہو اس لئے کہ فعل کی تحلیل کا مدار وجود اور عدم کے اعتبار سے مصدر کے اعلال کی وجہ سے ہے..... بہر حال اعلال وجود کی مثال يَعْدُ عِدَّةً اور قَامَ قِيَامًا میں موجود اور جبکہ اعلال عدم کی مثال يُوْجَلُ وَجَلًّا اور قَاوَمَ قَوَامًا میں موجود ہے اور فعل کے اعلال کا مدار فعل کے اصل ہونے پر دلالت کرتا ہے اور فعل بھی مؤکد لایا جاتا ہے۔

مصدر کے ساتھ جیسے ضَرَبْتُ ضَرْبًا بجائے ضَرَبْتُ ضَرَبْتُ کے اور مَوْكِدُ أَصْلٌ ہوتا ہے مَوْكِدُ سے، اس کو مصدر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ فعل سے ہی صادر ہو چکا ہوتا ہے جیسا کہ لوگوں نے کہ مَشْرَبٌ، عَذْبٌ، مَرْكَبٌ اور فَارِهِ یعنی مَشْرُوبٌ اور مَرْكُوبٌ، جبکہ ہم بصرین کہتے ہیں ان کے جواب میں مصدر کا اعلال مشاکلتہ کی وجہ سے ہے نہ کہ مداریتہ کی وجہ سے..... جیسا کہ واو کا حذف ہونا تَعْدُ میں اور ہمزہ کا حذف ہونا تَكْرِمُ میں اور مَوْكِدُ کی اشتقاق میں اصل ہونے پر دلالت نہیں کرتی جیسا کہ اس مثال میں ہے جَاءَ نِي زَيْدٌ زَيْدٌ اور ان کا قول مَشْرَبٌ، عَذْبٌ (میٹھا مشروب) اور مَرْكَبٌ فَارِهِ (تیز سواری) یہ جَرَى النَّهْرِ اور سَالِ الْمِيزَابُ کے باب سے تعلق رکھتے ہیں۔

﴿تشریح﴾:

وَقَالَ الْكُوفِيُّونَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ کو فیوں کا مذہب اور ان کے دلائل بیان کرنے ہیں۔

☆ کو فیوں کا مذہب یہ ہے کہ اشتقاق میں فعل اصل ہے اور مصدر فرع ہے۔ اور لفظ یَنْبَغِي (مناسب ہوگا) سے مصنف علیہ الرحمۃ اس مذہب کے کمزور ہونے کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ ان کے دلائل ثلاثہ تکلفات پر مشتمل ہیں۔

لَاَنَّ اِعْلَالَهُ مَدَارٌ لَا اَعْلَالَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ کو فیوں کے مذہب پر پہلی دلیل پیش کرنی ہے۔

کہ مصدر میں تعلیل اور عدم تعلیل کا مدار فعل میں تعلیل اور عدم تعلیل پر ہے..... مثلاً پہلے فعل میں تعلیل کے ذریعے یُوْعِدُوْكَو یَعِدُ بنایا پھر اس کی مناسبت سے مصدر وِعْدٌ سے عِدَّةٌ بنایا گیا، اسی طرح قَامَ اصل میں قَوْمٌ تھا پھر اس میں اعلال ہوا، واو کو الف سے بدلا، تو مصدر جو کہ اصل میں قَوَامًا تھا اس میں بھی اعلال کیا گیا واو کو یاء سے بدل دیا تَوْقِيَامًا ہو گیا..... لیکن یُوْجَلُ میں واو حذف نہیں ہوتی لہذا وُجَلًا (مصدر) میں بھی حذف نہیں ہوئی، اسی طرح قَاوَمَ فعل میں اعلال نہیں ہوا تَوْقَوَامًا مصدر میں بھی اعلال نہیں ہوا..... پس تعلیل وعدم تعلیل میں فعل کا مدار ہونا ہی اس کے اصل ہونے کی دلیل ہے۔

وَ اَيْضًا يُوْكَدُ الْفِعْلُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ کو فیوں کی دوسری دلیل بیان کرنی ہے۔

کہ فعل کی تاکید کے لئے مصدر لایا جاتا ہے..... مثلاً ضَرَبْتُ ضَرْبًا میں ضَرْبًا اِضْرَبْتُ کے قائم مقام ہے..... اور مُوْكَدٌ (جس کی تاکید لائی گئی ہو) مُوْكَدٌ (تاکید کرنے والے) کا اصل ہوتا ہے..... لہذا فعل اصل ہوا۔

تاکید کی اقسام:

وَهُوَ بِمَنْزِلَةِ ضَرَبْتُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ضَرَبْتُ ضَرْبًا میں ضَرْبًا تاکید نہیں کیونکہ تاکید کی دو ہی قسمیں ہیں (۱) تاکید لفظی۔ (۲) تاکید معنوی۔ تاکید لفظی تکرار لفظ سے آتی ہے..... اور تاکید معنوی کے لئے خاص لفظ ہیں جیسے كَلًا، كَلْتًا، كُلُّ اَجْمَعُ اِكْتَعُ اَبْتَعُ اَبِصَعُ نَفْسُ، عَيْنٌ لیکن ضَرْبًا ان دونوں قسموں میں سے کوئی ایک بھی نہیں۔

﴿جواب﴾: ضَرَبْتُ ضَرْبًا کا معنی ضَرَبْتُ ضَرَبْتُ ہے پس تکرار لفظ پایا گیا پس یہ حکماً تاکید لفظی ہی ہے۔

وَيَقَالُ لَهُ مَصْدَرُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ کو فیوں کی طرف مصدر کی وجہ تسمیہ بیان کرنی ہے اور کو فیوں کی طرف بصریوں کی بیان کردہ وجہ تسمیہ کا رد کرنا ہے..... اور ضمناً فعل کے اصل ہونے پر کو فیوں کی تیسری دلیل بیان کرنی ہے۔

کہ لفظ مصدر! ظرف نہیں بلکہ مصدر بمی ہے اور مبنی للمفعول ہے..... اور مصدر کو مصدر اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ فعل سے صادر کیا جاتا ہے جس طرح مَشْرَبٌ عَذْبٌ (میٹھا مشروب) میں مَشْرَبٌ مَشْرُوبٌ کے معنی میں ہے اور مَرْكَبٌ قَارِہٌ (تیز سواری) میں مَرْكَبٌ مَرْكُوبٌ کے معنی میں ہے۔

مصنف علیہ الرحمۃ کا ماہو المختار مذہب:

قُلْنَا فِي الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ کو فیوں کے دلائل کو رد کرتے ہوئے اپنا ماہو المختار مذہب بیان کرنا ہے۔
مصنف علیہ الرحمۃ کے نزدیک بصریوں کا مذہب درست اور صحیح ہے..... یہی وجہ ہے کہ وہ ان کی طرف سے کو فیوں کے دلائل
کا رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مصدر سے کسی حرف کو اس لئے حذف نہیں کیا جاتا کہ وہ فعل میں حذف ہوا ہے بلکہ ہم شکل ہونے
کی وجہ سے حذف کیا جاتا ہے مثلاً تَعَدُّ کی واو اس لئے حذف کی گئی ہے کہ وہ يَعْدُ میں حذف ہوتی ہے اور تُكْرِمُ کا ہمزہ اس
لئے حذف کیا گیا ہے کہ اُكْرِمُ میں ہمزہ حذف کیا جاتا ہے..... حالانکہ یہ دونوں فعل ہیں ان میں سے کسی ایک کا بھی دوسرے پر
کوئی مدار نہیں ہے۔

✽ اور رہی بات تاکید کی..... تو اس سے اشتقاق میں فعل کا اصل ہونا ثابت نہیں ہوتا مثلاً جَاءَ زَيْدٌ زَيْدٌ میں ایک لفظ زَيْدٌ
مُوَكَّدٌ ہے اور دوسرا لفظ زَيْدٌ مُوَكَّدٌ ہے لیکن ان میں سے کوئی بھی دوسرے کا اصل نہیں۔

مجاز عقلی اور اس کی امثلہ:

وَقَوْلُهُمْ مَشْرَبٌ عَذْبٌ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ کو فیوں کی تیسری دلیل رد کرنی ہے۔
کو فیوں نے مصدر کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ مَصْدَرٌ بِمَعْنَى مَصْدُورٌ ہے جیسے مَشْرَبٌ بِمَعْنَى مَشْرُوبٌ ہے
اور مَرَكَبٌ بِمَعْنَى مَرَكُوبٌ ہے، مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ کہنا ہی غلط ہے کہ مَشْرَبٌ بِمَعْنَى مَشْرُوبٌ ہے اور
مَرَكَبٌ بِمَعْنَى مَرَكُوبٌ ہے بلکہ یہاں ”مجاز عقلی“ پایا جا رہا ہے کہ ایک چیز کی صفت کا اسناد اس کے مجاور کی طرف ہے جس
طرح جَرَى النَّهْرُ میں ذکر نہر کا ہے اور مراد ماء ہے یعنی اصل میں جَرَى الْمَاءُ فِي النَّهْرِ ہے..... اسی طرح سَالَ الْمِيْزَابُ
میں ذکر میزاب کا ہے اور مراد ماء ہے، یہ اصل میں سَالَ الْمَاءُ فِي الْمِيْزَابِ ہے اسی طرح مَشْرَبٌ عَذْبٌ کا مطلب ماءُ
الْمَشْرَبِ عَذْبٌ ہے اور مَرَكَبٌ فَارٌ کا مطلب فَرَسُ الْمَرَكَبِ فَارٌ ہے..... مَرَكَبٌ سے مراد زین یا مکان رکوبیہ
ہے لہذا مَصْدَرٌ کو مَصْدُورٌ کے معنی میں ماننا درست نہیں۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

ثلاثی مجرد اور غیر ثلاثی مجرد کے مصادر کا بیان

وَمَصْدَرُ الثَّلَاثِي كَثِيرٌ وَهُوَ عِنْدَ سَبُوحِيهِ يَرْتَقِي إِلَى اثْنَيْنِ وَثَلَاثِينَ بِنَاءً نَحْوُ قَتَلَ وَفَسَقَ
وَشَغَلَ وَرَحِمَهُ وَنَشَدَهُ وَوَكْدَرَهُ وَدَعَا وَذَكَرَ وَبُشِّرَ وَكَيَّنَ وَحَرَّمَ وَغَفَرَ
وَنَزَّ وَانَّ وَطَلَبَ وَخَبَرَ وَصَغَرَ وَهَدَى وَغَلَبَ وَسَرَقَ وَذَهَبَ وَصَرَفَ وَمَدْخَلَ وَمَرَجَعَ
وَمُسَعَاةً وَمَحْمَدَةً وَسُؤَالَ وَزَهَادَةً وَدِرَايَةً وَدُخُولَ وَقَبُولَ وَوَجِيفَ وَصُهُوبَةً وَيَجِيءُ عَلَى
وَزْنِ اسْمِي الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُولِ نَحْوُ قُمْتُ قَائِمًا وَنَحْوُ قَوْلِهِ تَعَالَى بَايَكُمُ الْمُفْتُونَ وَيَجِيءُ
لِلْمُبَالَغَةِ نَحْوُ التَّهْدَارِ وَالتَّلْعَابِ وَالْحِثْيِ وَالِدَّلِيلِ وَمَصْدَرُ غَيْرِ الثَّلَاثِي يَجِيءُ عَلَى سُنَنِ
وَاحِدٍ لَا فِي كَلَمٍ كَلَامًا وَفِي قَاتَلَ قِتَالًا وَفِي قَتَلًا وَفِي تَحَمَّلَ تَحَمُّلاً وَفِي زَلَزَلَ زَلْزَالًا

﴿ترجمہ﴾: اور ثلاثی کے مصادر کثیر ہیں، اور وہ سیبویہ کے نزدیک بناء کے اعتبار سے دو اور تین تک پہنچ جاتے
ہیں جیسے قَتَلَ، فَسَقَ، شَغَلَ، رَحِمَهُ، نَشَدَهُ، وَكْدَرَهُ، دَعَا، ذَكَرَ، بُشِّرَ، كَيَّنَ، حَرَّمَ، غَفَرَ،
نَزَّ وَانَّ، طَلَبَ، خَبَرَ، صَغَرَ، هَدَى، غَلَبَ، سَرَقَ، ذَهَبَ، صَرَفَ، مَدْخَلَ، مَرَجَعَ،
مُسَعَاةً، مَحْمَدَةً، سُؤَالَ، زَهَادَةً، دِرَايَةً، دُخُولَ، قَبُولَ، وَجِيفَ، صُهُوبَةً، اور ثلاثی کا مصدر اسم فاعل اور
اسم مفعول دونوں کے وزن پر بھی آتا ہے جیسے قُمْتُ قَائِمًا اور جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان بَايَكُمُ الْمُفْتُونَ اور یہ مصدر
مبالغہ کے لئے بھی آتا ہے جیسے التَّهْدَارُ، التَّلْعَابُ، الْحِثْيُ وَالِدَّلِيلُ جبکہ غیر ثلاثی مجرد سے مصدر ایک ہی
وزن پر آتا ہے مگر کَلَمَ کَلَامًا میں اور قَاتَلَ قِتَالًا اور قَتَلًا قِتَالًا میں اور تَحَمَّلَ تَحَمُّلاً اور زَلَزَلَ زَلْزَالًا میں نہیں
آتا۔

﴿تشریح﴾:

وَمَصْدَرُ الثَّلَاثِي كَثِيرٌ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے ثلاثی مجرد کے مصادر کے اوزان کے
لئے کوئی قانون اور ضابطہ نہیں بلکہ ان کے اوزان سماعی ہیں..... صاحب علم الصیغہ نے ان کی تعداد 44 بیان کی ہے..... اور
بعض کے نزدیک اس سے بھی زائد ہیں..... جبکہ امام سیبویہ کے نزدیک وہ اوزان 32 ہیں۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

ثلاثی مجرد کے مصادر کے اوزان

وزن	مثال	معنی	وزن	مثال	معنی
فَعْلٌ	قَتَلَ	قتل کرنا	فَعْلٌ	هُدًى (هُدًى)	راہنمائی کرنا
فِعْلٌ	فَسَقُ	نافرمانی کرنا	فَعْلَةٌ	غَلَبَةُ	غالب آنا
فَعْلٌ	شَغُلٌ	مصروف ہونا	فَعْلَةٌ	سَرَقَةٌ	چوری کرنا
فَعْلَةٌ	رَحْمَةٌ	مہربانی کرنا	فَعَالٌ	ذَهَابٌ	جانا
فَعْلَةٌ	نِشْدَةٌ	گمشدہ کو تلاش کرنا	فِعَالٌ	صِرَافٌ	پھیرنا
فَعْلَةٌ	سَكْدَرَةٌ	گدلا ہونا	مَفْعَلٌ	مَذْخَلٌ	اندر آنا
فَعْلَى	دَعْوَى	بلانا	مَفْعِلٌ	مَرْجِعٌ	واپس آنا
فَعْلَى	ذِكْرَى	یاد کرنا	مِفْعَلَةٌ	مِسْعَاةٌ (مِسْعَاةٌ)	کوشش کرنا
فَعْلَى	بُشْرَى	خوشخبری دینا	مِفْعَلَةٌ	مَحْمَدَةٌ	تعریف کرنا
فَعْلَانٌ	لَيَّانٌ (لَوْيَانٌ)	نرم ہونا	فُعَالٌ	سُؤَالٌ	مانگنا
فَعْلَانٌ	حِرْمَانٌ	محروم ہونا	فَعَالَةٌ	زَهَادَةٌ	پرہیزگار ہونا
فَعْلَانٌ	غُفْرَانٌ	بخشنا	فَعَالَةٌ	دِرَايَةٌ	جاننا
فَعْلَانٌ	نَزْوَانٌ	نرکا مادہ سے جفتی کرنا	فُعُولٌ	دُخُولٌ	اندر آنا
فَعْلٌ	طَلَبٌ	ڈھونڈنا	فُعُولٌ	قَبُولٌ	قبول کرنا
فَعْلٌ	خَنِقٌ	گلا گھوٹنا	فَعِيلٌ	وَجِيفٌ	دل کا دہل جانا
فَعْلٌ	صِغَرٌ	چھوٹا ہونا	فُعُولَةٌ	صُهْبَةٌ	بالوں کا سرخ ہونا

نیز ثلاثی مجرد کا مصدر اسم فاعل اور اسم مفعول کے وزن پر بھی آتا ہے جیسے قُمْتُ قَائِمًا اور جیسے اللہ تعالیٰ کا

فرمان يَا أَيُّكُمُ الْمُفْتُونُ يٰهَا پر قَائِمٌ اِقِيَامٌ کے معنی میں ہے اور مَفْتُونٌ اِفْتِنَةٌ کے معنی میں ہے۔

وَيَجِيءُ لِّلْمُبَالَغَةِ النِّحْ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: کیا ثلاثی مجرد کے مصادر میں کچھ اوزان مبالغہ کے لئے بھی آتے ہیں؟

ثلاثی مجرد سے اوزان مبالغہ:

﴿جواب﴾: جی ہاں! ثلاثی مجرد کے مصادر میں سے کچھ اوزان مبالغہ کے لئے بھی آتے ہیں۔

جیسے۔ (۱) تَفْعَالٌ: جیسے تَهْدَارُ (شراب میں زیادہ ابال آنا) تَلْعَابُ (بہت زیادہ کھیلنا)۔

(۲) فَعِيلِي جیسے حَيْثِي (بہت ابھارنا) دَلِيلِي (بہت راہنمائی کرنا)۔

وَمَصْدَرُ غَيْرِ الثَّلَاثِي الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: کیا غیر ثلاثی مجرد یعنی ثلاثی مزید فیہ اور رباعی مجرد اور رباعی مزید فیہ کے مصادر بھی زیادہ اوزان پر

آتے ہیں؟

﴿جواب﴾: نہیں! غیر ثلاثی مجرد کے مصادر میں ہر باب کے لئے ایک وزن مختص ہے جیسا کہ عنقریب بیان کیا

جائے گا البتہ بعض ابواب کے مصادر ایک سے زائد اوزان پر آتے ہیں۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

☆ مثلاً باب تَفْعِيل کا وزن فَعَالٌ بھی آتا ہے جیسے كَلَّمَ كَلَامًا

☆ باب مُفَاعَلَة کا وزن فَعَالٌ اور فِعَالٌ بھی آتا ہے جیسے قَاتَلَ سے قِتَالٌ اور قَيْتَالٌ۔

☆ باب تَفَعُّل کا مصدر تَفَعَّلَ کے وزن پر بھی آتا ہے جیسے تَحَمَّلَ سے تَحِمَالٌ

☆ باب فَعْلَلَة کا مصدر فَعْلَلٌ کے وزن پر بھی آتا ہے جیسے زَلَزَلَ سے زِلْزَالٌ

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

ابواب کا بیان

﴿عبارت﴾: وَالْأَفْعَالُ الَّتِي تَشْتَقُّ مِنَ الْمَصْدَرِ وَهِيَ خَمْسَةٌ وَثَلَاثُونَ
بَابًا سِتَّةً لِلثَّلَاثِي نَحْوُ ضَرَبَ يَضْرِبُ وَقَتَلَ يَقْتُلُ وَعَلِمَ يَعْلَمُ وَفَتَحَ يَفْتَحُ وَكَرُمَ يَكْرُمُ
وَحَسِبَ يَحْسِبُ وَيُسَمَّى الثَّلَاثَةُ الْأَوَّلُ دَعَائِمُ الْأَبْوَابِ لِاخْتِلَافِ حَرَكَاتِهِنَّ فِي الْمَاضِي
وَالْمُسْتَقْبَلِ وَكَثَرَتِهِنَّ وَفَتَحَ يَفْتَحُ لَا يَدْخُلُ فِي الدَّعَائِمِ لِانْعِدَامِ اخْتِلَافِ الْحَرَكَاتِ
وَانْعِدَامِ مَجِيئِهِ بِغَيْرِ حَرْفِ الْحَلْقِ وَأَمَّا رَكْنُ يَرْكُنُ وَأَبَى يَأْبَى فَمِنَ اللَّغَاتِ
الْمُتَدَاخِلَةِ شَاذٌ وَأَمَّا بَقِي يَبْقَى وَفَنَى يَفْنَى وَقَلَى يَقْلَى فَلُغَاتُ بَنِي طِيٍّ قَدَفَرُوا مِنْ
الْكُسْرِ إِلَى الْفَتْحَةِ وَكَرُمَ يَكْرُمُ لَا يَدْخُلُ فِي الدَّعَائِمِ لِأَنَّهُ لَا يَجِيءُ إِلَّا مِنَ الطَّبَائِعِ
وَالنُّعُوتِ وَحَسِبَ يَحْسِبُ لَا يَدْخُلُ فِي الدَّعَائِمِ لِقِلَّتِهِ وَقَدْ جَاءَ فَعَلٌ يَفْعُلُ عَلَى لُغَةٍ مِنْ
قَالَ كُذِّتَ تَكَادُوهِيَ شَاذٌ كَفَضِلٌ يَفْضُلُ وَدِمَّتْ تَدُومُ وَاثْنَا عَشَرَ لِمُنْشَعِبَةِ الثَّلَاثِي
نَحْوًا كَرُمَ وَقَطَعَ وَقَاتَلَ وَتَفَضَّلَ وَتَضَارَبَ وَانْصَرَفَ وَاحْتَقَرَّ وَاسْتَخْرَجَ وَاخْشَوْشَنَ
وَاجْلَوْذَوْا حَمَارًا وَاحْمَرَّ أَصْلُهُمَا أَحْمَارًا وَاحْمَرَّرَ فَادْغَمَ الْجُنْسِيَّةَ وَيَدُلُّ عَلَيْهِ ارْعَوَى
وَهُوَ مِنْ بَابِ افْعَلَّ وَلَا يَدْغَمُ لِانْعِدَامِ الْجُنْسِيَّةِ وَوَاحِدٌ لِلرُّبَاعِيِّ نَحْوُ دَخَرَ
وِثْلَاثَةً لِمُنْشَعِبَةِ الرُّبَاعِيِّ نَحْوًا حَرَنْجَمَ وَأَقْشَعَرَّ وَتَدَخَرَ وَسِتَّةٌ لِمُلْحِقِ دَخَرَ
نَحْوُ شَمَلَلٍ وَحَوَقَلَ وَيَطَرَوْا جَهْوَرًا وَقَلَسَى وَقَلَنَسَ وَخَمْسَةٌ لِمُلْحِقِ تَدَخَرَ
نَحْوُ تَجَلَبَّبَ وَتَجَوَّرَبَ وَتَشَيْطَنَ وَتَرَهَوَّكَ وَتَمَسَّكَ وَاثْنَانِ لِمُلْحِقِ احْرَنْجَمَ
نَحْوًا فَعَسَسَ وَاسْلَنْقَى وَمِصْدَاقُ الْإِلْحَاقِ اتِّحَادُ الْمَصْدَرَيْنِ -

﴿ترجمہ﴾: وہ افعال (خواہ ثلاثی ہو یا غیر ہوں) جو مصدر سے مشتق ہوتے ہیں وہ کل 35 ابواب ہیں، ان میں سے چھ ثلاثی کے ہیں جیسے ضَرَبَ يَضْرِبُ، قَتَلَ يَقْتُلُ، عَلِمَ يَعْلَمُ، فَتَحَ يَفْتَحُ، كَرُمَ يَكْرُمُ اور حَسِبَ يَحْسِبُ پہلے تین ابواب کو ام ابواب یعنی ابواب کی اصل رکھا جاتا ہے، ماضی اور مضارع میں ان کی حرکات کے مختلف ہونے کی وجہ سے، اور کثرت استعمال کی وجہ سے اور فَتَحَ يَفْتَحُ ام ابواب میں داخل نہیں حرکات کے

مختلف نہ ہونے کی وجہ سے اور حرف حلقی کے بغیر نہ آنے کی وجہ سے جبکہ رَکَنَ یَرُکِنُ اور اَبَیَ یَأْبَیَ یہ لغات متداخلہ میں سے ہونے کی وجہ سے شاذ ہیں جبکہ بَقِیَ یَبْقَیَ، فَنَیَ یَفْنَیَ اور قَلَّی یَقَلُّیَ یہ لغات بنی طے میں سے ہیں..... یقیناً وہ کسرہ سے فتح کی طرف گئے ہیں..... اور کَرُمَ یَکْرُمُ ام الابواب میں داخل نہیں اس لئے کہ سوائے طبائع اور صفات کے نہیں آتا اور حَسِبَ یَحْسِبُ ام الابواب میں سے نہیں قلت استعمال کی وجہ سے، اور فَعَلَ یَفْعَلُ اس شخص کی لغت پر آیا ہے کہ جس نے کہا کُذِّتْ تَکَادُ اور وہ شاذ ہے جیسے فَضِّلَ یَفْضُلُ اور دُمْتُ تَدُومُ..... اور 12 ابواب ثلاثی مزید فیہ کے ہیں جیسے اَکْرَمَ، قَطَعَ، قَاتَلَ، تَفَضَّلَ، تَضَارَبَ، اِنْصَرَفَ، اِحْتَقَرَا، اسْتَخْرَجَ، اِخْشَوْشَنَ، اِجْلَوْذَ، اِحْمَارًا..... اِحْمَارًا اور اِحْمَرَانِ دونوں کی اصل اِحْمَارًا اور اِحْمَرًا ہے ہم جنس ہونے کی وجہ سے دونوں حروف کا ادغام کر دیا اور اس ادغام پر اِدْعَوٰی دلالت کرتا ہے حالانکہ وہ باب اِفْعَلَّ سے ہے اور اس میں ادغام حروف کے ہم جنس نہ ہونے کی وجہ سے نہیں کیا گیا، اور ایک باب رباعی مجرد کا ہے جیسے دَخْرَجَ اور تین ابواب رباعی مزید فیہ کے ہیں، جیسے اِحْرَنْجَمَ اور اِفْشَعَرَ اور تَدَخْرَجَ اور چھ ابواب ملحق رباعی مجرد (دَخْرَجَ) کے ہیں جیسے شَمَلَّ، حَوَقَلَ، بَیْطَرَ، جَهْوَرًا اور قُلْنَسَ اور پانچ ابواب ملحق رباعی مزید فیہ (تَدَخْرَجَ) کے ہیں، جیسے تَجَلَّبَبَ، تَجَوَّرَبَ، تَشِیْطَنَ، تَرَهُوْكَ، تَمَسَّکَنَ اور دو ابواب اِحْرَنْجَمَ کے ساتھ ملحق ہیں، جیسے اِفْعَنْسَسَ اور اِسْلَنْقَی، اور الحاق کا مصداق دو مصدروں کا متحد ہونا ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَالْأَفْعَالُ الَّتِي تَشْتَقُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ مصدر سے مشتق ہونے والے افعال کے ابواب کی تعداد اور تفصیل بیان کرتی ہے۔

پس مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جو افعال مصدر سے مشتق ہوتے ہیں وہ کل 35 ابواب پر مشتمل ہیں..... جن کا اجمالی خاکہ یہ ہے کہ ثلاثی مجرد کے 6 ابواب ہیں..... ثلاثی مزید فیہ کے 12 ابواب ہیں..... رباعی مجرد کا 1 ایک باب ہے..... رباعی مزید فیہ کے 3 ابواب ہیں..... ملحق بتَفَعَّلَ کے 5 ابواب ہیں..... ملحق بَفَعَّلَ کے 6 ابواب ہیں، ملحق بِافْعَلَّلَ کے 2 ابواب ہیں۔

یاد رہے! یہاں (وَالْأَفْعَالُ الَّتِي تَشْتَقُ الْخ): الافعال پر الف ولام استغراقی ہے یعنی افعال سے مراد وہ تمام افعال ہیں جو کسی بھی مصدر سے مشتق ہوتے ہیں..... خواہ وہ قلیل الاستعمال ہوں..... یا کثیر الاستعمال ہوں..... خواہ وہ ثلاثی ہوں یا غیر ثلاثی ہوں..... خواہ وہ مجرد ہوں یا مزید فیہ..... خواہ وہ ملکحات سے ہوں یا غیر ملکحات سے ہوں۔

نقشہ ابواب

نمبر شمار	انواع	ابواب	امثله
1	ملائی مجرد	فَعَلَ يَفْعُلُ	ضَرَبَ يَضْرِبُ
2	=	فَعَلَ يَفْعُلُ	نَصَرَ يَنْصُرُ
3	=	فَعَلَ يَفْعُلُ	سَمِعَ يَسْمَعُ
4	=	فَعَلَ يَفْعُلُ	فَتَحَ يَفْتَحُ
5	=	فَعَلَ يَفْعُلُ	كَرَّمَ يَكْرُمُ
6	=	فَعَلَ يَفْعُلُ	حَسِبَ يَحْسِبُ
☆	☆☆	☆☆☆	☆☆☆
1	ثلاثی مزید فیہ	اِفْعَالُ	اِكْرَامُ
2	=	تَفْعِيلُ	تَقْطِيعُ
3	=	مُفَاعَلَةٌ	مُقَاتَلَةٌ
4	=	تَفَعُّلُ	تَفَضُّلُ
5	=	تَفَاعُلُ	تَضَارُبُ
6	=	اِفْتِعَالُ	اِحْتِقَارُ
7	=	اِسْتِفْعَالُ	اِسْتِخْرَاجُ
8	=	اِنْفِعَالُ	اِنْصِرَافُ
9	=	اِفْعِلَالُ	اِحْمِرَارُ
10	=	اِفْعِيْعَالُ	اِخْشِيشَانُ
11	=	اِفْعِيْلَالُ	اِحْمِيرَارُ

اِجْلُواذْ	اِفْعُوَالْ	=	12
☆☆☆	☆☆☆	☆☆☆	☆
دَحْرَجَةٌ	فَعْلَلَةٌ	رباعى مجرد	1
☆☆☆	☆☆☆	☆☆☆	☆
تَدَحْرُجْ	تَفَعَّلْ	رباعى مزيد فيه	1
اِقْشَعْرَارْ	اِفْعَلَالْ	=	2
اِحْرُنْجَامْ	اِفْعِنَلَالْ	=	3
☆☆☆	☆☆☆	☆☆☆	☆
شَمْلَلَةٌ	فَعْلَلَةٌ	ملحق برباعى مجرد (ملحق بدحرج)	1
قَلْنَسَةٌ	فَعْنَلَةٌ	=	2
حَوْقَلَةٌ	فَوْعَلَةٌ	=	3
بَيْطَرَةٌ	فَيْعَلَةٌ	=	4
جَهْوَرَةٌ	فَعْوَلَةٌ	=	5
قَلْسَاةٌ (قَلْسَوَةٌ)	فَعْلَاةٌ (فَعْلَوَةٌ)	☆☆☆	6
☆☆☆	☆☆☆	☆☆☆	☆
تَجَلْبُبْ	تَفَعَّلْ	ملحق برباعى مزيد فيه (ملحق بفعّل)	1
تَجَوْرُبْ	تَفَوُّعْلْ	=	2
تَشَيْطُنْ	تَفَيُّعْلْ	=	3
تَرَهُوْكْ	تَفَعُّوْلْ	=	4

تَمَسْكُنْ	تَمَفْعُلْ	=	5
☆☆☆	☆☆☆	☆☆☆	☆
اِفْعِنْسَاسْ	اِفْعِنْلَالْ	ملحق بر باعی مزید فیہ (ملحق باستعمال)	1
اِسْلِنَقَاءْ	اِفْعِنْلَاءْ	=	2

﴿سوال﴾: ثلاثی مجرد کے چھ ابواب کیوں ہیں؟

﴿جواب﴾: کیونکہ ماضی کا فاعل ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے..... ساکن نہیں ہو سکتا..... کیونکہ ابتداء بالساکن محال ہے..... مضموم یا مکسور نہیں ہو سکتا..... کیونکہ ماضی معروف کثیر الاستعمال ہے..... اور وہ خفت کی مقتضی ہے..... اس لئے فتح آنا ہی مناسب ہے..... ماضی مجہول چونکہ قلیل الاستعمال ہے اس لئے اس پر ضمہ آ سکتا ہے..... اور اجوف میں تعلیل کے عارضے کی وجہ سے کسرہ آ جاتا ہے جیسے قِيلَ، بِيَعَ..... عین کلمہ پر تینوں حرکتیں آ سکتی ہیں..... لیکن وہ ساکن نہیں ہو سکتا، کیونکہ ضمیر کے ملنے کی وجہ سے اجتماع ساکنین لازم آئے گا جیسے ضَرَبْتُ اور لام کلمہ ہمیشہ مفتوح ہی رہیگا تاکہ کلمہ کے آخر میں بھی خفت رہے..... اس طرح ماضی کے وزن فَعَلَ، فَعِلَ، فَعُلَ تین ہو گئے..... مضارع کے عین کلمہ پر بھی تینوں آتی ہیں..... پس عقلی طور پر کل 9 باب ہونے چاہئیں..... لیکن تین باب (فَعِلَ يَفْعُلُ، فَعُلَ يَفْعُلُ، فَعُلَ يَفْعُلُ) استعمال نہیں ہوتے..... پس ان تین ابواب کے خارج ہونے سے بقیہ چھ ابواب رہ گئے۔

ام الابواب کتنے اور کونسے؟

وَيُسَمَّى الثَّلَاثَةُ الْأَوَّلُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: وہ کون سے ابواب ہیں جنہیں اصول الابواب یا ام الابواب کہتے ہیں؟

﴿جواب﴾: وہ ثلاثی مجرد کے تین ابواب (ضَرَبَ يَضْرِبُ، نَصَرَ يَنْصُرُ، سَمِعَ يَسْمَعُ) ہیں۔

لَا خِلَافَ حَرَكَاتِهِنَّ فِي الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ان ابواب کو اصول الابواب کیوں کہا جاتا ہے؟

﴿جواب﴾: چونکہ ان کی ماضی میں عین کلمہ کی حرکت مضارع کے عین کلمہ کی حرکت کے مخالف ہوتی ہے، اور ماضی کا معنی مضارع کے معنی کے مخالف ہوتا ہے..... اور دوسری وجہ یہ ہے یہ تینوں ابواب دیگر ابواب کی نسبت کثیر الاستعمال ہیں اور کم استعمال وہی ابواب ہوتے ہیں جو غیر اصل ہوں۔

وَفَتْحٌ يَفْتَحُ لَا يَدْخُلُ فِي الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: فَتَحَ يَفْتَحُ کو اصول الابواب میں شامل کیوں نہیں کیا گیا؟

﴿جواب﴾: چونکہ اس کی ماضی اور مضارع کے عین کلمہ کی حرکت میں اختلاف نہیں، اور نیز یہ باب حرف حلقی کے

بغیر نہیں پایا جاتا، یعنی اس کے عین یا لام کلمہ میں حرف حلقی کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے۔

أَمَّا رَكَنٌ يَوْكُنُ وَأَبَى الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمة ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ نے کہا کہ باب فَتَحَ يَفْتَحُ میں حرف حلقی کا آنا ضروری ہے، یہ بات درست نہیں کیونکہ

رَكَنٌ يَوْكُنُ، أَبَى يَأْبَى، بَقِيَ يَبْقَى، فَنَى يَفْنَى اور قَلَى يَقْلَى یہ تمام کے تمام مادے فَتَحَ يَفْتَحُ سے ہیں حالانکہ ان کے عین یا لام کلمہ میں حرف حلقی نہیں۔

﴿جواب﴾: پہلے دو ابواب (رَكَنٌ يَوْكُنُ، أَبَى يَأْبَى) لغات متداخلہ میں سے ہیں..... لہذا شاذ ہیں، اور

بقیہ تین ابواب (بَقِيَ يَبْقَى، فَنَى يَفْنَى اور قَلَى يَقْلَى) قبیلہ بنی طے کی لغت ہے، وہ ماضی میں یاء سے پہلے کسرہ کی جگہ فتح پڑھتے ہیں..... تو جب یہ عام فصیح لغات میں فتح پر استعمال ہی نہیں ہوئے تو اعتراض بھی درست نہیں۔

تداخل حقیقی و تقدیری:

﴿سوال﴾: لغات متداخلہ سے کیا مراد ہے؟

﴿جواب﴾: متداخلہ! تداخل سے بنا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ دو بابوں میں سے ایک کی ماضی دوسرے کا

مضارع لیکر ایک باب بنادیا جائے جیسے ایک لغت کے اعتبار سے رَكَنٌ يَوْكُنُ ہے اور دوسری لغت رَكَنٌ يَوْكُنُ ہے اب پہلی لغت سے ماضی اور دوسری لغت سے مضارع لے کر رَكَنٌ يَوْكُنُ بنادیا گیا اسے تداخل حقیقی کہتے ہیں جبکہ أَبَى يَأْبَى میں تداخل تقدیری ہے کیونکہ اس میں دوسری لغت نہ ملنے کی وجہ سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ یہاں بھی رَكَنٌ يَوْكُنُ کی طرح تداخل ہوا ہے۔

وَكَرُمٌ يَكْرُمُ لَا يَدْخُلُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمة ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: كَرُمٌ يَكْرُمُ کو اصول الابواب میں شامل کیوں نہیں کیا گیا؟

﴿جواب﴾: ایک وجہ تو وہی ہے کہ اس کی ماضی اور مضارع کے عین کلمہ کی حرکات مختلف نہیں..... اور دوسری وجہ

یہ ہے کہ یہ بھی قلیل الاستعمال ہے، کیونکہ یہ صرف طبائع اور نعوت سے آتا ہے.....

☆ طبائع! وہ اوصاف ہیں جو موصوف سے بلا اختیار صادر ہوں اور آنکھ سے نظر نہ آئیں جیسے کرامت اور شجاعت۔

☆ نعوت! وہ اوصاف ہیں جو موصوف سے بلا اختیار صادر ہوں لیکن آنکھ سے نظر آئیں جیسے جسامت، طول وغیرہ۔

وَحَسِبَ يَحْسِبُ لَا يَدْخُلُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمة ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: حَسِبَ يَحْسِبُ کو اصول الابواب میں شامل کیوں نہیں کیا گیا؟

﴿جواب﴾ ایک وجہ تو وہی ہے کہ اس کی ماضی اور مضارع کے عین کلمہ کی حرکات مختلف نہیں..... اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ بھی قلیل الاستعمال ہے، اور اس کا قلیل الاستعمال ہونا کسی سبب یا شرط کی وجہ سے نہیں بلکہ ذاتی طور پر ہی اس کا استعمال بہت کم ہے..... حتیٰ کہ صحیح میں صرف دو مادے ہی اس وزن پر آتے ہیں یعنی حَسِبَ اور نَعِمَ۔

وَقَدْ جَاءَ فَعْلٌ يَفْعُلُ النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾ کیا ثلاثی مجرد مذکورہ چھ ابواب کے علاوہ بھی کسی وزن پر آتا ہے؟

﴿جواب﴾ جی ہاں! کبھی کبھی ثلاثی مجرد مذکورہ چھ ابواب کے علاوہ فَعْلٌ يَفْعُلُ (بضم عین الماضی وفتح عین المضارع) کے وزن پر بھی آتا ہے جیسے ایک لغت میں كُذِّتْ تَكَاذُ آیا ہوا ہے جو کہ اصل میں كَوُذَّتْ تَكْوُذُ ہے..... پس واؤ

کا ضمہ بوجہ ثقل ماقبل کو دیا اور واؤ کو حذف کیا، اور دال کو تاء کے مخرج کے قریب ہونے کی وجہ سے تاء کیا اور پھر تاء کا تاء میں ادغام کر دیا، تو كُذِّتْ ہو گیا، اور مضارع میں واؤ کی حرکت ماقبل کو دی اور واؤ کو ماقبل کے مفتوح ہونے کی وجہ سے الف سے بدل دیا تو تَكَاذُ ہو گیا..... یاد رہے کہ یہ لغت شاذہ ہے، فصیح لغت میں یہ سَمِعَ کے باب پر استعمال ہوتا ہے۔ پس اس اعتبار سے كُذِّتْ تَكَاذُ ہو گا جو کہ اصل میں كَوُذَّتْ تَكْوُذُ ہو گا..... پس واؤ کا سرہ ماقبل کو دیا، اور واؤ کو اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا اور پھر دال کو تاء کیا اور تاء کا تاء میں ادغام کر دیا تو كُذِّتْ ہو گیا..... اور تَكَاذُ میں ماقبل والا ہی ضابطہ جاری ہو..... قرآن پاک میں یہ سَمِعَ يَسْمَعُ کے وزن پر استعمال ہوا۔ پس اللہ پاک نے فرمایا لَقَدْ كُذِّتْ تَرَكْنُ إِلَيْهِمْ..... يَكَاذُ الْبَرْقُ.....

وَهِيَ شَاذَةٌ كَفَضْلٍ يَفْضُلُ النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾ کیا ثلاثی مجرد میں كَاذٌ يَكَاذُ (فَعْلٌ يَفْعُلُ) کے علاوہ بھی کوئی وزن شاذ استعمال ہوتا ہے؟

﴿جواب﴾ جی ہاں اس سلسلے میں ایک وزن فَعْلٌ يَفْعُلُ آتا ہے جیسے فَضْلٌ يَفْضُلُ اور دَوِمٌ يَدْوُمُ..... یہ شاذ ہے اور فصیح لغت کے خلاف ہے..... فصیح لغت میں فَضْلٌ يَفْضُلُ اور سَمِعَ سے ہے اور دَامَ يَصْرُ سے ہے۔

وَيَذُلُّ عَلَيْهِ النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ اِحْمَرُ وغیرہ میں ادغام اس لئے ہوا ہے کہ دو حرف ایک جنس کے واقع ہوئے ہیں..... اس لئے نہیں کہ یہ باب اِفْعِلَال کی ماضی ہے..... اگر باب اِفْعِلَال کی ماضی کی وجہ سے ادغام ہوتا تو اِرْعَوِی میں بھی ہوتا کیونکہ وہ بھی باب اِفْعِلَال کی ماضی ہے حالانکہ اس میں ادغام نہیں ہوا ہے۔

وَلَا يَدْغَمُ لَا نِعْدَامُ الْجَنَسِيَّةِ النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾ اِرْعَوِی میں ادغام نہ ہونے کی وجہ کیا ہے؟

﴿جواب﴾ اِرْعَوِی اصل میں اِرْعَوَوْ تھ..... اور قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ واؤ جو اصل میں تیسری جگہ ہو جب چوتھی جگہ یا اس سے آگے تجاوز کر جائے اور اس کا ماقبل مضموم نہ ہو تو اسے یاء سے بدلنا واجب ہوتا ہے پس اِرْعَوَوْ سے اِرْعَوِی

ہو گیا..... پھر چونکہ یا متحرک اور ماقبل مفتوح ہے پس یاء کو الف سے بدل دیا تو اِرْعَوٰی ہو گیا..... چونکہ دو حرف ایک جنس کے نہیں پائے گئے اس لئے ادغام نہیں کیا گیا۔

﴿اعتراض﴾: جب اعلال سے پہلے اِرْعَوٰی تھا تو اس وقت ادغام کر دیا جاتا؟

﴿جواب﴾: قاعدہ ہے کہ جب ایک کلمہ میں ادغام اور اعلال دونوں ہو سکیں تو اعلال کو ترجیح ہوتی ہے۔

﴿فائدہ﴾: ہمزہ کی تبدیلی کی تخفیف کہتے ہیں، حرف علت کی تبدیلی کو اعلال کہتے ہیں، ایک حرف کو دوسرے حرف میں داخل کر کے مشدّد بنانا ادغام کہلاتا ہے۔

الحاق کا مدار:

وَمِصْدَاقُ الْإِلْحَاقِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ ملحق کا مدار اس بات پر ہے کہ ملحق اور ملحق یہ کے مصدر متحد ہوں کیونکہ مصدر اصل ہے، پس اس کے ساتھ ساتھ جب تمام گردانوں میں بھی اتحاد پایا جائے تو وہ یقیناً اس کے ساتھ ملحق ہوگا جیسے بَطْرُ بَطْرٍ بَطْرٌ تمام گردانوں میں ذَخْرَجٌ يَدْخُرُجُ ذَخْرَجَةٌ کے ساتھ متحد ہے..... لیکن اگر گردانوں میں مطابقت ہو لیکن مصدر میں مطابقت نہ ہو تو باب اس کے ساتھ ملحق نہیں ہوگا۔ جیسے اَكْرَمٌ يَكْرِمُ اَصْلٌ میں اَكْرَمٌ يَكْرِمُ ہے، اس باب کی تمام گردانیں بَطْرُ بَطْرٍ کے وزن پر ہیں لیکن بَطْرٌ اَكْرَمٌ سے ملحق نہیں کیونکہ اَكْرَمٌ کا مصدر اَكْرَمًا اور بَطْرٌ کا مصدر بَطْرًا ہے، جبکہ الحاق کا مدار مصادر کے ہم وزن ہونے پر ہے۔

﴿فائدہ﴾: الحاق کا لغوی معنی پہنچنا..... پہنچانا..... اصطلاح میں ثلاثی مجرد پر حروف زیادہ کر کے رباعی کا وزن دے دیا جائے..... یعنی ملحق اصل میں ثلاثی مزید فیہ ملحق رباعی ہوتا ہے۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

فعل ماضی کا بیان

﴿عبارت﴾: فَضَّلَ فِي الْمَاضِي وَهُوَ يَجِيءُ عَلَى أَرْبَعَةِ عَشَرَ وَجْهًا حُضِرَ إِلَى ضَرْبِنَا اِنَّمَا بِنِي الْمَاضِي لِقَوَاتٍ مُوجِبِ الْاِعْرَابِ وَعَلَى الْحَرَكَةِ لِمُشَابَهَتِهِ الْاِسْمَ فِي وَقُوعِهِ صِفَةً لِلنَّكَرَةِ نَحْوُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ ضَرَبَ وَضَارِبٍ وَعَلَى الْفَتْحِ لِأَنَّهُ أَخُ السُّكُونِ لِأَنَّ الْفَتْحَ جُزْءُ الْاَلِفِ وَلَمْ يُعْرَبْ لِأَنَّ اِسْمَ الْفَاعِلِ لَمْ يَأْخُذْ مِنْهُ الْعَمَلُ بِخِلَافِ الْمُضَارِعِ لِأَنَّ اِسْمَ الْفَاعِلِ أَخْذَ مِنْهُ الْعَمَلُ فَأُعْطِيَ الْاِعْرَابُ لَهُ عَوَضًا عَنْهُ أَوْ لِكثَرَةِ مُشَابَهَتِهِ يَعْنِي يُعْرَبُ الْمُضَارِعُ لِكثَرَةِ مُشَابَهَتِهِ لَهُ وَبِنِي الْمَاضِي عَلَى الْحَرَكَةِ لِقِلَّةِ مُشَابَهَتِهِ لَهُ وَبِنِي الْأَمْرِ عَلَى السُّكُونِ لِعَدَمِ مُشَابَهَتِهِ وَزِيدَتْ الْاَلِفُ وَالْوَاوُ وَالنُّونُ فِي آخِرِهِ حَتَّى يَدُلُّنَّ عَلَى هُمَا وَهُمُومَا وَهَنَّ وَضُمَّ الْبَاءُ فِي ضَرْبُوا لِأَجْلِ الْوَاوِ وَبِخِلَافِ رَمَوْا لِأَنَّ الْمِيمَ لَيْسَتْ بِمَاقْبَلَهَا وَضُمَّ فِي رَضُوا وَإِنْ لَمْ يَكُنِ الضَّادُ بِمَاقْبَلَهَا حَتَّى لَا يَلْزَمَ الْخُرُوجُ مِنَ الْكُسْرَةِ إِلَى الضَّمِّ وَكُتِبَ الْاَلِفُ فِي ضَرْبُوا لِلْفَرْقِ بَيْنَ وَآوِ الْعُطْفِ وَآوِ الْجَمْعِ فِي مِثْلِ حَضَرُوا وَقَتْلَ وَقِيلَ لِلْفَرْقِ بَيْنَ وَآوِ الْجَمْعِ وَآوِ الْوَاحِدِ فِي مِثْلِ لَمْ يَدْعُوا وَلَمْ يَدْعُوا

﴿ترجمہ﴾: یہ فعل ماضی کے بیان میں، اور وہ ماضی چودہ صورتوں پر آتی ہے۔ جیسے ضَرَبَ سے ضَرْبْنَا تک یعنی کل چودہ صیغے ہیں، ماضی کو ماضی صرف اس لئے کیا گیا ہے کہ معرب بنانے والی چیز (اسم سے کمالاً مشابہت) نہیں پائی جا رہی، ماضی کو حرکت پر مبنی اس لئے کیا گیا ہے کہ اس کو اسم کے ساتھ مشابہت ہے نکرہ کے لیے صفت واقع ہونے میں جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ ضَرَبَ وَضَارِبٍ یعنی میں گزرا! ایسے آدمی کے پاس سے کہ جس نے مار اور مارنے والا ہے۔ اور اس ماضی کو ماضی پر فتح بنایا گیا ہے، اس لیے کہ فتح سکون کا بھائی ہے اس لیے کہ فتح الف کا جز ہے اور اس کو معرب نہیں بنایا گیا، اس لیے کہ اسم فاعل اس سے عمل کو نہیں پکڑتا۔ بخلاف مضارع کے اس لیے اسم فاعل نے اس سے عمل لے لیا ہے پس اس کو اس کا ہی اعراب دے دیا گیا عوض میں اس عمل کی وجہ سے یا مضارع کے ساتھ زیادہ مشابہہ ہونے کی وجہ سے یعنی مضارع کو معرب بنایا گیا ہے اسم فاعل کے ساتھ مشابہت کی کثرت

کی وجہ سے اور ماضی کو ماضی برفتحہ بنایا گیا ہے اس لیے کہ اس کی مشابہت کی قلت کی وجہ سے اسم فاعل کے ساتھ کہ جو اس اسم فاعل کو فعل مضارع کے ساتھ ہے، اور امر مخاطب کو ماضی بر سکون کیا گیا اس کی مشابہت کے نہ ہونے کی وجہ سے اور الف واؤ اور نون کو اس کے آخر میں زیادہ کیا گیا یہاں تک تا کہ وہ دلالت کریں **هُمَّا هُمُو** اور **هُنَّ** اور **ضَرَبُوا** میں باء کو واؤ کی وجہ سے ضمہ دے دیا گیا بخلاف **رَمَوْا** کے اس لیے کہ یہاں پر میم اس واؤ کا ماقبل نہیں ہے کہ اور **رَضُوا** میں ضاد کو ضمہ دیا گیا ہے۔ اگرچہ یہاں ضاد بھی اس واؤ کا ماقبل نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تا کہ کسرہ سے ضمہ کی طرف خروج لازم نہ آئے اور **ضَرَبُوا** کے آخر میں الف لکھی گئی واؤ عاطفہ اور واؤ جمع کے مابین فرق کرنے کے لیے جیسے کہ **حَضَرُوا** قتل اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ واؤ جمع اور واؤ واحد کے مابین فرق کرنے کے لیے آخر میں الف کو لایا گیا ہے جیسے **لَمْ يَدْعُوا** اور **لَمْ يَدْعُوا** ان میں سے پہلا **لَمْ يَدْعُوا** واحد کا اور دوسرا **لَمْ يَدْعُوا** جمع کا صیغہ ہے۔

﴿تشریح﴾:

فَصَلِّ فِي الْمَاضِي وَهُوَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فعل ماضی کا بیان کرنا ہے کہ فعل ماضی کے 14 صیغے ہوتے ہیں **ضَرَبَ** سے لیکر **ضَرَبْنَا** تک..... اگرچہ عقلی طور پر 18 صیغے ہونے چاہئیں تھے کیونکہ فاعل واحد ہوگا، یا تشنیہ یا جمع ہوگا..... پھر ہر ایک مذکر ہوگا یا مؤنث ہوگا..... پھر ہر ایک غائب ہوگا یا مخاطب ہوگا یا متکلم ہوگا..... اس طرح تین صیغے مذکر غائب کے ہوئے، یعنی واحد تشنیہ اور جمع..... اور یہی تین مؤنث غائب کے ہوئے..... اور یہی تین صیغے مذکر حاضر کے ہوئے..... اور یہی تین مؤنث حاضر کے ہوئے..... اور یہی تین مذکر متکلم کے ہوئے..... اور یہی تین مؤنث متکلم کے ہوئے..... لیکن واحد متکلم مذکر اور مؤنث میں مشترک ہوتا ہے اور جمع متکلم! تشنیہ مذکر، تشنیہ مؤنث اور جمع مذکر اور جمع مؤنث میں مشترک ہوتا ہے۔

ماضی ماضی کیوں ہوتی ہے؟

إِنَّمَا بَيْنِي الْمَاضِي لِفَوَاتِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ماضی ماضی کیوں ہوتی ہے؟

﴿جواب﴾: افعال میں اصل ماضی ہونا ہے..... اور اسماء میں اصل معرب ہونا ہے..... پس جس اسم کو ماضی سے

مشابہت ہو وہ ماضی ہوتا ہے اور جس فعل کو اسم سے کامل مشابہت ہو وہ معرب ہوتا ہے..... اور جسے بالکل مشابہت نہ ہو وہ ماضی علی السکون ہوتا ہے اور جسے کچھ مشابہت ہو وہ ماضی علی الحركة ہوتا ہے اور مشابہت سے مراد فاعلیت، مفعولیّت اور اضافت میں مشابہت ہے۔ چونکہ ماضی کو اسم کے ساتھ مشابہت تو ہے لیکن کامل مشابہت نہیں یعنی ماضی کو اسم سے اس اعتبار سے مشابہت ہے کہ اسم بھی نکرہ کی صفت بن سکتا ہے اور ماضی بھی نکرہ کی صفت بن سکتی ہے جیسے **مَرَدْتُ** بوجھل **ضَرَبَ**۔

﴿اعراض مواح الادواح﴾

☆ اسی بات کو مصنف علیہ الرحمۃ نے یوں کہا کہ ماضی مبنی اس لئے ہے کہ اس کو معرب بنانے والی چیز (اسم سے کالما مشابہت) نہیں پائی جارہی۔

وَعَلَى الْحَرْكِ لَمْ تُشَابَهَةِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ماضی حرکت پر مبنی کیوں ہے؟

جواب: ماضی کو اسم سے کچھ مشابہت حاصل ہوتی ہے جس طرح اسم نکرہ کی صفت بنتا ہے اسی طرح ماضی بھی نکرہ کی صفت بنتی ہے جیسے مَرَدْتُ بِرَجُلٍ ضَرَبَ اور ابھی ماضی میں قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ جس فعل کو اسم سے کامل مشابہت ہو وہ معرب ہوتا ہے..... اور جسے بالکل مشابہت نہ ہو وہ مبنی علی السکون ہوتا ہے اور جسے کچھ مشابہت ہو وہ مبنی علی الحركة ہوتا ہے چونکہ فعل ماضی کو بھی اسم سے کچھ مشابہت ہے اس لئے یہ مبنی علی الحركة ہے۔

وَعَلَى الْفَتْحِ لِأَنَّهُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ماضی فتح پر مبنی کیوں؟

جواب: ماضی کو فتح اس لئے دیا گیا کہ فتح اور سکون میں مناسبت ہے..... کیونکہ فتح الف کی جزء ہے یعنی الف دو فتح کے برابر ہوتا ہے اور الف ہوتا ہی وہ ہے جو جو ساکن ہو کیونکہ متحرک کو ہمزہ کہتے ہیں..... پس ماضی کو اصلاً مبنی علی السکون ہونا چاہیے تھا لیکن اسم سے اس کی کچھ مشابہت کی وجہ سے اسے مبنی علی الحركة بنا دیا گیا اور پھر اس کے لئے وہ حرکت اختیار کی جو سکون کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے اور وہ فتح کی حرکت ہے۔

ماضی معرب کیوں نہیں؟

وَلَمْ يُعْرَبْ لِأَنِّي اسْمَ الْفَاعِلِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جب ماضی اسم کے مشابہہ ہے تو اسے معرب کیوں نہیں بنایا حالانکہ مضارع کا معرب ہونا اسی

مشابہت کی وجہ سے ہے؟

جواب: ماضی کو اگر اسم کے ساتھ مشابہت ہے لیکن یہ مشابہت اس کے معرب ہونے کے لئے کافی نہیں بلکہ اس کے لئے کچھ اور شرائط ہیں جو مضارع میں پائی جاتی ہیں لیکن ماضی میں نہیں پائی جاتیں..... ان میں سے ایک یہ ہے کہ فعل! جس اسم معرب کے مشابہہ ہو اس اسم نے اس فعل سے عمل حاصل کیا ہو..... پس اس کے عوض میں اسے اعراب دیا جاتا ہے یا اسے اسم کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت ہو اور یہ باتیں مضارع میں پائی جاتی ہیں ماضی میں نہیں..... یہی وجہ ہے کہ مضارع کو اسم کے ساتھ زیادہ مشابہت حاصل ہونے کی وجہ سے معرب رکھا گیا ہے، لیکن ماضی کو کم مشابہت حاصل ہے لہذا وہ فتح پر مبنی ہے اور امر کو بالکل مشابہت ہی نہیں وہ مبنی بر سکون ہے۔

سوال: اسم کے ساتھ مشابہت کی کیا صورتیں ہیں؟

﴿جواب﴾: اسم کے ساتھ مشابہت کی صورتوں میں سے چند صورتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

1: حرکات و سکنات کا ایک جیسا ہونا۔ 2: نکرہ کی صفت واقع ہونا۔

3: مبتدا کی خبر واقع ہونا۔ 4: شروع میں لام ابتدا کا آنا۔

☆ یہ تمام چیزیں فعل مضارع میں پائی جاتی ہیں..... جبکہ ماضی میں ان میں سے کچھ چیزیں پائی جاتی ہیں..... لہذا فعل مضارع کو اسم سے مشابہت تامہ حاصل ہے..... اور فعل ماضی کو مشابہت ناقصہ حاصل ہے۔

وَزِيدَتِ الْاَلِفُ وَالْوَاوُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: فعل ماضی کے آخر میں الف، واو اور نون کا اضافہ کیوں کیا جاتا ہے؟

﴿جواب﴾: تاکہ ان حروف سے فاعل کی ضمیروں (هُمَا، هُمَا، هُنَّ) پر دلالت پائی جائے۔

وَضُمَّ الْبَاءُ فِي ضَرَبُوا الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ماضی تو مبنی بر فتح ہوتی ہے تو ضَرَبُوا میں باء پر ضمہ کیوں دیا گیا ہے؟

﴿جواب﴾: چونکہ ضَرَبُوا میں باء کے بعد واو آتی ہے پس واو کی مناسبت سے باء کو ضمہ دے دیا گیا۔

بِخِلَافِ رَمَوْا اِنَّ الْمِيمَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: رَمَوْا میں بھی واو سے پہلے میم کو ضمہ دینا چاہیے تھا کیونکہ وہ بھی واو کا ماقبل ہے..... لیکن آپ نے

اسے فتح دے دیا ہے..... ایسا کیوں؟

﴿جواب﴾: رَمَوْا میں میم واو کا ماقبل نہیں بلکہ یہاں واو کا ماقبل یاء ہے جو کہ محذوف ہے اصل میں رَمَيُوا تھا۔

وَضُمَّ فِي رَضُوا الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: رَضُوا میں بھی واو کا ماقبل ضا نہیں لیکن آپ نے اسے تو واو کی وجہ سے ضمہ دے دیا ہے ایسا کیوں؟

﴿جواب﴾: رَضُوا اصل میں رَضِيُوا تھا..... جس میں کسرہ تحقیق سے ضمہ تقدیریہ کی طرف خروج ہو رہا تھا

..... پس اس خروج سے بچنے کے لئے ضا کو ضمہ دے دیا..... رہی یہ بات کہ ایسی صورت میں فتح بھی تو دیا جاسکتا تھا تو جواباً عرض

یہ ہے کہ فتح کی بنسبت ضمہ واو کے زیادہ مناسب تھا۔

واو عطف اور واو جمع میں فرق

وَكُتِبَ الْاَلِفُ فِي ضَرَبُوا الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: جمع کے صیغے مثلاً ضَرَبُوا کے آخر میں الف بڑھانے کی کیا وجہ ہے؟

﴿جواب﴾: اس کی دو وجہیں ہیں۔ (۱) واو عطف اور واو جمع میں فرق کرنے کے لئے مثلاً حَضَرَ وَقَتَلَ

میں واو عطف ہے اور اگر جمع کے صیغے کے آخر میں الف نہ ہوتا تو یہاں واو جمع کا شبہ ہو سکتا تھا۔

(۲) جمع کے صیغہ کے آخر میں الف اس لئے جاتا ہے تاکہ جمع اور واحد کی واؤ میں فرق ہو سکے..... مثلاً جن لوگوں کے ہاں حرف جازم کی وجہ سے فعل کے آخر سے حرف علت نہیں گرتا تو وہ لَمْ يَدْعُوْا پڑھتے ہیں..... تو ان کے نزدیک واحد اور جمع کے صیغہ میں اسی الف کے ذریعے ہی تمیز ہو سکتی ہے۔

﴿اعتراض﴾: قرآن پاک کے پارہ اول میں يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ اور پارہ نمبر چھ میں يَغْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ میں يَتْلُوْا اور يَغْفُوْا واحد کے صیغے ہیں لیکن ان کے بعد الف مذکور ہے..... جبکہ آپ کے بیان کردہ قاعدہ کے تحت تو نہیں ہونا چاہیے تھا۔

﴿جواب﴾: یہ رسم الخط کی غلطی ہے اور عدم توجہ ہے..... سعودیہ کے چھوٹے قرآن کے نسخوں میں ان مقامات پر الف پروازہ ڈال کر ان کے اس مقام پر نہ ہونے کی نشاندہی کی گئی ہے۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

﴿عبارت﴾: وَجُعِلَتِ التَّاءُ عَلَامَةً لِلْمُوْنِثِ فِي ضَرْبَتِ لَانَّ التَّاءِ مِنَ الْمَخْرَجِ الثَّانِي وَالْمُوْنِثُ اَيْضًا ثَانٍ فِي التَّخْلِيْقِ وَهَذِهِ التَّاءُ لَيْسَتْ بِضَمِيْرٍ كَمَا يَجِيْءُ وَأُسْكِنَتِ الْبَاءُ فِي مِثْلِ ضَرْبِنَ وَضَرْبَتَ حَتَّى لَا يَجْتَمِعَ اَرْبَعُ حَرَكَاتٍ مُّتَوَالِيَاتٍ فَيَمَاهُوْ كَالْكَلِمَةِ الْوَاحِدَةِ وَمِنْ ثَمَّ لَا يَجُوْزُ الْعَطْفُ عَلَى ضَمِيْرِهِ بِغَيْرِ التَّائِيْدِ فَلَا يَقَالُ ضَرْبَتَ وَزَيْدٌ بَلْ يُقَالُ ضَرْبَتَ أَنْتَ وَزَيْدٌ بِخِلَافِ ضَرْبَتَا لَانَّ حَرْكََةَ التَّاءِ فِيهِ فِي حُكْمِ السُّكُوْنِ وَمِنْ ثَمَّ يَسْقُطُ الْاَلِفُ فِي رَمَتَا لِكُوْنِ التَّحْرِيْكِ عَارِضًا لَا فِي لُغَةٍ رَدِيَّةٍ يَقُوْلُ أَهْلُهُارَمَاتَاوَبِخِلَافِ مِثْلِ ضَرْبِكَ لِأَنَّهُ لَيْسَ كَالْكَلِمَةِ الْوَاحِدَةِ لِأَنَّ ضَمِيْرَهُ ضَمِيْرٌ مَنْصُوْبٌ وَبِخِلَافِ هَذَا بَدَلًا أَنْ أَصْلَهُ هَذَا بَدَلُكُمْ قُصِّرَ كَمَا فِي مَخِيْطٍ أَصْلُهُ مَخِيْطٌ وَحُذِفَتِ التَّاءُ فِي ضَرْبِنَ حَتَّى لَا يَجْتَمِعَ عَلَامَتَا التَّائِيْثِ كَمَا فِي مُسْلِمَاتٍ وَإِنْ لَمْ تَكُوْنَا مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ لِيَقْلُ الْفِعْلُ بِخِلَافِ حُبْلِيَّاتٍ لِعَدَمِ الْجِنْسِيَّةِ وَسُوْىَ بَيْنَ تَشْيِيْعِي الْمَخَاطَبِ وَالْمَخَاطَبَةِ وَبَيْنَ الْأَخْبَارَاتِ لِقَلَّةِ الْأَسْتِعْمَالِ فِي التَّشْيِيْعِ وَوُضِعَ الضَّمَانُ لِلْأَعْجَازِ وَعَدَمِ الْإِلْتِبَاسِ فِي الْأَخْبَارَاتِ وَزَيْدَتِ الْمِيْمُ فِي ضَرْبَتُمَا حَتَّى لَا يَلْتَبَسَ بِالْاَلِفِ الْأَشْبَاعُ فِي مِثْلِ قَوْلِ الشَّاعِرِ

أَخُوْكَ أَخُوْمُكَ أَثَرٌ وَوَضَحُكَ
وَحَيَّاكَ الْإِلَٰهَ فَكَيْفَ أَنْتَا
فَإِنَّكَ ضَامِنٌ بِالرِّزْقِ حَتَّى
تُوَفِّيَ كُلَّ نَفْسٍ مَا ضَمِنْتَا

﴿ترجمہ﴾: اور ضَرْبَتِ میں تا کو مونث کی علامت بنایا گیا اس لیے اس لیے تا دوسرے مخرج سے ہے اور

مَوْنُث کا بھی تخلیق میں دوسرا درجہ ہے اور یہ تاء ایسی ضمیر نہیں ہے کہ جس طرح کہ آخر میں ضمائر کی بحث میں آئے گا اور ضَرْبُئِ ضَرْبُت جیسے صیغوں میں ہاء کو ساکن کر دیا گیا تاکہ چار حرکات لگا تار جم نہ ہوں اس جگہ میں کہ جو ایک ہی کلمہ کے حکم میں ہوا اسی وجہ سے بغیر تاکید کے اس کی ضمیر پر عطف ڈالنا جائز نہیں ہے تو پس ضَرْبُت وَزَيْدُہ نہیں کہا جائے گا۔ ضَرْبُتْ اَنْتَ وَزَيْدُہ کہا جائے گا۔ بخلاف ضَرْبُتْا کے کہ اس میں تاء کی حرکت سکون کے حکم میں ہے اسی وجہ سے رَمَاتا میں الف گر جاتی ہے حرکت کے عارضی ہونے کی وجہ سے مگر ضعیف لغت میں نہیں گرتی۔ جیسا کہ لغت ضعیفہ میں ہے کہ اس لغت کو اختیار کرنے والے رَمَاتا کہتے ہیں اور بخلاف مثل ضَرْبُکْ کے، اس لیے کہ وہ ایک کلمہ کی طرح نہیں ہے اس لیے کہ اس کی ضمیر ضمیر منصوب ہے اور بخلاف هُذْبَدِ کے کہ اس کی اصل هُذْبَدُ ہے پھر قصر (کی کی گئی) کیا گیا جیسا کہ مَخِيْطُ میں کہ اس کی اصل مَخِيْطُ ہے اور ضَرْبُئِ میں تاء کو حذف کر دیا گیا تاکہ تانیث کی دو علامات اکٹھی نہ ہوں جیسا کہ مُسْلِمَات میں ہے اگرچہ وہ دونوں ایک ہی جنس سے نہیں ہیں فعل کے ثقل کی وجہ سے بخلاف حُبْلِيَّات کے جنسیات کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اور برابری کی گئی مذکر مخاطب اور مَوْنُث مخاطب (دونوں صیغوں) میں اور اخبارات میں تشبیہ میں قلت استعمال کی وجہ سے۔ اور ضمیروں کا رکھنا اختصار کی وجہ سے اور التباس نہ ہونے کی غرض سے ہے، اخبارات میں اور ضَرْبُتْمَا میں میم کو زیادہ کیا گیا تاکہ الف کے ساتھ اشباع کا التباس نہ ہو۔ شاعر کے قول کی مثل میں، تیرا بھائی تو ہنس مکھ اور خوش باش تھا، اللہ تعالیٰ تجھے زندہ رکھے تو کیسا ہے، کیا تو رزق کا ضامن ہے کہ جس کا تو ضامن نہیں ہو گا وہ بھوکا مر جائیگا۔

﴿تشریح﴾

وَجُعِلَتِ التَّاءُ عِلَامَةً الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾ حرف تاء کی مَوْنُث کی علامت کے طور پر تخصیص کیوں کی گئی ہے؟

﴿جواب﴾ چونکہ تاء دوسرے مخرج یعنی منہ کے درمیان سے نکلتی ہے اور مَوْنُث یعنی عورت تخلیق میں دوسرے نمبر پر ہے۔ کہ آدم علیہ السلام کی تخلیق پہلے ہوئی پھر سیدہ حوا کی تخلیق ہوئی، تو اس طرح ثانی درجہ پر تخلیق ہونے والی کو ثانی مخرج والا لفظ دے دیا۔

ضَرْبُتْ میں تاء صرف علامت تانیث ہے:

وَهَذِهِ التَّاءُ لَيْسَتْ بِضَمِيرٍ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ واحد مَوْنُث غائب کی ضمیر تاء نہیں ہوتی، بلکہ یہ (تاء) فقط علامت تانیث ہے، کیونکہ اگر یہ ضمیر ہوتی تو اس کے ساتھ فاعل اسم ظاہر نہ آسکتا، حالانکہ اس کا فاعل اسم ظاہر آتا رہتا ہے، جیسے کہا جائے ضَرْبُتْ هِنْدُ۔

﴿اعراض مواج الادواح﴾

﴿سوال﴾: یہ تاء ساکن کیوں لائی جاتی ہے؟

﴿جواب﴾: ایک تو اس لئے تاکہ ایک کلمہ میں پے درپے چار حرکات نہ آجائیں، اور دوسرا اس لئے تاکہ واحد

مذکر حاضر، واحد مؤنث حاضر اور واحد متکلم سے التماس نہ لازم آئے۔

وَأُمْسِكْتِ الْكَاءُ فِي مِثْلِ ضَرْبَيْنِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ضَرْبَيْنِ سے لے کر آخر تک کے صیغوں میں باء کو ساکن کیوں کیا گیا ہے؟

﴿جواب﴾: ضمیر مرفوع متصل کو شدت و اتصال حاصل ہوتا ہے..... اور اس شدت و اتصال کی وجہ سے وہ بمنزل

کلمہ واحدہ کے ہوتی ہے اور ایک کلمہ میں پے درپے چار حرکتوں کا جمع ہونا منع ہوتا ہے اس لئے ان تمام صیغوں میں باء کو ساکن کیا جاتا ہے۔

وَمِنْ ثَمَّ لَا يَجُوزُ الْعَطْفُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: ضَرْبَيْنِ وغیرہ میں دو کلمے ہیں یعنی ایک فعل اور دوسرا فاعل لیکن آپ اسے ایک کلمہ کی طرح قرار

دے رہے ہیں، اس کے ایک کلمہ ہونے پر کیا دلیل ہے۔

﴿جواب﴾: ان دو کلموں کے درمیان شدت و اتصال ہے اس لئے یہ دو کلمے ہو کر بھی ایک کلمہ کی طرح ہیں، یہی وجہ ہے

کہ اس کی ضمیر پر تاکید کے بغیر عطف جائز نہیں مثلاً ضَرْبْتُ وَزَيْدٌ نہیں کہہ سکتے بلکہ ضَرْبْتُ أَنْتَ وَزَيْدٌ کہیں گے۔

بِخِلَافِ ضَرْبَتَا لَأَنَّ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: آپ نے کہا کہ ایک کلمہ میں پے درپے چار حرکتوں کا جمع ہونا منع ہوتا ہے، پس اسی وجہ سے

ضَرْبَيْنِ سے لیکر آخر تک با کلمہ کو ساکن کر دیا..... تو اسی قاعدے کے تحت ضَرْبَتَا میں باء کو ساکن کیوں نہیں کیا گیا؟

﴿جواب﴾: ضَرْبَتَا میں تاء پر حرکت عارضی ہے، اصل میں سکون ہے کیونکہ یہ ضَرْبْتُ سے بنا ہے، الف تثنیہ

کا اس کے آخر میں زیادہ کیا گیا ہے اور الف ماقبل فتح چاہتا ہے، اس لئے ماقبل کو فتح دے دیا گیا، اور عارضی حرکت سکون کے حکم

میں ہوتی ہے، اس لئے ایک کلمہ میں پے درپے چار حرکتوں کا جمع ہونا لازم نہیں آیا۔

وَمِنْ ثَمَّ يَسْقُطُ الْأَلِفُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اس امر پر دلیل دینا ہے کہ ضَرْبَتَا میں تاء پر حرکت

سکون کے حکم میں ہے..... مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اسی وجہ سے دَمَتَا میں الف گر گیا یعنی اصل میں یہ دَمَتَتَا تھا،

چونکہ یا متحرک اور اس کا ماقبل مفتوح ہے لہذا یا ء کو الف سے بدل دیا اور تاء اصل میں ساکن ہے، لہذا اجتماع ساکنین ہوا، جس کی

وجہ سے الف کو گرا دیا اور دَمَتَا ہو گیا..... البتہ ایک ضعیف لہفت میں اسے دَمَاتَا پڑھا جاتا ہے۔

وَبِخِلَافِ مِثْلِ ضَرْبِكَ لَأَنَّ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: ضَرْبِكَ میں بھی چار حرکات مسلسل آرہی ہیں لہذا یہاں باء کو ساکن کیوں نہیں کیا گیا؟

﴿جواب﴾: ضَرْبَتُكَ میں چار حرکات دو کلموں میں ہیں اور یہ دونوں ایک کلمہ کی طرح بھی نہیں، کیونکہ یہاں ضمیر مخاطب! مفعول کی ضمیر ہے۔

وَبِخِلَافٍ هُدْبَةٍ لَّأَنَّ أَصْلَهُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: ہدٰیہ میں بھی چار حرکتوں کا پے در پے اجتماع ہے تو یہاں کسی حرف کو ساکن کیوں نہیں کیا گیا؟

﴿جواب﴾: **هُدَبْدٌ** (رات کو نظر نہ آنا، درخت سے نکلنے والی گوند) اصل میں **هُدَا بَدٌ** ہے پھر الف کو تخفیف کے

ارادے سے گرا دیا..... لہذا یہاں چار حرکات پے درپے نہیں۔ جیسے مَخِيْطُ (سوئی، سینے کا آلہ) اصل میں مَخِيْطُ تھا پھر تخفیف کی غرض سے الف کو گرا دیا۔

وَحُذِفَتِ التَّاءُ فِي ضَرْبِ النَّحْ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ضَرْبُ جَمْعِ مَوْنُثِ کا صیغہ ہے اس سے تاء تانیث کو گرایا کیوں گیا ہے؟

﴿جواب﴾: تاکہ تانیث کی دو علامتیں (تاء اور نون) ایک مقام پر جمع نہ ہو جائیں، جیسے مُسْلِمَةٌ میں تائے

وحدۃ کو حذف کر دیا گیا اور تاء جمع مؤنث سالم کی علامت کو ساتھ ملایا تو مُسَلِّمَاتُ ہو گیا، اس میں بھی ایک علامت کو حذف کر دیا گیا تاکہ ایک کلمہ میں تانیث کی دو علامتیں اکٹھی نہ ہو جائیں۔

وَأِنْ لَّمْ تَكُونَا مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دیتا ہے۔

﴿اعتراض﴾: یہ دونوں علامتیں ایک جنس کی نہیں کیونکہ ایک واحد کی ہے اور ایک جمع کی ہے، لہذا ان کے اکٹھا ہو

نے سے کوئی خرابی لازم نہیں آتی..... تو پھر کیوں گرا دیا گیا؟

(جواب) : ان کے اجتماع سے نقل لازم آتا تھا اس لئے ایک علامت کو حذف کر دیا گیا۔

بِخِلَافِ حُبْلِيَّاتٍ لِعَدَمِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿اعتراض﴾: حُبَلَات میں تانیث کی دونوں علامتیں..... یعنی الف مقصورہ اور تاء جمع ہیں..... یہاں ایک

علامت کو کیوں نہیں گرایا گیا؟۔

﴿جواب﴾: چونکہ یہ دونوں علامتیں ایک جنس کی نہیں ہیں اور ان سے ثقل بھی پیدا نہیں ہو رہا۔

﴿سوال﴾: آپ نے مُسْلِمَات میں دونوں علامتوں کے ہم جنس نہ ہونے کے باوجود ایک کو حذف کیا تو یہاں

ایسا کیوں نہیں کیا گیا؟

﴿جواب﴾: اصل میں حُبْلٰی کا الف کلمہ کا حصہ ہے جو حُبْلِیَّات میں یاء سے بدل گیا، جبکہ مُسْلِمَات کے

واحد مُسْلِمَہٗ میں تاءِ کلمے کا حصہ نہیں، بلکہ زائد ہے لہذا اسے حذف کر دیا گیا۔

سُوْیَ بَيْنَ تَنْثِيْتِي النِّخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

تثنیہ مخاطب کے دو صیغوں کو ایک جیسا کیوں رکھا؟

﴿سوال﴾: تثنیہ مخاطب کے دو صیغوں کو ایک جیسا رکھا گیا ہے، مثلاً ضَرَبْتُمَا اور متکلم میں واحد کے لئے دو کی بجائے ایک صیغہ ضَرَبْتُ اور تثنیہ جمع کے لئے چار کی بجائے ایک صیغہ ضَرَبْنَا کیوں رکھا گیا ہے؟

﴿جواب﴾: چونکہ مخاطب کے صیغہ کم استعمال ہوتے ہیں، نیز ضمیر کی وضع ہی اختصار کے لئے ہوئی ہے، لہذا مخاطب کے لئے دو کی بجائے ایک صیغہ بطور اختصار استعمال کیا، نیز متکلم کے صیغوں میں مذکر و مؤنث اور تثنیہ جمع کا شبہ نہیں پڑتا، کیونکہ متکلم سامنے نظر آ رہا ہوتا ہے، یا اس کی آواز سے پہچان ہو جاتی ہے، لہذا اختصار سے کام لیا گیا۔

وَزِيدَتْ الْمِیمُ فِی ضَرَبْتُمَا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: تثنیہ مذکر حاضر اور تثنیہ مؤنث حاضر میں میم کا اضافہ کر کے ضَرَبْتُمَا کیوں پڑھا جاتا ہے؟ ضَرَبْتُ اور ضَرَبْتِ کے آخر میں صرف الف تثنیہ کا اضافہ کر کے ضَرَبْتَا پڑھ لیا جاتا؟

﴿جواب﴾: تاکہ الف اشباع کے ساتھ التباس لازم نہ آئے، اشباع کا معنی ہے سیر کرنا اور اصطلاحاً فتح کو لمبا کر کے پڑھنا تاکہ الف پیدا ہو اشباع کہلاتا ہے..... اشعار میں اشباع کی ضرورت پڑتی رہتی ہے جیسا کہ ان اشعار میں ہوا ہے۔

أَخُوكَ أَخُو مَکَاثِرَةٍ وَوَضَحْلٍ وَحَيَاكَ إِلَهُ فَكَيْفَ أَتَا
فَإِنَّكَ ضَامِنٌ بِالرِّزْقِ حَتَّى تُؤَفِّيَ كُلَّ نَفْسٍ مَّا ضَمِنْتَ

تیرا بھائی تو ہنس مکھ اور خوش باش تھا، اللہ تعالیٰ تجھے زندہ رکھے تو کیسا ہے، کیا تو رزق کا ضامن ہے کہ جس کا تو ضامن نہیں ہوگا وہ بھوکا مرجائے گا۔ یہاں اَتَا اور ضَمِنْتَ اصل میں اَنْتَ اور ضَمِنْتَ ہیں، الف اشباع کا ہے..... اگر تثنیہ کے صیغوں میں میم نہ ہوتی تو یہاں اشتباہ ہو جاتا کہ آیا کہ یہ تثنیہ کا صیغہ ہے یا واحد کا ہے۔

﴿فائدہ﴾: مندرجہ بالا اشعار کا پس منظر یہ ہے کہ یہ اشعار ایک عورت نے کہے، جس کا خاوند ہنس مکھ اور خوش مزاج تھا لیکن اس کے انتقال کے بعد اس کی شادی اس کے بھائی سے کر دی گئی جس کی طبیعت اپنے بھائی کی طبیعت کے برعکس تھی، یعنی وہ سُرِیل طبیعت کا مالک تھا ہر وقت اس کے چہرے پر تیوری چڑھی رہتی تھی۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

﴿عبارت﴾: وَخُصَّتِ الْمِیمُ فِی ضَرَبْتُمَا لِأَنَّ تَحْتَهُ اَنْتُمَا مُضْمَرَةٌ وَادْخَلَتْ فِی اَنْتُمَا الْقُرْبُ الْمِیمِ اِلَى التَّاءِ فِی الْمَخْرَجِ وَقِيلَ تَبَعَالَهُمَا كَمَا يَجِیءُ وَضُمَّتِ التَّاءُ فِی ضَرَبْتُمَا وَضَرَبْتُنَّ لِأَنَّهَا ضَمِيرُ الْفَاعِلِ وَفُتِحَتْ فِی الْوَاحِدِ خَوْفًا مِّنَ الْاَلْتِبَاسِ بِالْمُتَكَلِّمِ وَلَا اَلْتِبَاسَ فِی التَّثْنِیَّةِ وَقِيلَ اِتَّبَاعًا لِلْمِیمِ لِأَنَّ الْمِیمَ شَفَوِيَّةٌ فَجَعَلُوا اَحْرَکَةَ التَّاءِ مِّنْ جَنْسِهَا وَهُوَ الضَّمُّ الشَّفَوِيُّ وَزِيدَتْ الْمِیمُ فِی ضَرَبْتُمَا حَتَّى يَطَّرِدَ تَثْنِیَّتُهُ وَضَمِيرُ الْجَمْعِ

فِيهِ مَحْذُوفٌ وَهُوَ الْوَاوُ لَاَنَّ اَصْلَهُ ضَرَبْتُمْوَا فَحَذَفَتْ الْوَاوُ لَاَنَّ الْمِيمَ بِمَنْزِلَةِ الْاِسْمِ وَلَا يُوجَدُ فِي اِخْرِ الْاِسْمِ وَاَوْقَبْلَهَا مَضْمُومٌ الْاَلِفُ هُوَ وَمِنْ ثُمَّ يُقَالُ فِي جَمْعٍ دَلُوْ اَدِلْ بِخِلَافٍ ضَرَبُوْا لَاَنَّ بَاءَهُ لَيْسَ بِمَنْزِلَةِ الْاِسْمِ وَبِخِلَافٍ ضَرَبْتُمُوْهُ لَاَنَّ الْوَاوُ قَدْ خَرَجَ مِنَ الطَّرَفِ بِسَبَبِ الضَّمِيرِ كَمَا فِي عِظَايَةِ وَشَدَّ النَّوْنُ فِي ضَرَبْتُنْ دُونَ ضَرَبْنِ لَاَنَّ اَصْلَهُ ضَرَبْتُمْنَ فَادْغَمَ الْمِيمُ فِي النَّوْنِ لِقُرْبِ الْمِيمِ مِنَ النَّوْنِ وَمِنْ ثُمَّ تَبَدَّلَ الْمِيمُ مِنَ النَّوْنِ كَمَا فِي عَمْرٍ اَصْلُهُ اَعْبُرُوْا قِيلَ اَصْلُهُ ضَرَبْتُنْ فَاُرِيدَ اَنْ يَكُوْنَ مَاقْبَلِ النَّوْنِ سَاكِنًا لِطَرْدِ جَمِيعِ نَوَاتِ النَّسَاءِ وَلَا يُمْكِنُ اِسْكَانُ تَاءِ الْخِطَابِ لِاجْتِمَاعِ السَّاكِنِيْنَ وَلَا يُمْكِنُ حَذْفُهَا لَاَنْهَا عَلَامَةٌ وَالْعَلَامَةُ لَا تُحَذَفُ فَادْخَلَ النَّوْنُ لِقُرْبِ النَّوْنِ مِنَ النَّوْنِ ثُمَّ ادْغَمَ فَصَارَ ضَرَبْتُنْ فَاِنْ قِيلَ لِمَ زِيدَتْ التَّاءُ فِي ضَرَبْتُنْ قُلْنَا لَاَنَّ تَحْتَهُ اَنَامُضْمَرٌ وَلَا يُمْكِنُ الزِّيَادَةُ مِنْ حُرُوفِهِ لِلْاِلْتِبَاسِ فَاخْتِصِرَتِ التَّاءُ لَوْجُودِهِ فِي اخَوْتِهِ وَزِيدَتْ النَّوْنُ فِي ضَرَبْنِ لَاَنَّ تَحْتَهُ نَحْنُ مُضْمَرٌ ثُمَّ زِيدَتْ الْاَلِفُ حَتَّى لَا يَلْتَبِسَ بِضَرَبْنِ فَصَارَ ضَرَبْنَا

﴿ترجمہ﴾: اور ميم کو ضمير بتما کے درمیان میں رکھنے کے لیے چن لیا گیا اس لیے کہ اس کے نیچے انتما پوشیدہ ہے۔ اور انتما میں ميم کو تاء کے مخرج میں قریب ہونے کی وجہ سے داخل کیا گیا اور بعض لوگوں کی طرف سے یہ بھی کہا گیا ہے یہ ان دونوں کے لیے تبعاً کیا گیا ہے جیسا کہ عنقریب آگے آئے گا اور ضَرَبْتُمَّا ضَرَبْتُمَّ اور ضَرَبْتُنْ میں تاء کو ضمہ دے دیا گیا اس لیے کہ وہ فاعل کی ضمیر ہے اور واحد میں فتح دیا گیا متکلم کے صیغے کے ساتھ التباس کے خوف کی وجہ سے اور تشبیہ کے صیغہ میں کوئی التباس نہیں ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ضَرَبْتُمَّا ضَرَبْتُمَّ اور ضَرَبْتُنْ میں تاء کو ضمہ ميم کی اتباع کے لیے دیا گیا اس لیے کہ ميم حروف شفویہ میں سے ہے تو پس انہوں نے تاء کی حرکت کو بھی اسی کی جنس سے بنا دیا اور وہ ضمہ شفوی ہے اور ميم کو ضَرَبْتُمَّ میں زائد کیا گیا تاکہ تشبیہ کے موافق ہو جائے اور جمع کی ضمیر اس میں محذوف ہے اور وہ واو ہے اس لیے کہ اس کی اصل ضَرَبْتُمَّوَا ہے پس واو کو حذف کر دیا گیا اس لیے کہ ميم اس کے قائم مقام ہے اور اس کے آخر میں کوئی ایسی واو نہیں پائی جاتی کہ اس کا ماقبل مضموم ہو سوائے هُوَ کے، اور اسی وجہ سے دَلُوْ کی جمع میں اَدِلْ میں کہا گیا بخلاف ضَرَبُوْا کے کیونکہ اس کی باء اسم کے قائم مقام نہیں ہے، اور بخلاف ضَرَبْتُمُوْہ کے، اس لیے اس کی واو ضمیر کے سبب سے آخر میں ٹکلی ہوئی ہے جیسا عِظَايَةِ میں ہے اور نون کو ضَرَبْتُنْ میں مشدود کیا گیا ہے ضَرَبْنِ میں نہیں اس لیے ضَرَبْتُنْ کی اصل ضَرَبْتُمْنِ ہے اس لیے کہ ميم کو نون سے بدلا گیا ہے ميم اور نون کے قریب مخرج ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ عَمْرٍ میں نون کو ميم سے بدلا گیا کیونکہ اس کی اصل عَمْرٍ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی اصل ضَرَبْتُنْ ہے پس اس سے ارادہ کیا گیا

کہ نون کا ماقبل مؤنث کے تمام نونات کے ساتھ موافقت کی وجہ سے ساکن ہونا چاہیے اور تائے مخاطبہ کا اجتماع ساکنین کی وجہ سے ساکن کرنا ممکن نہیں اور نہ ہی اس کا حذف کرنا ممکن ہے اس لئے کہ تاء علامت ہے اور علامت حذف نہیں کی جاسکتی تو پس نون کو نون کے قرب کی وجہ سے داخل کر دیا گیا، پھر اس کا ادغام کر دیا تو وہ ضَرْبُتْنٌ ہو گیا۔ پس اگر یوں کہا جائے کہ ضَرْبُتْنٌ تاء کو داخل کیوں کیا گیا؟ تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ انا ضمیر اس کے نیچے پوشیدہ ہے اور انا کے حروف میں سے اس (ضَرْبُتْنٌ) میں زیادتی ممکن نہیں تھی التباس کی وجہ سے تو پس تاء کو اس اخوات میں پائے جانے کی وجہ سے اختیار کر لیا گیا۔ اور نون کو ضَرْبُتْنِی میں زائد کیا گیا اس لیے کہ اس کے نیچے نَحْنُ ضمیر پوشیدہ ہے پھر الف کو آخر میں زائد کر دیا گیا تاکہ ضَرْبُتْنِ کے ساتھ التباس لازم نہ آئے تو پس ضَرْبُتْنِ ہو گیا۔

﴿تشریح﴾:

وَحُصِّتِ الْمِيمُ فِي ضَرْبَتِمَا النِّخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
﴿سوال﴾: الف اشباع اور الف تثنیہ میں فرق کرنے کے لئے تثنیہ کے صیغہ میں میم کی بجائے کوئی اور حرف کیوں نہیں لایا گیا؟

﴿جواب﴾: کیونکہ تثنیہ کی ضمیر ”اَنْتُمَا“ میں بھی میم ہے پس اسی مناسبت سے یہاں بھی میم لائی گئی۔
وَاَدْخِلْتُ فِي اَنْتُمَا النِّخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اَنْتُمَا میں میم کو کیوں لایا گیا ہے؟
﴿جواب﴾: اس لئے کہ تاء اور میم قریب المخرج ہیں، اور بعض نے کہا کہ چونکہ غائب کی ضمیر هُمَا میں میم ہے لہذا اس کی اتباع میں یہاں میم لائی گئی ہے۔

وَضُمَّتِ التَّاءُ فِي ضَرْبَتِمَا النِّخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ضَرْبَتِمَا، ضَرْبَتْنِ اور ضَرْبُتْنِ میں تاء کو ضمہ کیوں کیا گیا ہے؟

﴿جواب﴾: چونکہ یہ ضمیر فاعل ہے اور فاعل مرفوع ہوتا ہے..... بعض لوگ کہتے ہیں کہ میم کی اتباع کی وجہ سے ضمہ دیا گیا کیونکہ میم شفوی ہے یعنی ہونٹوں سے نکلنے والی ہے..... پس تاء کو میم کی ہم جنس حرکت دی گئی..... اور وہ ضمہ ہے کیونکہ یہ بھی شفوی ہے۔

وَفُتِحَتْ فِي الْوَاحِدِ خَوْفَا النِّخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ضَرْبُتْنِ واحد مذکر حاضر میں بھی تاء! ضمیر فاعل ہے لیکن وہ مرفوع نہیں؟

﴿جواب﴾: یہاں (واحد مذکر حاضر میں) فتحہ اس لئے دیا گیا ہے تاکہ واحد متکلم کے صیغے کے ساتھ التباس

لازم نہ آئے جبکہ تثنیہ میں یہ خطرہ نہیں ہے۔

ضَرَبْتُمْ میں میم کو زائد کیوں کیا گیا؟

وَزِيدَتِ الْمِيمُ فِي ضَرَبْتُمْ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ضَرَبْتُمْ میں میم کو زائد کیوں کیا گیا؟

﴿جواب﴾: ضَرَبْتُمْ میں میم کا اضافہ اس لئے کیا گیا کہ وہ تثنیہ کے صیغہ کے موافق ہو جائے، کیونکہ تثنیہ میں بھی

میم کا اضافہ ہے۔

وَضَمِيرُ الْجَمْعِ فِيهِ مَحذُوفٌ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: جمع مذکر حاضر کے صیغے ضَرَبْتُمْ میں ضمیر فاعل کونسی ہے؟

﴿جواب﴾: اس کی ضمیر فاعل حرف واؤ ہے جو کہ محذوف ہے کیونکہ یہ اصل میں ضَرَبْتُمُوْا تھا، پھر واؤ کو حذف

کیا کیونکہ یہاں میم اسم کے قائم مقام ہے..... اور هُوَ کے علاوہ کوئی اسم نہیں جس کے آخر میں واؤ ہو اور ماقبل مضموم ہو۔

﴿سوال﴾: میم اسم کے قائم مقام کیوں ہوتی ہے؟

﴿جواب﴾: ثلاثی مجرد میں میم اسم مفعول، اسم ظرف، اسم آلہ اور مصدر میمی وغیرہ کی علامت ہے، اور غیر ثلاثی

مجرد میں اسم فاعل اور اسم مفعول کی علامت ہے، اس لئے اسے اسم کے قائم مقام کر دیا گیا۔

وَمِنْ ثَمَّ يُقَالُ فِي جَمْعِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اسم کے آخر میں واؤ اور اس سے پہلے ضمہ نہیں آتا، اس پر دلیل دیں۔

﴿جواب﴾: دَلُّوْ کی جمع اَدْلُوْ ہے لیکن اسے اَدْلٍ پڑھتے ہیں، کیونکہ اَدْلُوْ میں واؤ آخر میں ماقبل مضموم ہے، اور

یہ جائز نہیں، لہذا لام کے ضمہ کو کسرہ سے بدل کر واؤ کو یاء سے بدلا پھر یاء پر ضمہ ثقیل تھا تو گرا دیا..... یوں یاء اور تنوین میں اجتماع سائکین ہو گیا لہذا یاء کو گرا دیا تو اَدْلٍ ہو گیا۔

بِخِلَافِ ضَرَبُوا لِأَنَّ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: آپ کا بیان کردہ ضابطہ (اسم کے آخر میں واؤ اور اس سے پہلے ضمہ نہیں آتا) ضَرَبُوا اور

ضَرَبْتُمُوْ پر تو منطبق نہیں ہو رہا؟

﴿جواب﴾: ضَرَبُوا کی باء اسم کے قائم مقام نہیں، لہذا اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا، اور ضَرَبْتُمُوْ میں ضمیر

منصوب آنے کی وجہ سے واؤ آخر میں نہیں رہی، جیسے عَطَايَةُ کی یاء آخر میں تاء آنے کی وجہ سے کلمہ کا آخری حرف نہیں رہی، لہذا اسے ہمزہ سے نہیں بدلا گیا۔

وَشَدَّ النَّوْنُ فِي ضَرَبْتُمْ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ضَرْبُتْنِ میں نون کو مشد کیوں کیا گیا ہے حالانکہ ضَرْبُتْنِ میں مشد نہیں کیا گیا ہے؟

﴿جواب﴾: ضَرْبُتْنِ اصل میں ضَرْبُتْمَنْ تھا، کیونکہ تشنیہ کی موافقت میں یہاں بھی نون کا اضافہ کیا گیا، پس نون اور میم کے قریب الخرج ہونے کی وجہ سے میم کو نون سے بدل کر ادغام کر دیا، جبکہ بعض حضرات کے نزدیک یہ ضَرْبُتْنِ تھا چونکہ مونث کے بقیہ صیغوں میں نون کا ماقبل ساکن ہے، پس ان صیغوں کی موافقت کے لئے اس کے ماقبل کو ساکن کرنا مقصود تھا، تائے خطاب کو ساکن کرتے تو اجتماع ساکنین لازم آتا، اور اس کو علامت ہونے کی وجہ سے حذف کرنا بھی ممکن نہ تھا، لہذا ایک اور نون کا اضافہ کر کے ادغام کر دیا گیا تو اس طرح یہ ضَرْبُتْنِ ہو گیا۔

﴿سوال﴾: نون اور میم کو قریب الخرج ہونے کی بناء پر میم کو نون سے بدلنے پر کوئی مثال دیں۔

﴿جواب﴾: جیسے عَمْبَر..... اس کی اصل عَمْبَرُ تھی چونکہ نون میم کا قَرِيبُ الْمَخْرَجِ ہے پس اس بناء پر یہاں نون کو میم سے بدل دیا گیا۔

ضَرْبُتْ میں تاء کا اضافہ کیوں کیا گیا ہے؟

فَإِنْ قِيلَ لِمَ زِيدَتِ التَّاءُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال ذکر کر کے اس کا جواب دیتا ہے

﴿سوال﴾: صیغہ واحد متکلم یعنی ضَرْبُتْ میں تاء کا اضافہ کیوں کیا گیا ہے؟

﴿جواب﴾: واحد متکلم کی ضمیر اَنَا ہے اگر اس میں سے کوئی حرف زیادہ کرتے تو ضَرْبْنَا، ضَرْبُتْنِ بن کر تشنیہ مذکر

غائب، یا جمع مونث غائب کے صیغوں سے التباس لازم آتا، لہذا اضافہ کے لئے تاء کا انتخاب کیا گیا، کیونکہ دوسرے صیغوں مثلاً واحد مونث غائب، واحد مذکر حاضر اور واحد مونث حاضر میں بھی تاء کا اضافہ کیا گیا ہے۔

وَزِيدَتِ النَّوْنُ فِي ضَرْبْنَا الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: جمع متکلم کے صیغے یعنی ضَرْبْنَا میں ”نَا“ کا اضافہ کیوں کیا گیا؟

﴿جواب﴾: جمع متکلم کی ضمیر نَحْنُ ہے..... لہذا اس کے کسی ایسے حرف کا اضافہ ضروری تھا جو اس ضمیر پر دلالت

کرے، لہذا نون کا اضافہ کیا گیا..... البتہ جمع مونث غائب کے صیغے سے التباس سے بچنے کے لئے نون کے ساتھ الف کا بھی اضافہ کر دیا تو ضَرْبْنَا ہو گیا۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

مضمرات کا بیان

﴿عبارت﴾ : وَتَدْخُلُ الْمُضْمَرَاتُ فِي الْمَاضِي وَأَخَوَاتِهِ وَهِيَ تَرْتَقِي إِلَى سِتِّينَ نَوْعًا لَا تَهَافِي الْأَصْلَ ثَلَاثَةَ مَرْفُوعٍ وَمَنْصُوبٍ وَمَجْرُورٍ ثُمَّ يَصِيرُ كُلُّ وَاحِدٍ اثْنَيْنِ نَظَرًا إِلَى اتِّصَالِهِ وَإِنْ فَصَلَهُ فَاصْطَرَبَ الْإِثْنَيْنِ فِي الثَّلَاثَةِ حَتَّى يَصِيرَ سِتَّةً ثُمَّ أَخْرِجِ الْمَجْرُورَ الْمُنفَصِلَ حَتَّى لَا يَلْزَمَ تَقْدِيمُ الْمَجْرُورِ عَلَى الْجَارِ فَلَا يُقَالُ مَرَرْتُ زَيْدًا بَلْ يُقَالُ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ فَبَقِيَ لَكَ خَمْسَةُ مَرْفُوعٍ مُتَّصِلٍ وَمُنْفَصِلٍ وَمَنْصُوبٍ مُتَّصِلٍ وَمُنْفَصِلٍ وَمَجْرُورٍ مُتَّصِلٍ ثُمَّ انْظُرْ إِلَى الْمَرْفُوعِ الْمُتَّصِلِ وَهُوَ يَحْتَمِلُ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ نَوْعًا فِي الْعَقْلِ سِتًّا فِي الْغَيْبَةِ وَسِتًّا فِي الْمُخَاطَبَةِ وَسِتًّا فِي الْحِكَايَةِ وَاکْتَفَى بِخَمْسَةِ فِي الْغَيْبَةِ بِاشْتِرَاكِ التَّشْبِيهِ لِقَلَّةِ اسْتِعْمَالِهَا وَكَذَلِكَ فِي الْمُخَاطَبِ وَالْمُخَاطَبَةِ وَفِي الْحِكَايَةِ بِلَفْظَيْنِ لِأَنَّ الْمُتَكَلِّمَ يُرَى فِي أَكْثَرِ الْأَحْوَالِ وَيُعْلَمُ بِالصَّوْتِ أَنَّهُ مُدَّكَّرٌ أَوْ مُؤَنَّثٌ فَبَقِيَ لَكَ اثْنَا عَشَرَ نَوْعًا فَإِذَا صَارَ قِسْمٌ وَاحِدٌ مِنْ تِلْكَ الْأَقْسَامِ الْخَمْسَةِ اثْنِي عَشَرَ نَوْعًا فَيَصِيرُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهَا مِثْلُ ذَلِكَ فَيَحْصُلُ لَكَ بِضَرْبِ الْخَمْسَةِ فِي اثْنِي عَشَرَ سِتُونَ نَوْعًا اثْنِي عَشَرَ لِلْمَرْفُوعِ الْمُتَّصِلِ نَحْوُ ضَرَبَ إِلَى ضَرَبْنَا وَاثْنِي عَشَرَ لِلْمَرْفُوعِ الْمُنفَصِلِ نَحْوُ هُوَ ضَرَبَ إِلَى نَحْنُ ضَرَبْنَا

﴿ترجمہ﴾ : مضمرات! ماضی اور اس کے اخوات (مضارع، اسم فاعل، اسم مفعول وغیرہ) میں داخل ہوتی ہیں اور وہ ساٹھ قسموں تک پہنچتی ہیں، اس لئے کہ وہ اصل وضع کے اعتبار سے تین ہیں، مرفوع، منصوب اور مجرور، پھر ان تینوں میں سے ہر ایک اپنے متصل ہونے اور منفصل ہونے کے لحاظ سے دو قسم پر ہے پس آپ دو کو تین سے ضرب دیں تو وہ چھ ہو جاتی ہیں پھر ان میں آپ مجرور منفصل کو نکال دیں تاکہ مجرور کو جار پر مقدم کرنا لازم نہ آئے تو پس اس طرح نہیں کہا جائے گا مَرَرْتُ زَيْدًا بلکہ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ کہا جائے گا، تو پس باقی آپ کے پاس پانچ بیچ گئیں، یعنی مرفوع متصل اور منفصل منصوب متصل اور منفصل اور مجرور متصل پھر آپ مرفوع متصل کی طرف غور و فکر کریں تو یہ عقلاً اٹھارہ قسموں کا احتمال رکھتی ہے وہ اس طرح کہ چھ غائب میں اور چھ مخاطب میں اور چھ حکایت متکلم

میں اور غائب کے صیغوں میں سے مشنیہ کے اشتراک کے ساتھ پانچ پر اکتفاء کریں ان کے قلت استعمال کی وجہ سے اور اسی طرح ہی مخاطب اور مخاطبہ میں اور حکایت میں دو لفظوں کے ساتھ اس لیے کہ متکلم اکثر احوال میں دیکھ لیا جاتا ہے یا آواز کی وجہ سے جان لیا جاتا ہے کہ وہ مذکر ہے یا مؤنث ہے پس آپ کے پاس باقی بارہ قسمیں بچ گئیں، تو جب ان پانچ قسموں میں سے ایک قسم کی بارہ قسمیں ہوں تو پھر ہر ایک کی اسی طرح بارہ قسمیں ہوں گی تو پس آپ کو پانچ کے کو بارہ سے ضرب دینے سے کل ساٹھ قسمیں حاصل ہوں گی۔ بارہ مرفوع متصل جیسے ضرب سے ضربنا اور بارہ مرفوع منفصل کی جیسے ہو ضرب سے نَحْنُ ضَرْبُنا تک۔

﴿تشریح﴾:

وَتَدْخُلُ الْمُضْمَرَاتُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ضماَر کا بیان کرنا ہے..... مضمرات! مضمر کی جمع ہے اور مضمر کا معنی ہے پوشیدہ ہونا اور چونکہ یہ بھی دل میں پوشیدہ ہوتی ہے اس لئے اسے مضمر کہتے ہیں۔ ضمیر کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) متصل۔ (۲) منفصل۔ متصل وہ ضمیر ہے جس کا ابتداء تلفظ ممکن نہ ہو..... اور منفصل وہ ضمیر ہے جس کا ابتداء تلفظ ممکن ہو۔

ضماَر کی تعداد اور اقسام

وَهِيَ تَرْتَقِي إِلَى سِتِّينَ نَوْعًا الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ضماَر کی تعداد اور اقسام بیان کریں؟

﴿جواب﴾: کل ضمیر 60 ہیں، جو کہ پانچ اقسام کے تحت پائی جاتی ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔
(۱) ضمیر مرفوع متصل۔ (۲) ضمیر مرفوع منفصل۔ (۳) ضمیر منصوب متصل۔

(۴) ضمیر منصوب منفصل۔ (۵) ضمیر مجرور متصل۔ ان میں سے ہر ایک قسم کے تحت 12..... 12 ضماَر ہیں..... پس 12 کو 5 سے ضرب دی تو 60 ہو گئیں۔

☆ 12 کی تفصیل یہ ہے کہ پانچ (مذکر و مؤنث) غائب کے لئے..... پانچ (مذکر و مؤنث) حاضر کے لئے..... دو متکلم کے لئے..... پس کل 12 ہو گئیں۔

ثُمَّ أَخْرِجَ الْمَجْرُورَ الْمُنْفَصِلَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ضمیر کی کل اقسام تو 6 ہیں جبکہ آپ نے 5 بیان کی ہیں، اور ضماَر کی کل تعداد تو 108 ہے جبکہ آپ

نے صرف 60 بیان کی ہے ایسا کیوں؟

﴿جواب﴾: ضمیر مجرور منفصل کا وجود ہی نہیں ہے..... کیونکہ حرف جر اور ضمیر کے درمیان یا مضاف اور ضمیر کے

درمیان اتصال ضروری ہے..... نیز انفصال کے لئے مجرور کو حرف جر سے مقدم کرنا پڑتا مثلاً مَسْرُوتٌ زَيْدٌ ب کہنا پڑتا اور یہ

خلاف قاعدہ ہے۔

☆ رہی بات ضما کی تعداد کی تو اصولی طور پر ہر نوع سے اٹھارہ ضمیریں ہونی چاہئیں کیونکہ غائب و حاضر اور متکلم میں سے ہر ایک کے لئے چھ ضمیریں ہیں لیکن غائب اور مخاطب میں تثنیہ کا صیغہ کم استعمال ہوتا ہے لہذا ان میں سے ایک کو لے لیا گیا یعنی هُما اور اَنْتَما کو دو بار کی بجائے ایک ایک بار استعمال کیا گیا، اور متکلم کی پہچان اکثر دیکھنے یا آواز کے ذریعے ہو جاتی ہے، لہذا واحد مذکر و مؤنث کے لئے ایک ضمیر آنا اور تثنیہ و جمع مذکر و مؤنث کے لئے ایک ضمیر نحن استعمال کی جا تی ہے، پس اس طرح 18 کی بجائے 12 ضمیر مستعمل ہوئیں۔

اَنْتَ عَشْرَةٌ لِّلْمَرْفُوعِ الْمُتَّصِلِ النَحْ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ 60 ضمیروں میں سے 12 ضمائر مرفوع متصل ہیں جیسے ضَرَبَ، ضَرَبَا وغیرہ۔ جن کا بیان نحو میر میں ہو چکا ہے۔ اور 12 ضمائر مرفوع منفصل ہیں جیسے هُوَ، هُمَا، هُمْ وغیرہ۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

﴿عبات﴾: وَالْأَصْلُ فِي هُوَ أَنْ يُقَالَ هُوَ هُوَ هُوَ الْكَنْ جُعِلَ الْوَأَوَّلُ مِمَّا فِي الْجَمْعِ لَا تَحَادٍ مَخْرَجِيهِمَا وَاجْتِمَاعِ الْوَائِنِ فَصَارَ هُمُ وَأَنْتُمْ حُذِفَتِ الْوَائِنُ لِمَا مَرَفِي ضَرَبْتُمَا وَحُمِلَتِ التَّثْنِيَّةُ عَلَيْهِ وَقِيلَ قَدْ فُرِّوا حَتَّى يَقَعَ الْفَتْحَةُ عَلَى الْمِيمِ الْقَوِيَّ وَأُدْخِلَ الْمِيمُ فِي أَنْتَمَا لِمَا ذَكَرَفِي ضَرَبْتُمَا وَحُمِلَ الْجَمْعُ عَلَيْهِ وَقِيلَ أَدْخِلَ الْمِيمُ فِي ضَرَبْتُمَا لِأَنَّهُ أَدْخِلَ فِي أَنْتَمَا وَأَدْخِلَ أَنْتَمَا لِأَنَّهُ أَدْخِلَ هُمَا وَأَدْخِلَ فِي هُمَا لِأَنَّهُ أَدْخِلَ فِي هُمَا وَأَدْخِلَ فِي هُمَا لِأَجْتِمَاعِ الْوَائِنِ هَهُنَا فِي الطَّرْفِ وَلَا يُحَذَفُ وَأَوْ هُوَ لِقَلَّةِ حُرُوفِهِ مِنَ الْقَدْرِ الصَّالِحِ وَيُحَذَفُ وَأَوْ هُوَ إِذَا تَعَانَقَ بِشَيْءٍ آخَرَ لِحُصُولِ كَثْرَةِ الْحُرُوفِ بِالْمُعَانَقَةِ مَعَ وَقُوعِ الْوَائِنِ عَلَى الطَّرْفِ فَبَقِيَ الْهَاءُ مَضْمُومًا عَلَى حَالِهِ نَحْوَهُ وَتُكْسِرُ إِذَا كَانَ مَا قَبْلَهُ مَكْسُورًا وَيَاءٌ سَاكِنةً حَتَّى لَا يَلْزَمَ الْخُرُوجُ مِنَ الْكُسْرَةِ إِلَى الضَّمِّ لِحُرُوفِي غَلَامِهِ وَفِيهِ وَتُجْعَلُ يَاءٌ هِيَ الْفَاءُ كَمَا تُجْعَلُ فِي غَلَامِي يَا غَلَامًا وَفِي يَابَادِيَّةٍ يَابَادَاهُ وَتُجْعَلُ الْيَاءُ مِمَّا فِي التَّثْنِيَّةِ حَتَّى لَا يَقَعَ الْفَتْحَةُ عَلَى الْيَاءِ الضَّعِيفِ وَشَدَّ دَلُونُ هُنَّ لِمَا مَرَفِي ضَرَبْتُنَّ

﴿ترجمہ﴾: اور واؤ میں اصل یہ ہے کہ هُوَ، هُوَا، هُوُوا کہا جائے لیکن پہلی واؤ کو میم بنا دیا گیا جمع کے اندر ان دونوں کے مخرج کے متحد ہونے اور دو واؤں کے جمع ہو جانے کی وجہ سے تو هُمُوا ہو گیا پھر واؤ کو حذف کر دیا گیا اس کی وجہ سے کہ جو ضَرَبْتُمُوا میں بیان ہو چکی ہے اور تثنیہ کو بھی اسی پر محمول کیا گیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ واؤ

سے میم کی طرف گئے ہیں تاکہ فتح میم پر واقع ہو جو کہ قوی ہے اور اَنْتَمَا میں میم کو اسی وجہ سے داخل کیا گیا کہ جو ضَرْبُتَمَا میں بیان ہوئے ہے اور جمع کو اس پر محمول کیا گیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ضَرْبُتَمَا میں میم داخل کیا گیا اس لیے کہ وہ اَنْتَمَا میں داخل کیا گیا ہے اور دوسرے اَنْتَمَا میں داخل کیا گیا اسی وجہ سے وہ ہُمَا میں داخل کیا گیا اور دوسرے ہُمَا میں داخل کیا گیا اس وجہ سے وہ ہُمُوَا میں داخل کیا گیا اور ہُمُوَا کے جمع ہو جانے کی وجہ سے داخل کیا گیا یہاں وہ طرف آخر میں واقع ہے اور ہُو کی واؤ کو حروف کے کم ہو جانے کی وجہ سے حذف نہیں کیا جاتا، اور ہُو کی واؤ کو حذف کیا جاتا ہے جب وہ متصل ہو جائے کسی دوسری چیز کا ساتھ حروف کی کثرت کے حاصل ہو جانے کی وجہ سے متصل ہونے کے وقت ہا وجود واؤ کے طرف میں واقع ہونے کی وجہ سے تو پس باقی ہاء مضموم اپنے حال رہ جائے گی جیسے لَہُ اور اس کو کسرہ دیا جاتا ہے کہ جب اس کا ماقبل مکسور ہو یا ماقبل یاء ساکنہ موجود ہوتا کہ کسرہ سے ضمہ کی طرف نکلنا لازم نہ آئے جیسے فِی غَلَامِہ اور فِیہ میں ہے، اور ہِی کی یاء الف ہو جاتی ہے جیسے کہ یا غَلَامِی میں غَلَامَا اور یا بَادِیۃ میں یا بَادَاۃ اور تشنیہ میں یا میم سے بدل جاتی ہے، تاکہ یاء ضعیف پر فتح واقع نہ ہو۔ اور ہُنَّ کے نون کو مشدک کر دیا گیا اسی وجہ سے جو ضَرْبُتَنِّ میں گزری ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَالْأَصْلُ فِیْ هُوَ أَنَّ النِّحْ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ ”ہُو“ کا تشنیہ ہُوَا اور جمع ہُوُوا آئے، لیکن آپ ”ہُمَا“ اور ”ہُمُوَا“

”پڑھتے ہیں..... ایسا کیوں؟

﴿جواب﴾: چونکہ جمع کی ضمیر میں دو واو جمع ہو جاتی ہیں، لہذا اس اجتماع سے بچنے کیلئے پہلی واو کو میم سے بدل دیا کیونکہ میم اور واو دونوں شفوی ہونے کی وجہ سے قریب المخرج ہیں، پس یہ ہُمُوَا بن گیا، پھر واو کو حذف کیا گیا کیونکہ ہُو کے علاوہ کوئی اسم نہیں جس کے آخر میں واو ہو اور ماقبل مضموم ہو..... پس یہ ہُم ہو گیا پھر میم کو ساکن کر دیا..... تو ہُم ہو گیا..... اور تشنیہ کی ضمیر جمع کے مطابق بنائی گئی۔ بعض کہتے ہیں کہ چونکہ واو حرف علت ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے لہذا اسے میم سے بدلاتا کہ فتح (زبر) میم قوی پر آئے۔

اَنْتَمَا میں ”میم“ لانے کی وجہ:

اُدْخِلَ الْمِیْمُ فِیْ اَنْتَمَا النِّحْ : سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: اَنْتَمَا میں ”میم“ لانے کی کیا وجہ ہے؟

﴿جواب﴾: چونکہ ضَرْبُتَمَا میں میم لائی گئی، اس کی وجہ گزر چکی ہے، لہذا اس سے متعلق ضمیر میں بھی میم لائی گئی

ہے پھر اس کی مناسبت سے جمع مخاطب کی ضمیر ”انتم“ میں بھی میم کا اضافہ کیا گیا ہے۔
 ☆ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ضَوْبُتْمَا میں میم اس لئے لائی گئی کہ اَنْتُمَا میں لائی گئی تھی اور اَنْتُمَا میں میم لانے کی وجہ یہ ہے کہ هُمَا (ضمیر غائب) میں اسے لایا گیا اور هُمَا میں اس لئے لائے کہ هُمُوَا میں اسے لایا گیا اور هُمُوَا میں لانے کی وجہ یہ ہے کہ ایک کنارے میں دو! واو کا اجتماع ہو رہا تھا۔

وَلَا يُحْذَفُ وَاوُ هُوَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
 ﴿سوال﴾: دو واو کے اجتماع سے بچنے کیلئے ایک واو کو حذف کیا جاسکتا تھا ایسا کیوں نہیں کیا؟
 ﴿جواب﴾: اگر ایک واو کو حذف کر دیا جاتا تو تین سے کم حروف رہ جاتے لیکن جب میم کا اضافہ کیا گیا تو اب واو کو حذف کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

وَيُحْذَفُ وَاوُ هُوَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
 ﴿سوال﴾: ”هُوَ“ کی واو کو حذف کرنا جائز ہے..... یا نہیں؟
 ﴿جواب﴾: جب هُوَ کی دوسرے کلمے سے مل جائے تو اب اس کی واو کو حذف کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اب حروف کی کثرت بھی پائی گئی اور واو بھی کنارے پر واقع ہے..... اب اس کثرت میں ہا اپنی حالت پر یعنی مضموم ہی رہے گی جیسے ”لَهُ“ البتہ اگر اس کا ماقبل مکسور ہو..... یا..... یائے ساکنہ ہو تو کسرہ دیا جائے گا..... تاکہ کسرہ سے ضمہ کی طرف خروج لازم نہ آئے مثلاً ”فِي غُلَامِهِ“ اور ”فِيهِ“۔

وَتُجْعَلُ يَاءُ هِيَ الْفَاءُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
 ﴿سوال﴾: هِيَ کی یاء کو الف سے بدل سکتے ہیں یا نہیں؟
 ﴿جواب﴾: هِيَ کی یاء کو الف سے بدلا جاسکتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب اس کو کسی کلمہ سے ملایا جائے۔ مثلاً ضَارِبُهَا اور لَهَا، یہ اصل میں یہ ضَارِبُہِی اور لَہِی تھا..... آسانی کیلئے یاء کو ”الف“ سے بدلا اور یہ ایسے ہی ہے جیسے يَا غُلَامِي کو يَا غُلَامًا..... اور يَابَادِيَّةً کو يَابَادَاةً پڑھتے ہیں۔

وَتُجْعَلُ الْيَاءُ مِيمًا الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
 ﴿سوال﴾: تشنیہ کی ضمیر میں یاء کو میم سے کیوں بدلتے ہیں؟
 ﴿جواب﴾: چونکہ تشنیہ کی ضمیر کے آخر میں الف ہوتا ہے..... اور اس سے پہلے فتح ہونا ضروری ہے..... اور یاء حرف علت ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے..... اس لئے اسے میم سے بدلا..... تاکہ فتح یائے ضعیف پرنہ آئے۔
 وَشُدُّ دُنُونٌ هُنَّ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
 ﴿سوال﴾: هُنَّ ضمیر میں نون مشدّد کیوں ہے؟

﴿جواب﴾: اسی وجہ سے جو ضربتیں میں گزر چکی..... کہ اس کی اصل ضربتیں ہیں..... اسی طرح ہی ہُن کی اصل بھی ہُن ہے پس میم کو نون سے بدل کر نون کا نون میں ادغام کر دیا۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

ضار منصوب متصل کا بیان

﴿عبارت﴾: وَاثْنَا عَشَرَ لِّلْمَنْصُوبِ الْمُتَّصِلِ نَحْوُ ضَرْبَةٍ إِلَى ضَرْبِنَا وَلَا يَجُوزُ فِيهِ اجْتِمَاعُ ضَمِيرِي الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُولِ فِي مِثْلِ ضَرْبَتِكَ وَضَرْبَتُنِي حَتَّى لَا يَصِيرَ الشَّخْصُ الْوَاحِدُ فَاعِلًا وَمَفْعُولًا فِي حَالَةٍ وَاحِدَةٍ إِلَّا فِي أَفْعَالِ الْقُلُوبِ نَحْوُ عَلِمْتُكَ فَاضِلًا وَعَلِمْتُنِي فَاضِلًا لِأَنَّ الْمَفْعُولَ الْأَوَّلَ لَيْسَ بِمَفْعُولٍ فِي الْحَقِيقَةِ وَلِهَذَا قِيلَ فِي تَقْدِيرِهِ عَلِمْتُ فَضِلِّي وَعَلِمْتُ فَضْلَكَ وَاثْنَا عَشَرَ لِّلْمَنْصُوبِ الْمُتَّصِلِ نَحْوُ إِيَّاهُ ضَرْبَ إِلَى إِيَّانَا ضَرْبِنَا وَاثْنَا عَشَرَ لِّلْمَجْرُورِ الْمُتَّصِلِ نَحْوُ ضَارِبَةٍ إِلَى ضَارِبِنَا وَفِي مِثْلِ ضَارِبِي أَصْلُهُ ضَارِبُوِي جُعِلَ الْوَائِيَاءُ ثُمَّ أُدْغِمَ كَمَا فِي مَهْدِي أَصْلُهُ مَهْدُوِي

﴿ترجمہ﴾: اور بارہ قسمیں ان ساٹھ میں منصوب کی ہیں، جیسے ضربت سے ضربت تک اور اس میں فاعل کی دو ضمیروں کا جمع ہونا جائز نہیں ہے۔ اس مثال کی طرح جیسے ضربتک اور ضربتینی تاکہ ایک ہی شخص کا ایک ہی حالت میں فاعل اور مفعول واقع ہونا جمع نہ ہو جائے مگر افعال قلوب میں جمع ہو سکتے ہیں۔ جیسے عَلِمْتُكَ فَاضِلًا اور عَلِمْتُنِي فَاضِلًا اس میں جمع ہو سکتے ہیں اس لیے کہ پہلا مفعول نہیں ہے، اسی لیے اس کی تقدیری عبارت میں کہا جائے گا عَلِمْتُ فَضْلِي وَعَلِمْتُ فَضْلَكَ اور بارہ قسمیں منصوب متصل کی ہیں، جیسے إِيَّاهُ ضَرْبَ سے إِيَّانَا ضَرْبِنَا اور بارہ قسمیں مجرور متصل کی ہیں۔ جیسے ضَارِبَةٍ سے ضَارِبِنَا تک اور ضَارِبِي کی مثل میں کہ اس کی اصل ضَارِبُوِي تھی واؤ کو یاء سے بدل دیا تو پھر اس کا ادغام کر دیا جیسا کہ مَهْدِي میں ہوا کہ اس کی اصل مَهْدُوِي تھی کہ واؤ کو یاء کیا اور واؤ کا کسرہ ماقبل حرف کو دے دیا اس کی حرکت کا چھین لینے کے بعد اب دو حرف ہم جنس اکٹھے ہو گئے تو ان کا آپس میں ادغام کر دیا۔

﴿تشریح﴾:

وَإِثْنَا عَشَرَ لِّلْمَنْصُوبِ الْمُتَّصِلِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ضماير منصوب متصل کا بیان کرنا ہے۔

کہ ضماير منصوب متصل 12 ہیں..... جیسے ضَرْبُهُ، ضَرْبُهُمَا، ضَرْبُهُمْ وغیرہ۔

﴿سوال﴾: کیا ایک فعل میں ایک صیغہ کی دو ضمیریں جمع ہو سکتی ہیں یا نہیں اگر نہیں تو کیوں؟

﴿جواب﴾: فعل میں ایک ہی صیغہ کی دو ضمیروں کا جمع ہونا جائز نہیں، یعنی دونوں ضمیریں خطاب کی ہوں.....

ایک فاعل بن رہی ہو، اور دوسری مفعول بن رہی ہو۔ مثلاً ضَرْبَتْكَ (تو نے اپنے آپ کو مارا) اور ضَرْبْتُنِي (میں نے اپنے آپ کو مارا) یہ کہنا درست نہیں کیونکہ اس میں ایک ہی شخص فاعل اور مفعول بن رہا ہے..... البتہ افعال قلوب میں ایسا ہو سکتا ہے کیونکہ اس کا مفعول اول حقیقت میں مفعول ہوتا ہی نہیں۔ مثلاً عَلِمْتُكَ فَاصِلًا اور عَلِمْتُنِي فَاصِلًا یہ درحقیقت عَلِمْتُ فَضْلَكَ اور عَلِمْتُ فَضْلِي ہے۔

وَفِي مِثْلِ ضَارِبِي الْخ: یاد رہے مصنفین جہاں بھی فِي مِثْلِ کا لفظ ذکر کرتے ہیں اس سے مراد قانون ہوتا ہے صرف وہ مثال ہی مراد نہیں ہوتی۔ پس یہاں یہ قانون بیان کیا جا رہا ہے کہ جب اسم فاعل اور اسم مفعول کا جمع مذکر کا صیغہ یا ے متکلم کی طرف مضاف ہو تو قانون جمع اضافت کی وجہ سے گر جائیگا..... اب واؤ اور یاء ایک کلمہ میں جمع ہو گئیں، پہلا حرف چونکہ ساکن ہے لہذا واؤ کو یاء سے بدل کر ادغام کیا..... اور یاء کی مناسبت سے یاء کو کسرہ دیا۔ جیسے ضَارِبِيَّ اور مَهْدِيَّ اصل میں ضَارِبُونِ يَّ اور مَهْدُونِ يَّ تھا..... پھر مذکورہ تعلیل کے بعد ضَارِبِيَّ اور مَهْدِيَّ ہو گیا۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

ضماير مرفوع متصل کا بیان

﴿عبارت﴾: وَالْمَرْفُوعُ الْمُتَّصِلُ يُسْتَرَفِي خَمْسَةَ مَوَاضِعَ فِي الْغَائِبِ نَحْوُ ضَرْبَ يَضْرِبُ وَلَيْضَرْبُ وَلَا يَضْرِبُ وَفِي الْغَائِبَةِ نَحْوُ ضَرْبَتْ وَتَضْرِبُ وَلَتَضْرِبُ وَلَا تَضْرِبُ وَفِي الْمُخَاطَبِ الَّذِي فِي غَيْرِ الْمَاضِي نَحْوُ تَضْرِبُ وَاضْرِبُ وَلَا تَضْرِبُ وَالْيَاءُ فِي تَضْرِبِينَ عَلَامَةُ الْخِطَابِ وَفَاعِلُهُ مُسْتَرَفٍ عِنْدَ الْأَخْفَاشِ وَعِنْدَ الْعَامَّةِ هُوَ ضَمِيرُ بَارِزٍ لِلْفَاعِلِ كَوَاوِ تَضْرِبُونَ وَعَيْنَتِ الْيَاءُ لِمَجِيئِهِ فِي هَذِي لِلتَّانِيثِ وَلَمْ يَزِدْ مِنْ حُرُوفِ أَنْتِ شَيْءٌ لِلِإِلْتِبَاسِ بِالتَّشْيِيعِ فِي الْهَمْزَةِ وَاجْتِمَاعِ التَّوْنَيْنِ فِي التَّوْنِ وَتَكَرُّرِ التَّانِيثِ فِي التَّاءِ وَابْرَزَ لِلْفَرْقِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ جَمْعِهِ وَلَمْ يَفَرِّقْ بِحَرْكَةِ مَا قَبْلَ التَّوْنِ حَتَّى لَا يَلْتَبِسَ بِالتَّوْنِ الثَّقِيلَةِ وَالْخَفِيفَةِ فِي الصُّورَةِ وَلَا يَحْذِفِ التَّوْنُ حَتَّى لَا يَلْتَبِسَ

[illegible]

﴿ترجمہ﴾: اور ضمیر مرفوع متصل پانچ جگہوں پر مذکر عائب میں مستتر ہوتی ہے جیسے ضَرَبَ، يَضْرِبُ، لَيَضْرِبُ اور لَا يَضْرِبُ اور مَوْنَتْ عائب میں جیسے ضَرَبْتُ، تَضَرَّبُ، يَتَضَرَّبُ اور لَا تَضَرَّبُ اور مخاطب کے وہ صیغے کہ جو ماضی کے علاوہ ہوں جیسے تَضَرَّبُ اَضْرِبُ اور لَا تَضَرَّبُ اور تَضَرَّبِیْنِ میں ضمیر یارز ہے جو کہ قائل کے لیے ہے۔ جیسے کہ واو تَضَرَّبِیْنِ میں ہے اور یا خود ہی متعین ہو گئی ہے ہذِی کے کلمہ میں تانیث کے لیے اور کچھ زیادتی نہیں ہوئی اَنْتِ کے حروف میں سے ہمزہ کی وجہ سے تثنیہ کے ساتھ اور دونوں کا ایک نون میں جمع ہونا اور دوتاؤں کا ایک تاء میں تکرار ہے اور ظاہر کیا گیا اس کے اور اس کی جمع کے درمیان فرق کرنے کے لیے اور نون کے ماقبل کی حرکت کے ساتھ فرق نہیں کیا گیا، تاکہ بظاہر صورت میں نون ثقیلہ اور نون خفیفہ کے ساتھ التباس نہ ہو اور نہ ہی فرق کیا گیا نون کو حذف کرنے کے ساتھ تاکہ نہ التباس ہو مذکر مخاطب کے ساتھ اور ضمیر مستتر ہوتی ہے مضارع متکلم میں جیسے اَضْرِبُ، نَضْرِبُ اور صفت کے صیغے میں جیسے ضَارِبٌ اور ضَارِبَانِ آخر تک۔ اور یہ ضمیر مرفوع میں مستتر رکھی جاتی ہے نہ کہ منصوب اور مجرور میں۔ یعنی منصوب اور مجرور میں ضمیر مستتر نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ وہ بمنزل فعل کے جر کے ہوتی ہے۔ اور ضمیر مستتر رکھی ہے مفرد مذکر عائب اور عائہ کے صیغوں میں

سوائے تشنیہ اور جمع کے صیغوں میں اس لیے استتار کرنا خفیف ہے اور خفیف، مفرد کو دینا جو کہ تشنیہ اور جمع میں سابق یعنی ان دونوں سے پہلے ہے یہ اولیٰ ہے متکلم اور مخاطب کی جمع سے اس لیے کہ وہ دونوں ماضی کے اندر ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ استتار قرینہ ضعیفہ ہے۔ یعنی پوشیدہ کرنا ضمیر کو ایک کمزور قرینہ ہے۔ اور جب کہ ابراز ایک قوی قرینہ ہے۔ تو پس ابراز کو کہ قوی ہے اس کا متکلم اور مخاطب جو کہ دونوں قوی ہیں ان کو دینا یہ اولیٰ ہے اور اور مستقبل کے مخاطب میں ضمیر کو مستتر رکھا گیا ہے اور اس کے متکلم کو فرق کرنے کے لیے۔ اور یہ بھی بعض لوگوں نے کہا ہے انہوں نے پانچ مذکورہ مقامات میں ضمیروں کو مستتر رکھا گیا ہے ان کے علاوہ میں نہیں دلیل کے پائے جانے کی وجہ سے اور وہ دلیل ابراز کا نہ ہونا ہے، یعنی ضمیروں کا ظاہر نہ ہونا ہی دلیل ہے کہ ان میں مستتر ہیں۔ ضَرْب کی مثال میں اور تاء ضَرْبَتْ کی مثال میں اور تاء تَضَرَّبْ کی مثال میں اور ہمزہ أَضْرِبْ کی مثال میں اور نون نَضْرِبْ کی مثال میں اور حروف مضارعة اسماء نہیں ہیں۔ اور صفت کے صیغوں میں سے ضَارِبٌ اور ضَارِبَانِ کی مثال میں اور یہ جائز نہیں ہے کہ تاء ضَرْبَتْ میں ضمیر ہو ضَرْبَتْ کی تاء کی طرح ظاہری طور پر فاعل ہونے کی وجہ سے اس کا حذف ہونا نہ پائے جانے کی وجہ سے جیسے ضَرْبَتْ ہند اور یہ بھی جائز نہیں ہے کہ الف ضَارِبَانِ اور وَاوِضَارِبُونَ میں ضمیر واقع ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حالت نصب اور حالت جر میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اور جو ضمیر ہوتی ہے وہ کبھی نہیں بدلتی جیسے کہ یَضْرِبَانِ میں الف اور استثناء (ضمیر کو پوشیدہ کرنا) واجب ہے اَفْعَلُ، تَفْعَلُ، اَفْعَلُ اور نَفْعَلُ میں صیغے کی دلالت فاعل معین پر کرنے کے لیے۔ اور یہ بات قبیح ہے کہ یوں کہا جائے اَفْعَلُ زَيْدٌ، نَفْعَلُ وَزَيْدٌ، اَفْعَلُ زَيْدٌ اور نَفْعَلُ زَيْدُونَ)

﴿تشریح﴾:

وَالْمَرْفُوعُ الْمُتَّصِلُ يُسْتَتَرُ النَحْ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ضمیر مرفوع متصل کن صیغوں میں مستتر ہوتی ہے؟

﴿جواب﴾: ضمیر مرفوع متصل پانچ جگہوں میں مستتر ہوتی ہے۔

- (۱) واحد مذکر غائب ضَرْبَ (ماضی)..... يَضْرِبُ (مضارع)..... لِيَضْرِبُ (امر)..... لَا يَضْرِبُ (نہی)۔
- (۲) واحد مؤنث غائب ضَرْبَتْ (ماضی)..... تَضْرِبُ (مضارع)..... لَتَضْرِبُ (امر)..... لَا تَضْرِبُ (نہی)۔
- (۳) واحد مذکر حاضر تَضْرِبُ (مضارع)..... اِضْرِبْ (امر)..... لَا تَضْرِبُ (نہی)۔
- (۴) واحد متکلم اَضْرِبْ جمع متکلم نَضْرِبْ (مضارع)۔
- (۵) صفت (فاعل وغیرہ) ضَارِبٌ آخر تک۔

وَالْيَاءُ فِي تَضْرِبِينَ النَحْ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: تَضْرِبُ بَيْنَ وَاحِد مَوْنَتِ حَاضِرِ مِثْمِيرِ مُسْتَتِرِ هے یا بارز؟

﴿جواب﴾: امامِ اعظمیٰ کے نزدیک اس کا فاعل ضمیر مستتر ہے اور یاءِ علامت خطاب ہے جب کہ عام صرفیوں کے نزدیک یاءِ ضمیر بارز ہے جیسے تَضْرِبُ بَيْنَ کی داؤہ ہے۔

وَعَيَّنَتِ الْيَاءُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اس صیغے (تَضْرِبُ بَيْنَ) کیلئے یاءِ کا انتخاب کیوں کیا گیا؟

﴿جواب﴾: قرآن پاک میں واحد مَوْنَتِ حَاضِرِ کے صیغے میں یاءِ لائی گئی ہے جیسے هُزِّي ہے پس اسی مناسبت سے فاعل کیلئے ضمیر کے طور پر یاءِ کا انتخاب کیا گیا۔

وَلَمْ يَزِدْ مِنْ حُرُوفِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: واحد مَوْنَتِ حَاضِرِ کی ضمیر اَنْتِ ہے اس کے حروف میں سے کوئی حرف کیوں نہیں لیا گیا؟

﴿جواب﴾: اگر الف کا اضافہ کیا جاتا تو تثنیہ کے صیغے سے التباس آتا نون کے اضافے سے دونوں جمع ہو جاتے اور تاء کا اضافہ کرتے تو دو تائیں جمع ہو جاتیں۔

وَأَبْرَزَ لِلْفَرْقِ بَيْنَهُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: واحد مَوْنَتِ حَاضِرِ میں ضمیر کو بارز کیوں لایا گیا؟

﴿جواب﴾: اگر ضمیر بارز نہ ہوتی تو یہ بھی تَضْرِبُ بَيْنَ ہوتا، تو پھر جمع مَوْنَتِ حَاضِرِ کے صیغے سے التباس لازم آتا۔

وَلَمْ يَفَرِّقْ بِحَرْكَةِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: التباس سے بچنے کیلئے نون کے ماقبل باء کو حرکت دے دی جاتی یا نون کو حذف کر دیا جاتا؟

﴿جواب﴾: اس صورت میں نون ثقیلہ یا نون خفیفہ کیساتھ التباس ہوتا اس لئے ایسا نہیں کیا گیا، جبکہ نون کو

حذف کرنے سے واحد مذکر حاضر سے التباس لازم آتا۔

وَفِي الْمُضَارِعِ الْمُتَكَلِّمِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ ضمیر مرفوع متصل جن پانچ

مقامات میں مستتر ہوتی ہے ان میں سے یہ چوتھا مقام ذکر کیا جا رہا ہے کہ مضارع کے متکلم میں ضمیر مستتر ہوگی خواہ واحد متکلم ہو

جیسے أَضْرِبُ یا جمع متکلم ہو جیسے نَضْرِبُ اور یہ مستتر ہونا واجب ہے۔

منصوب اور مجرور ضمیریں مستتر کیوں نہیں؟

وَأَسْتَتِرُ فِي الْمَرْفُوعِ دُونَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ضمیر مرفوع کو مستتر رکھا گیا منصوب اور مجرور ضمیروں کو مستتر کیوں نہیں کیا گیا؟

﴿جواب﴾: کیونکہ یہ فعل کو لازم ہونے کی وجہ سے اسکی جزء کی طرح ہے فعل کا ذکر اس پر دلیل ہوتا ہے۔

سوال: ﴿اَمْضِ مَرَّحَ الْاَدْوَاخِ﴾ کی لڑائی کے لئے 72 کے لئے ﴿اَمْضِ مَرَّحَ الْاَدْوَاخِ﴾

وَأَسْتَعْرِضُ الْمَفْرُودَ الْغَالِبَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
 ﴿سوال﴾: واحد مذکر غائب اور واحد مؤنث غائب کی ضمیروں کو مستتر رکھا گیا تثنیہ اور جمع میں ایسا کیوں نہیں کیا گیا؟
 ﴿جواب﴾: استنار یعنی ضمیروں کو پوشیدہ کرنا یہ عمل خفیف ہے اور واحد کا صیغہ تثنیہ اور جمع کے صیغوں کی نسبت پہلے ہوتا ہے۔ لہذا وہ خفیف کے زیادہ لائق ہے۔

دُونِ الْمُتَكَلِّمِ وَالْمُخَاطَبِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
 ﴿سوال﴾: ماضی مخاطب اور متکلم کے صیغوں میں ضمیر کو مستتر کیوں نہیں کیا گیا؟
 ﴿جواب﴾: استنار (ضمیر کو پوشیدہ کرنا) ایک کمزور دلیل ہے اور ابراز (ضمیر لانا) قوی دلیل ہے، چونکہ مخاطب اور متکلم میں قوت ہوتی ہے لہذا ان کو قوی دلیل دی گئی، یعنی ان میں ضمیر لائی گئی۔

وَأَسْتَعْرِضُ الْمُخَاطَبَ الْمُسْتَقْبِلَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
 ﴿سوال﴾: واحد مخاطب اور متکلم مطلق (واحد و جمع) مضارع میں بھی ضمیر بارز ہونی چاہیے تھی، کیونکہ یہ صیغے بھی قوی ہیں تو ان میں ضمیر مستتر کیوں ہے؟

﴿جواب﴾: ماضی اور مضارع میں فرق کرنے کے لئے ایسا کیا گیا ہے۔
 وَقِيلَ اسْتَعْرِضْ فِي هَذِهِ الْمَوَاضِعِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
 ﴿سوال﴾: کیا ان پانچ مقامات پر استنار ضمیر کی کوئی دلیل بھی ہے؟

﴿جواب﴾: بعض لوگ کہتے ہیں کہ ضَرْبٌ میں عدم ابراز استنار کی دلیل ہے..... ضَرْبَتْ میں تاء مؤنث کی علامت ہے لہذا ضمیر بارز کی ضرورت نہ تھی، اسی طرح يَضْرِبُ میں ياء تَضْرِبُ میں تاء، أَضْرِبُ میں ہمزہ اور نَضْرِبُ میں نون (علامات مضارع) ان صیغوں کی پہچان کے لئے کافی ہیں، لہذا ضمیر بارز کی حاجت نہیں، ضَارِبٌ اور ضَارِبَانِ آخر تک صفات ہیں، اور ان کا فاعل (موصوف) ضروری ہے اور جب یہاں فاعل ظاہر نہیں، تو معلوم ہوا کہ ضمیر فاعل مستتر ہے۔

علامات مضارع اسماء نہیں

وَهِيَ لَيْسَتْ بِأَسْمَاءٍ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
 ﴿سوال﴾: علامات مضارع کو ہی ضمائر بارزہ قرار دے لیتے؟ الگ طور ضمیریں نکالنے کی کیا ضرورت تھی؟
 ﴿جواب﴾: علامات مضارع اسماء نہیں..... کہ انہیں ضمائر بارزہ قرار دیا جائے..... لہذا ان صیغوں میں ضمائر مستترہ نکالنی پڑیں گی۔

وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ تَاءُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
 ﴿سوال﴾: کیا ضَرْبَتْ کی تاء کو فاعل کی ضمیر قرار نہیں دیا جاسکتا؟

﴿جواب﴾: نہیں! کیونکہ جب اس کے بعد فاعل ظاہر آتا ہے تو یہ حذف نہیں ہوتی مثلاً ضَرَبْتُ هَذَا اگر یہ فاعل کی ضمیر ہوتی تو فاعل کے ظاہر ہونے کے وقت یہ حذف ہو جاتی۔

ضَارِبَانِ کالِف اور ضَارِبُونَ کی واؤ ضمیر فاعل کیوں نہیں؟

وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ الْكَفُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ضَارِبَانِ کالِف اور ضَارِبُونَ کی واؤ کو ضمیر فاعل قرار دے سکتے ہیں یا کہ نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟

﴿جواب﴾: ضَارِبَانِ کالِف اور ضَارِبُونَ کی واؤ ضمیر نہیں ہو سکتی، کیونکہ یہ نصی اور جری حالت میں تبدیل ہو جاتی ہیں اور ضمیر تبدیل نہیں ہوا کرتی، جیسے يَضْرِبَانِ میں الف ہے اور یہ حالت رفی، نصی اور جزی میں متغیر نہیں ہوتا۔

ضمیر مستتر کا وجوب کہاں؟

وَالِاسْتِثْنَاءُ وَاجِبٌ فِي مِثْلِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: کن کن صیغوں میں ضمیر کا مستتر ہونا واجب ہے؟

﴿جواب﴾: امر حاضر معروف یعنی أَفْعَلُ..... مضارع واحد مذکر حاضر یعنی تَفْعَلُ..... واحد متکلم جیسے أَفْعَلُ..... اور جمع متکلم جیسے نَفْعَلُ..... میں ضمیر کا مستتر ہونا واجب ہے۔ کیونکہ صیغہ متعین فاعل پر دلالت کرتا ہے، اگر ان صیغوں میں فاعل کو اسم ظاہر لایا جائے تو یہ امر قبیح قرار پاتا ہے۔ مثلاً أَفْعَلُ زَيْدٌ وغیرہ صحیح نہیں۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

فعل مضارع کا بیان

﴿عبارت﴾: فَضْلٌ فِي الْمُسْتَقْبَلِ وَهُوَ يَجِيءُ أَيْضًا عَلَى أَرْبَعَةِ عَشَرَ وَجْهًا نَحْوُ يَضْرِبُ إِلَى آخِرِهِ وَيُقَالُ لَهُ مُسْتَقْبَلٌ لَوْ جُودَ مَعْنَى الْإِسْتِقْبَالِ فِي مَعْنَاهُ وَيُقَالُ لَهُ مُضَارِعٌ لِأَنَّهُ مُشَابِهٌ بِضَارِبٍ فِي الْحَرَكَاتِ وَالسَّكَنَاتِ وَعَدَدِ الْحُرُوفِ وَفِي وَقُوعِهِ صِفَةً لِلنَّكَرَةِ فِي مِثْلِ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ يَضْرِبُ مَقَامَ ضَارِبٍ وَفِي دُخُولِ لَامِ الْإِتْدَاءِ نَحْوَانَّ زَيْدًا الْقَائِمُ وَلِيَقُومَ وَيَأْسَمُ الْجَنَسِ فِي الْعُمُومِ وَالْخُصُوصِ يَعْنِي كَمَا أَنَّ إِسْمَ الْجَنَسِ يُخْتَصُّ بِلَامِ الْعَهْدِ كَذَلِكَ يُخْتَصُّ بِضَرْبٍ بِسُوفِ وَالسَّيْنِ وَبِالْعَيْنِ فِي الْإِشْتِرَاكِ بَيْنَ الْحَالِ وَالْإِسْتِقْبَالِ ثُمَّ زِيدَتْ عَلَى الْمَاضِي حُرُوفٌ آتَيْنِ حَتَّى يَصِيرَ مُسْتَقْبَلًا لِأَنَّ

بِتَقْدِيرِ النُّقْصَانِ يَصِيرُ أَقَلُّ مِنَ الْقَدْرِ الصَّالِحِ وَزَيْدَتْ فِي الْأَوَّلِ دُونَ الْآخِرِ لِأَنَّ فِي الْآخِرِ يَكْتَسِبُ بِالْمَاضِي وَاشْتَقَّ مِنَ الْمَاضِي لِأَنَّهُ يَدُلُّ عَلَى الثَّبَاتِ وَزَيْدَتْ فِي الْمُسْتَقْبَلِ دُونَ الْمَاضِي لِأَنَّ الْمَزِيدَ عَلَيْهِ بَعْدَ الْمُجَرَّدِ وَزَمَانُ الْمُسْتَقْبَلِ بَعْدَ زَمَانِ الْمَاضِي فَأُعْطِيَ السَّابِقُ الْمَسْبُوقَ وَاللَّاحِقُ لِلَّاحِقِ

﴿ترجمہ﴾: یہ فصل فعل مضارع کے بیان ہے، اور فعل مضارع بھی چودہ اقسام پر آتا ہے جیسے یَضْرِبُ الخ اس میں استقبال کا معنی پائے جانے کی وجہ سے اس کو مستقبل کہتے ہیں اور اس کو مضارع اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ حرکات و سکنات اور حروف کی تعداد اور نکرہ کی صفت واقع ہونے میں ضارب کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے جیسے کہ مثال میں ہے مَرَدْتُ بِرَجُلٍ يَضْرِبُ مَقَامَ ضَارِبٍ اور مشابہ ہوتا ہے لام ابتدائیہ کے داخل ہونے میں جیسے إِنَّ زَيْدًا الْقَائِمُ اور لَيَقُومُ اور اسم جنس کے ساتھ عموم اور خصوص میں مشابہہ ہوتا ہے۔ یعنی جس طرح اسم جنس عہد کے ساتھ مختص ہوتا ہے اسی طرح يَضْرِبُ بھی سوف سین کے ساتھ مختص ہوتا ہے۔ اور عین کے ساتھ حال اور استقبال کے درمیان اشتراک میں مشابہہ ہونے کی وجہ سے پھر ماضی پر حروف اتین کو زیادہ کیا گیا تا کہ وہ مستقبل بن جائے اس لیے کہ مقدار حروف کو کم کرنے کی وجہ سے کلمہ قابل استعمال مقدار سے بھی کم ہو جاتا (کیونکہ کسی کلمہ کے تلفظ کے لیے کم از کم تین حروف پر کلمہ کا مستعمل ہونا ضروری ہے اور یہ زیادتی شروع میں کی گئی میں نہیں اس لیے کہ آخر میں زیادتی کی وجہ سے ماضی کے ساتھ التباس لازم آ جاتا اور اسے ماضی سے بنایا گیا اس لیے کہ وہ ثبات پر دلالت کرتا ہے اور زیادتی مستقبل میں کی گئی نہ کہ ماضی میں اس لیے کہ جس پر زیادتی کی جائے مجرد کے بعد ہوتا ہے۔ مستقبل کا زمانہ بھی ماضی کے زمانہ کے بعد ہوتا ہے تو پس سابق سابق کو دے دیا گیا (پہلا پہلے کو دے دیا) اور لاحق لاحق (بعد والا بعد والے) کو دے دیا۔

﴿تشریح﴾:

فَصْلٌ فِي الْمُسْتَقْبَلِ وَهُوَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ فعل مضارع کا بیان شروع کرتا ہے کہ فعل مضارع کے بھی فعل ماضی کی طرح 14 صیغے ہیں۔ جن کا بیان صرف بہائی اور میزان وغیرہ میں ہو چکا ہے۔
فعل مضارع کی وجہ تسمیہ:

وَيَقَالُ لَهُ مُسْتَقْبَلُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدار کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: فعل مضارع کو فعل مضارع اور فعل مستقبل کہنے کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

﴿جواب﴾: چونکہ اس فعل میں زمانہ مستقبل پایا جاتا ہے اس لئے اسے فعل مستقبل کہتے ہیں..... اور فعل مضارع

کو فعل مضارع اس لئے کہتے ہیں مضارع اضرع سے بنا ہے اور ضرع کا معنی ”تھن“ پس مضارع کا معنی ہوا دو بچوں کا ایک ماں کے تھن سے دودھ پینا..... اور وہ دونوں بچے ایک دوسرے کے مشابہہ ہوتے ہیں..... تو مضارع کا مرادی معنی ”مشابہہ“ ہوا..... تو مضارع کو مضارع اس لئے کہتے ہیں کہ مضارع کا معنی مشابہہ ہے اور یہ بھی اسم فاعل کے مشابہہ ہوتا ہے۔

فِي الْحَرَكَاتِ وَالسَّكَنَاتِ وَعَدَدِ الْخَبَرِ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: فعل مضارع! اسم فاعل کے ساتھ کن امور میں مشابہت رکھتا ہے؟

﴿جواب﴾: فعل مضارع! اسم فاعل کے ساتھ مندرجہ ذیل امور میں مشابہت رکھتا ہے۔

1: حرکات و سکنات میں..... 2: تعداد حروف میں.....

3: نکرہ کی صفت واقع ہونے میں مثلاً مَرَدْتُ بِوَجَلٍ ضَارِبٍ کی جگہ مَرَدْتُ بِوَجَلٍ يَضْرِبُ بھی کہہ سکتے ہیں۔

4: لام ابتداء کا داخل ہونا مثلاً إِنَّ زَيْدًا لَقَائِمٌ..... إِنَّ زَيْدًا لَيَقُومُ

5: جس طرح اسم جنس! لام عہد کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے..... اسی طرح فعل مضارع بھی سین اور موقوف کے ساتھ

خاص ہوتا ہے۔

6: جس طرح لفظ عین (جو کہ اسم ہے) مختلف معانی مثلاً سورج، آنکھ، چشمہ، گھٹنا، سونا اور جاگنا میں مشترک ہے اسی

طرح فعل مضارع میں بھی زمانہ حال اور استقبال کا اشتراک ہوتا ہے۔

لَاَنَّ بَتَقْدِيرِ النُّقْصَانِ يَصِيرُ الْخَبَرُ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: فعل ماضی میں کچھ حروف کی زیادتی سے فعل مضارع بنایا جاتا ہے..... ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ فعل

ماضی میں کچھ حروف کو کم کرنے کے ساتھ فعل مضارع بنایا جائے؟

﴿جواب﴾: فعل ماضی میں کمی کے ساتھ کلمہ تین حروف سے کم ہو جائیگا اور یہ بات جائز نہیں!۔

حروف اتین آخر میں کیوں نہیں؟

وَزِيدَتْ فِي الْأَوَّلِ دُونَ الْخَبَرِ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: علامات فعل مضارع کو فعل مضارع کے شروع میں لایا جاتا ہے آخر میں کیوں نہیں لایا جاتا؟

﴿جواب﴾: ماضی کے آخر میں علامات فعل مضارع لاحق کرنے سے فعل ماضی کے ساتھ مشابہت لازم آتی

مثلاً علامات مضارع میں سے ہمزہ ماضی کے آخر میں لانے سے ضَرْبًا ہو جائیگا اور یہ ماضی کا ہی صیغہ ہے۔

وَأَشْتَقُّ مِنَ الْمَاضِي لِأَنَّهُ الْخَبَرُ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: فعل مضارع کو فعل ماضی سے کیوں مشتق کیا گیا ہے؟

﴿جواب﴾: چونکہ ماضی میں ایک بات ثابت ہوتی ہے..... جبکہ مضارع آنے والی بات پر دلالت کرتا ہے جو

ابھی تک ثابت نہیں ہوتی پس اسی مناسبت سے فعل مضارع کو فعل ماضی سے مشتق کیا جاتا ہے۔

حروف اتین ماضی میں کیوں نہیں؟

وَزِيدَتْ فِي الْمُسْتَقْبَلِ دُونَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔
 ﴿سوال﴾: حروف اتین ماضی میں ہوتے اور مضارع میں نہ ہوتے تو ماضی اور مضارع میں فرق ہو سکتا تھا

..... مضارع میں ہی حروف اتین کا اضافہ کیوں، ماضی میں کر لیتے؟

﴿جواب﴾: جس کلمہ میں کچھ حروف کی زیادتی ہو وہ بعد میں ہوتا ہے اور جس میں زیادتی نہ ہو وہ پہلے ہوتا ہے اور

مستقبل کا زمانہ بھی ماضی کے بعد ہوتا ہے..... اس لئے سابق! سابق کو دیا یعنی ماضی کو مجرد ہی رہنے دیا..... اور لاحق! لاحق کو دیا
 یعنی مستقبل پر زیادتی کرنا ہی بہتر تھا اور اس بہتر طریقہ کو اختیار کیا۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

﴿عبارت﴾: عَيْنِ الْأَلِفِ لِمُتَكَلِّمِ الْوَاحِدِ لِأَنَّ الْأَلِفَ مِنْ أَقْصَى الْحَلْقِ

وَهُوَ مَبْدَأُ الْمَخَارِجِ وَالْمُتَكَلِّمُ هُوَ الَّذِي يُبْتَدَأُ الْكَلَامُ مِنْهُ وَقِيلَ لِلْمُؤَافَقَةِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ

أَنَا وَعَيْنِ الْوَاوِ لِلْمُخَاطَبِ لِكَوْنِهَا مُنْتَهَى الْمَخَارِجِ وَالْمُخَاطَبُ هُوَ الَّذِي يَنْتَهَى الْكَلَامُ

بِهِ ثُمَّ قَلِبَتْ الْوَاوُ تَاءً حَتَّى لَا يَجْتَمِعَ الْوَاوُ فِي مِثْلِ وَوَجَلُ فِي الْعَطْفِ وَمِنْ ثَمَّ قِيلَ

الْأَوَّلُ مِنْ كُلِّ كَلِمَةٍ لَا يَصْلَحُ لِرِيَادَةِ الْوَاوِ وَحُكْمُ بَانَ وَأَوْرَنْتِلِ أَصْلِي وَعَيْنِ الْيَاءِ

لِلْغَائِبِ لِأَنَّ الْيَاءَ مِنْ وَسْطِ الْفَمِ وَالْغَائِبُ هُوَ الَّذِي فِي وَسْطِ كَلَامِ الْمُتَكَلِّمِ وَالْمُخَاطَبِ

وَعَيْنِ النُّونِ لِمُتَكَلِّمِ إِذَا كَانَ مَعَهُ غَيْرُهُ لِتَعَيْنِهَا ذَلِكَ فِي ضَرْبَانِ فَإِنْ قِيلَ لَمْ زِيدَتْ

النُّونُ فِي نَضْرِبٍ قُلْنَا لِأَنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ حُرُوفِ الْعِلَّةِ شَيْءٌ وَهُوَ قَرِيبٌ مِنْ حُرُوفِ الْعِلَّةِ فِي

خُرُوجِهَا عَنْ هَوَاءِ الْخَيْشُومِ وَفُتِحَتْ هَذِهِ الْحُرُوفُ لِلْخِفَةِ الْأَفَى الرَّبَاعِي وَهُوَ فَعْلَلْ

وَأَفْعَلْ وَفَعْلَلْ وَفَاعَلْ لِأَنَّ هَذِهِ الْأَرْبَعَةَ رُبَاعِيَّةٌ وَالرُّبَاعِيُّ فَرْعٌ لِلثَّلَاثِيِّ

وَالضَّمَّةُ أَيْضًا فَرْعٌ لِلْفَتْحِ وَقِيلَ لِقَلَّةِ اسْتِعْمَالِهَا وَيُفْتَحُ مَا وَرَاءَ هُنَّ لِكثَرَةِ حُرُوفِهَا

أَمَّا يَهْرِيْقُ أَصْلُهُ يَرِيْقُ وَهُوَ مِنَ الرَّبَاعِيِّ فَزِيدَتْ الْهَاءُ عَلَى خِلَافِ الْقِيَاسِ تَكْسِرُ حُرُوفُ

الْمُضَارَعَةِ فِي بَعْضِ اللُّغَاتِ إِذَا كَانَ مَا ضَمِيهِ مَكْسُورَ الْعَيْنِ أَوْ مَكْسُورَ الْهَمْزَةِ حَتَّى تَدُلَّ

عَلَى كَسْرِ الْمَاضِي نَحْوِ يَعْلَمُ وَيَعْلَمُ وَاعْلَمُ وَيَعْلَمُ وَيَسْتَنْصِرُ وَتَسْتَنْصِرُ وَاسْتَنْصِرُ

وَنَسْتَنْصِرُ وَفِي بَعْضِ اللُّغَاتِ لَا تَكْسُرُ الْيَاءُ لِثِقَلِ الْكُسْرِ عَلَى الْيَاءِ الضَّعِيفِ وَعَيْنُ

حُرُوفِ الْمُضَارَعَةِ لِلدَّلَالَةِ عَلَى كُسْرِ الْعَيْنِ فِي الْمَاضِي لِأَنَّهَا زَائِدَةٌ وَقِيلَ لِأَنَّهُ يُلْزَمُ

بِكَسْرَةِ الْفَاءِ تَوَالِي أَرْبَعَةِ حَرَكَاتٍ وَبِكَسْرَةِ الْعَيْنِ يَلْزَمُ الْإِلْتِبَاسُ بَيْنَ يَفْعَلُ وَيَفْعَلُ
وَبِكَسْرَةِ اللَّامِ يَلْزَمُ إِبْطَالُ الْإِعْرَابِ وَتُحْدَفُ الشَّاءُ الثَّانِيَةُ لِأَنَّ مِثْلَ تَعْقَلُ وَتَبَا
عَدُو تَبَخُّرُهُ لَا جَمَاعَ الْخُرَفِيِّينَ مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ وَعَدَمِ امْكَانِ الْإِدْغَامِ وَعُيِّنَتِ الثَّانِيَةُ لِأَنَّ
الْأُولَى عَلَامَةٌ وَالْعَلَامَةُ لَا تُحْدَفُ

ترجمہ اور الف کو واحد متکلم کے لیے مقرر کیا گیا اس لیے کہ الف اقصى حلق سے ادا ہوتا ہے۔ اور وہ مخارج کا
مبدأ ہے اور متکلم وہ ہوتا ہے کہ جس سے کلام شروع ہوتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اَفْعَلُ اور اَنَّا کے درمیان
موافقت کی وجہ سے الف کو مقرر کیا گیا ہے، اور مخاطب کے لیے واؤ کو مقرر کیا گیا ہے، اس لیے کہ وہ مخارج کے منتہی
سے ادا ہوتا ہے اور مخاطب وہ ہے کہ جس کے ساتھ کلام ختم کی جاتی ہے۔ پھر واؤ کو تاء سے بدل دیا گیا تاکہ واوات
اکٹھی نہ ہو جائیں عطف کے اندر وَوُوجَلُ کی مثل میں، اور اسی وجہ سے بعض لوگوں کی طرف سے یہ کہا گیا ہے ہر
کلمہ کے شروع میں واؤ کو زیادہ کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی اور یہ بھی حکم لگایا گیا ہے یعنی بتایا گیا ہے کہ
وَرَنْتَلُ (شدت، شہر کا نام) کی واؤ اصلی ہے۔ اور یاء غائب کے لیے مقرر کیا گیا اس لیے کہ یاء منہ کے وسط سے ادا
ہوتا ہے۔ اور غائب وہ ہے کہ جو متکلم اور مخاطب کی کلام کے درمیان میں ہوتا ہے اور نون کو متکلم کے لیے مقرر کیا گیا
جبکہ اس کے ساتھ اس کا غیر بھی شریک ہو تو اس کے تعین کے لیے نون کو مقرر کیا گیا اسی وجہ سے ضَرْبُنَا میں نون کو
لایا گیا ہے پس اگر یہ سوال کیا جائے کہ نَضْرِبُ میں نون کو کیوں زائد کیا گیا تو اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے
کہ حروف علت میں سے اب کوئی چیز باقی نہیں رہی تھی اور نون اپنے مخرج کے ساتھ حروف علت کے مخارج کے
قریب ہے ناک کے بانسہ کی ہوا سے ادا ہونے کی وجہ سے اور ان حروف کو خفیف ہونے کی وجہ سے فتح کی حرکت دی
گئی ہے سوائے رباعی میں۔ اور وہ فَعْلَلُ، أَفْعَلُ، فَعَّلَ اور فَاعَلَّ ہیں اس لیے کہ یہ چاروں چار حروف ہیں اور رباعی
ثلاثی کی فرع ہے۔ اور ضمہ بھی فتح کی فرع ہے ان ابواب کو جو ضمہ دیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں یہ کہا گیا ہے یہ
ان کے قلت استعمال کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہے۔ اور ان کے علاوہ کو اس کے حروف کے زیادہ ہونے کی وجہ سے فتح
دیا گیا ہے۔ کیونکہ کثرت تخفیف کا تقاضا کرتی ہے، جبکہ يَهْرَبُ کی اصل يَهْرَبُ ہے وہ رباعی سے ہے اس میں
خلاف قیاس ہاں زیادہ کی گئی ہے۔ اور بعض لغات میں یعنی صرفیوں کے نزدیک حروف مضارع کو کسرہ دیا جاتا ہے
جبکہ اس کی ماضی مکسور العین ہو یا مکسور الہمزہ ہوتا کہ وہ ماضی کے مکسور ہونے پر دلالت کرے جیسے يَعْلَمُ، اَعْلَمُ،
تَعْلَمُ، نَعْلَمُ، يَسْتَنْصِرُ، تَسْتَنْصِرُ، اَسْتَنْصِرُ، اُسْتَنْصِرُ جبکہ بعض لغات میں یعنی بعض صرفیوں کے نزدیک
یا حرف مضارع کو کسرہ نہیں دیا جاتا کسرہ کی ثقیل ہونے کی وجہ سے یاء پر کیونکہ یاء ضعیف ہے، اور حروف مضارع کو
اس لیے متعین کیا گیا ہے تاکہ وہ ماضی کے تین کلمہ کے مکسور ہونے پر دلالت کریں، اس لیے کہ وہ حروف مضارع

زائدہ ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ فاء کلمہ کو کسرہ دینے سے چار حرکات کا پے درپے آنا لازم آتا، اور عین کلمہ کو کسرہ اس وجہ سے نہیں دیا تا کہ یَفْعَلُ، یَفْعَلُ کے ساتھ التباس لازم نہ آئے اور لام کلمہ کو اس وجہ سے کسرہ نہیں دیا گیا اس سے مضارع کے اعراب کا باطل ہونا لازم آتا ہے۔ اور تَتَقَلَّدُ، تَتَبَاعَدُ اور تَتَبَخَّرُ کی مثل کلمات سے دوسری تاء کو حذف کیا جاتا ہے، تا کہ ایک ہی کلمہ میں دو حرف ایک ہی جنس کے جمع نہ ہوں اور ادغام کا امکان بھی باقی نہ رہے اور دوسری تاء کو اس وجہ سے مقرر کیا گیا کیونکہ پہلی یاء علامت ہے اور علامت کے متعلق ضابطہ اور اصول یہ ہے وہ حذف نہیں کی جاتی۔

﴿تشریح﴾:

عَيَّنَتِ الْاِلْفُ لِلْمُتَكَلِّمِ الْوَاحِدِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: واحد متکلم کے لئے علامت مضارع کے طور پر ہمزہ کیوں متعین کیا گیا؟

﴿جواب﴾: چونکہ ہمزہ کا مخرج اقصائے حلق یعنی حلق کا آخری کنارہ ہے اور مخارج کی ابتدا وہاں سے ہوتی ہے جبکہ گفتگو کا آغاز بھی متکلم سے ہوتا ہے..... لہذا اس کے لئے یہی حرف مناسب تھا..... بعض لوگوں نے کہا کہ ”اَنَا“ اور اس صیغہ کے درمیان موافقت پیدا کرنے کے لئے ایسا کیا گیا کیونکہ اَنَا متکلم کی ضمیر اور اس صیغہ یعنی دونوں کے شروع میں ہمزہ ہے۔
ثُمَّ قَلِبَتِ الْوَاوُتَاءُ حَتَّى الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: مخاطب کے صیغوں کے لئے واؤ کا انتخاب کیوں کیا گیا؟

﴿جواب﴾: واؤ کا مخرج شفתיں ہے یعنی وہ دونوں ہونٹوں کے درمیان سے نکلتی ہے اور یہ آخری مخرج ہے اور مخاطب بھی وہ ہوتا ہے جس پر گفتگو کی انتہاء ہو جاتی ہے۔

ثُمَّ قَلِبَتِ الْوَاوُتَاءُ حَتَّى لَا الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: علامات مضارع تو خروف اتین ہیں جن میں واؤ مذکور نہیں ہے تو پھر مخاطب کے لئے واؤ کا تذکرہ کیوں ہوا..... حالانکہ مخاطب پر تو حرف تاء آتا ہے؟

﴿جواب﴾: یہ تاء دراصل واؤ تھی، معتل الفاء کی صورت میں حالت عطف میں کئی واوات کو جمع ہونے سے بچانے کے لئے اسے تاء سے بدل دیا مثلاً وَجَلَّ سے وَوَجَلَّ ہوتا پھر عطف کی صورت میں وَوَجَلَّ ہو جاتا..... یہی وجہ ہے کہ کسی کلمہ کے شروع میں واؤ کا اضافہ صحیح نہیں۔

وَحِكْمَ بَانَ وَأَوْرَنْتَلِ أَصْلِي الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: آپ کا بیان کردہ ضابطہ (کسی کلمہ کے شروع میں واؤ کا اضافہ صحیح نہیں) درست نہیں، کیونکہ وَرَنْتَل (شدت، ایک شہر کا نام) کے شروع میں تو واؤ لائی گئی ہے؟

﴿جواب﴾: یہ واؤز اند نہیں کی گئی بلکہ یہ اصلی ہے۔

غائب کے صیغوں کے لئے یاء کا انتخاب کیوں؟

﴿سوال﴾: وَعَيَّنْتَ الْيَاءَ لِلْغَائِبِ لِأَنَّ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿جواب﴾: غائب کے صیغوں کے لئے یاء کا انتخاب کیوں کیا گیا؟

﴿جواب﴾: چونکہ یاء کا مخرج وسط دہن یعنی منہ کا درمیانہ حصہ ہے اور غائب بھی متکلم اور مخاطب کی گفتگو میں!

درمیان میں ہوتا ہے۔

﴿سوال﴾: وَعَيَّنْتَ النَّونَ لِلْمُتَكَلِّمِ إِذَا الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿جواب﴾: جمع متکلم کے لئے نون کا انتخاب کیوں کیا گیا؟

﴿جواب﴾: چونکہ ماضی میں اس صیغے کے لئے نون استعمال ہوا جیسے ضَرَبْنَا۔

﴿سوال﴾: فَإِنْ قِيلَ لِمَ زِيدَتِ النَّونُ فِي الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿جواب﴾: جمع متکلم میں نون کا ہی اضافہ کیوں کیا؟ کسی اور حرف کو لے آتے؟

﴿جواب﴾: چونکہ حروف علت میں سے کوئی اور حرف باقی بچا ہی نہیں تھا..... غائب کے صیغوں کو یاء دے دی گئی

..... مخاطب کے صیغوں کو واؤ جو کہ تاء سے بدل دی گئی..... متکلم کو الف دے دیا گیا..... حروف علت کے ختم ہو جانے کے بعد

ایسے حرف یعنی نون کا اضافہ کیا جو خیشوم (ناک کی نرم ہڈی) کی ہوا سے نکلنے کے اعتبار سے حروف علت کے قریب ہے کیونکہ یہ

خیشوم کی ہوا سے نکلتا ہے۔

﴿سوال﴾: وَفُتِحَتْ هَذِهِ الْحُرُوفُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿جواب﴾: علامات مضارع کو فتح کیوں دیا گیا؟

﴿جواب﴾: کیونکہ فتح خفیف حرکت ہے۔

﴿سوال﴾: الْآفِي الرَّبَاعِي وَهُوَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿جواب﴾: کن ابواب میں علامت مضارع کو ضمہ دیا گیا؟

﴿جواب﴾: وہ ابواب کہ جن کی ماضی چار حرفی ہے مثلاً فَعْلَلْ، أَفْعَلْ، فَعَّلْ اور فَاعَلْ..... ان ابواب میں ضمہ

دینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ابواب ثلاثی کی فرع ہیں اور ضمہ بھی فتح کی فرع ہے..... بعض نے کہا کہ ان کو ضمہ اس لئے دیا گیا کہ یہ

ابواب قلیل الاستعمال ہیں..... اور بقیہ ابواب کو کثرت استعمال کی وجہ سے فتح دیا گیا۔

﴿اعتراض﴾: أَمَّا يَهْرِيْقُ أَصْلُهُ يَرْيُقُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

﴿جواب﴾: آپ کا بیان کردہ قاعدہ (کہ ماضی چار حرفی ہو تو علامت مضارع مرفوع ہوگی ورنہ منصوب ہوگی)

درست نہیں کیونکہ یُھَرِیقُ کی ماضی پانچ حرفی ہے لیکن پھر بھی اس کے مضارع کی علامت مضارع مرفوع ہے۔
 ﴿جواب﴾: یُھَرِیقُ اصل میں یُھَرِیقُ ہے، یعنی اس کی ماضی پانچ حرفی نہیں بلکہ چار حرفی ہے..... اور چار حرفی ماضی کے مضارع معروف میں علامت مضارع مرفوع ہی ہوتی ہے۔

علامت مضارع مکسور..... کیوں اور کب؟

تُكْسِرُ حُرُوفُ الْمُضَارَعَةِ فِي الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: بعض لغات میں علامت مضارع مکسور بھی ہوتی ہے ایسا کیوں؟

﴿جواب﴾: یہ اس صورت میں ہوتا ہے کہ جب ماضی مکسور العین ہو یا مکسور الہمزہ ہوتا کہ وہ ماضی کے کسرہ پر دلالت کرے..... جیسے يَعْلَمُ، يَسْتَنْصِرُ وغیرہ..... اور بعض لغات میں یا ء کو کسرہ نہیں دیتے کیونکہ اس کے ضعیف ہونے کی وجہ سے اس پر کسرہ ثقیل ہوتا ہے

وَعَيَّنَتْ حُرُوفُ الْمُضَارَعَةِ فِي الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ماضی کے مکسور العین ہونے پر دلالت کرنے کے لئے علامات مضارع کو ہی کسرہ کے لئے کیوں متعین کیا؟

﴿جواب﴾: چونکہ یہ حروف زائد ہیں..... نیز اگر فاء کلمہ کو کسرہ دیتے تو پے درپے چار حرکات کا تسلسل لازم آتا..... اگر عین کلمہ کو کسرہ دیتے تو پتہ نہ چلتا یہ باب سَمِعَ سے ہے یا ضَرَبَ سے ہے..... اور اگر لام کلمہ کو کسرہ دیتے تو اعراب کو باطل کرنا لازم آتا کیونکہ لام محل اعراب ہے۔

وَتُحَذَفُ التَّاءُ الثَّانِيَةُ فِي الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: باب تَفَعَّلَ اور باب تَفَاعَلَ کے مضارع میں دوسری تاء کو حذف کیا جاتا ہے..... کیوں؟

﴿جواب﴾: کیونکہ یہاں دو حرف ایک جنس کے جمع ہو جاتے ہیں اور ان میں ادغام بھی ممکن نہیں۔

وَعَيَّنَتْ الثَّانِيَةَ لِأَنَّ الْأُولَى الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: پہلی تاء کو حذف کیوں نہیں کیا جاتا؟

﴿جواب﴾: چونکہ پہلی تاء علامت مضارع ہے اور علامت کو حذف نہیں کیا جاتا۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

﴿عبارت﴾: وَأُسْكِنَتِ الضَّادُ فِي يَضْرِبُ فِرَارًا عَنْ تَوَالِي الْحَرَكَاتِ الْأَرْبَعِ وَعَيَّنَتِ الضَّادُ لِلْإِسْكَانِ لِأَنَّ تَوَالِي الْحَرَكَاتِ يَلْزَمُ مِنَ الْيَاءِ فَاسْكَانُ الضَّادِ الَّتِي تَكُونُ قَرِيبًا مِنْهُ أُولَى وَمِنْ ثَمَّ عَيَّنَتِ الْبَاءُ فِي ضَرْبٍ لِلْإِسْكَانِ لِأَنَّهُ قَرِيبٌ مِنَ النُّونِ الَّتِي يَلْزَمُ مِنْهُ تَوَالِي أَرْبَعِ الْحَرَكَاتِ وَسَوَّى بَيْنَ الْمُخَاطَبِ وَالْغَائِبَةِ فِي مِثْلِ تَضْرِبُ أَنْتَ

وَتَضْرِبُ هِيَ لِلْأَسْتَوَائِهِمَا فِي الْمَاضِي مِثْلُ نَصَرْتُ وَنَصَرْتُ وَلَكِنْ لَا تُسَكِّنُ فِي غَائِبَةِ الْمُسْتَقْبَلِ لَصَرُورَةِ الْإِبْتِدَاءِ وَلَا تَضُمُّ حَتَّى لَا يَلْتَبَسَ بِالْمَجْهُولِ فِي مِثْلِ تُمَدِّحُ وَلَا تُكْسِرُ حَتَّى لَا يَلْتَبَسَ بِلُغَةِ تَعْلَمُ فَإِنْ قِيلَ يَلْزَمُ الْإِلْتِبَاسُ أَيْضًا بِالْفَتْحَةِ بَيْنَ الْمُخَاطَبِ وَالْغَائِبَةِ قُلْنَا فِي الْفَتْحِ مُوَافَقَةً بَيْنَهَا وَبَيْنَ أَخَوَاتِهَا مَعَ خِفَّةِ الْفَتْحَةِ فَإِنْ قِيلَ لِمَ أُدْخِلَ فِي آخِرِ الْمُسْتَقْبَلِ نُونٌ قُلْنَا عَلَامَةً لِلرَّفْعِ لِأَنَّ آخِرَ الْفِعْلِ صَارَ بِاتِّصَالِ ضَمِيرِ الْفَاعِلِ بِمَنْزِلَةِ وَسْطِ الْكَلِمَةِ الْأَنُونُ يَضْرِبُنَ وَهُوَ عَلَامَةُ التَّانِيثِ كَمَا فِي فَعَلْنَ وَمِنْ ثَمَّ لَا يَقَالُ بِالتَّاءِ حَتَّى لَا يَجْتَمِعَ عَلَامَتَا التَّانِيثِ وَالْيَاءُ فِي تَضْرِبُنَ ضَمِيرُ الْفَاعِلِ كَمَا مَرَّ وَإِذَا دَخَلَ لَمْ يَنْتَقِلْ مَعْنَاهُ إِلَى الْمَاضِي لِأَنَّهَا مُشَابِهَةٌ بِكَلِمَةِ الشَّرْطِ۔

﴿ترجمہ﴾: اور تَضْرِبُ میں ضاد کو توالی اربع حرکات کی خرابی سے بچنے کی وجہ سے ساکن کیا گیا اور ضاد کو سکون ہی کے لیے مقرر کر دیا گیا تاکہ یاء حرف مضارع کے آنے کی وجہ سے توالی اربع حرکات نہ آئے تو ضاد کو ساکن کرنا اس وجہ سے اولیٰ ہے کیونکہ وہ حرف زائد کے قریب ہے اور اسی وجہ سے ضَرَبُنَ میں باء کو ساکن کلمہ ہونے کے لیے مقرر کیا گیا اس لیے کہ وہ اس نون کے قریب ہے کہ جس کی وجہ سے توالی اربع حرکات لازم آتا ہے اور مخاطب حاضر اور مؤنث غائب میں معاملہ برابر رکھا گیا یعنی تَضْرِبُ أَنْتَ اور تَضْرِبُ هِيَ ان دونوں کے ماضی میں برابر ہونے کی وجہ سے نَصَرْتُ اور نَصَرْتُ لیکن مستقبل کے مؤنث غائب کو ساکن نہیں کیا جائے گا ابتداءً بال سکون لازم آنے کی وجہ سے بلکہ اس کو متحرک رکھا جائے گا اور ضمہ بھی نہیں دیا گا تاکہ مجہول کے ساتھ التباس لازم نہ آنے پائے تُمَدِّحُ کی مثال کی طرح اور نہ ہی کسرہ دیا جائے گا تاکہ تَعْلَمُ کی لغت کے ساتھ التباس لازم نہ آئے پس اگر یوں کہا جائے کہ فتح کے ساتھ بھی مخاطب اور غائبہ کے درمیان التباس لازم آتا ہے تو اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں یہاں پر فتح اس کے اور اس کے اخوات کے درمیان موافقہ کی وجہ سے دیا گیا باوجودیکہ فتح کی حرکت خفیف ہے پس اگر کہا جائے کہ مستقبل کے آخر میں نون کو داخل کیوں کیا گیا۔ تو اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ رفع کی علامت بنانے کی غرض سے اس لیے کہ فعل کا آخر ضمیر فاعل کے متصل ہونے کی وجہ سے بمنزل وسط کلمہ کے ہو گیا مگر يَضْرِبُنَ کا جو نون ہے وہ تانیث کی علامت ہے جیسے کہ فَعَلْنَ میں ہے اور اسی وجہ سے تاء کے ساتھ نہیں بولا جائے گا، تاکہ علامت تانیث جمع نہ ہونے پائیں اور تَضْرِبُنَ میں یاء فاعل کی ضمیر ہے جیسا کہ یہ بات گزر چکی ہے اور جب لَمْ داخل کر دیا جائے تو اس کا معنی ماضی کی طرف منتقل ہوگا اس لیے کہ وہ شرط کے کلمہ کے ساتھ مشابہت لکھتا ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَأُسْكِنَتِ الضَّادُ فِي الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: يَضْرِبُ میں ضاد کو ساکن کیوں کیا گیا؟

﴿جواب﴾: تاکہ پے در پے چار حرکات کا آنا لازم نہ آئے۔

وَعَيَّنَتِ الضَّادُ لِلْإِسْكَانِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: پے در پے حرکات سے بچنے کے لئے ضاد کی بجائے کسی اور کو ساکن کر دیا جاتا ضاد کی ہی تخصیص کیوں کی گئی؟

﴿جواب﴾: چونکہ حرکات کا تسلسل یاء کی وجہ سے ہوا تھا اور ضاد یاء کے قریب تھی لہذا ساکن کرنا مناسب تھا جیسے

ضَرْبٌ میں باء کو ساکن کیا گیا ہے کیونکہ وہ نون کے قریب ہے اور نون کی ہی وجہ سے چار حرکات کا پے در پے آنا لازم آتا ہے۔

وَسُوَّى بَيْنَ الْمُخَاطَبِ وَالْغَائِبَةِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب اور صیغہ واحد مذکر حاضر ایک جیسا کیوں ہے؟

﴿جواب﴾: اس لئے کہ یہ دونوں صیغے ماضی میں بھی ایک جیسے تھے سوائے اس بات کے کہ ماضی میں تائے

واحد مؤنث غائب ساکن ہے اور مضارع میں اسے ساکن نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ساکن سے ابتدا نہیں ہو سکتی۔

وَلَا تُضَمُّ حَتَّى لَا يَلْتَبَسَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ان دونوں صیغوں میں فرق کرنے کے لئے واحد مؤنث غائب کی علامت مضارع کو ضمہ یا کسرہ

بھی تو دیا جاسکتا تھا؟

﴿جواب﴾: علامت مضارع کو ضمہ دینے کی صورت میں مضارع مجہول کے ساتھ التباس لازم آ جاتا مثلاً

تُمدَحُ مضارع مجہول ہے اگر صیغہ معروف میں علامت مضارع کو ضمہ دے دیا جائے تو التباس لازم آ جائیگا اور اگر کسرہ

دیں تو تعلّم والی لغت کے ساتھ التباس لازم آتا۔

فتحة خفيفة حرکت ہے:

فَإِنْ قِيلَ يَلْزَمُ الْإِلْتِبَاسُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: فتحة کی صورت میں بھی ان دونوں صیغوں میں التباس لازم آرہا ہے؟

﴿جواب﴾: جب سب حرکات میں کوئی نہ کوئی التباس لازم آرہا تھا تو فتحة کو اس لئے اختیار کیا کہ اس کے باقی

اخوان (يَضْرِبُ، أَضْرِبُ، نَضْرِبُ) میں بھی فتحة تھا تاکہ ان تمام میں موافقت ہو جائے البتہ دوسرے صیغوں میں فتحة

اس لئے دیا کہ فتحة خفيفة حرکت ہے جو حروف کو دینے کے لئے زیادہ مناسب ہے۔

فَإِنْ قِيلَ لَمْ أَذْخِلْ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: فعل مضارع کے آخر میں نون کو کیوں لایا جاتا ہے؟

﴿جواب﴾: یہ رفع کی علامت ہے اسی وجہ سے حالت نصبی اور حالت جزمی میں گر جاتا ہے چونکہ فعل کے آخر میں ضمیر فاعل ملنے سے فعل درمیان میں آ جاتا ہے..... اور اعراب درمیان میں نہیں آ سکتا..... اور ضمائر پر بھی اعراب نہیں آ سکتا کیونکہ وہ مثنی ہوتی ہیں..... البتہ کسی نہ کسی حرف کو اعراب کی جگہ لانا تھا، زائد ہونے کے لئے حروف علت کا انتخاب کیا جاتا ہے، پس اگر الف کو اعراب کی جگہ لایا جاتا تو تثنیہ میں دو الف جمع ہو جاتے..... واؤ لانے کی صورت میں جمع میں دو واؤ جمع ہو جاتیں..... اور یاء لانے کی صورت میں واحد مؤنث حاضر میں دو یائیں جمع ہو جاتیں..... اور یہ جائز نہیں تھا..... تو نون کو اعراب کی جگہ لایا گیا کیونکہ یہ حروف علت کے قریب جیسا کہ ماقبل میں بیان ہوا۔

يَضُرُّ بِنَ كَانُونِ علامت تانیث ہے:

الْأَنُونُ يَضُرُّ بِنَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: کیا يَضُرُّ بِنَ کانون بھی علامت رفع ہے؟

﴿جواب﴾: نہیں!..... بلکہ یہ علامت تانیث ہے جیسا کہ فَعْلُنَ میں ہے..... یہی وجہ ہے کہ یہاں علامت تانیث تاء نہیں لائی جاتی، تاکہ تانیث کی دو علامتیں جمع نہ ہو جائیں۔

تَضُرُّ بَيْنَ میں یاء ضمیر فاعل ہے:

وَالْيَاءُ فِي تَضُرُّ بَيْنَ ضَمِيرُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: تَضُرُّ بَيْنَ میں تو تانیث کی دو علامتیں جمع ہیں..... ایک تاء اور ایک یاء؟

﴿جواب﴾: یاء علامت تانیث نہیں بلکہ وہ ضمیر فاعل ہے جیسا کہ ماقبل میں بیان ہوا۔

وَاِذَا دَخَلَ لَمْ يَنْتَقِلْ مَعْنَاهُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: فعل مضارع پر جب لفظ لَمْ داخل ہوتا ہے تو فعل مضارع ماضی کے معنی میں کیوں ہو جاتا ہے؟

﴿جواب﴾: اس لئے حرف لَمْ جازمہ لفظ اِنْ سے مشابہت ہے کہ وہ ماضی پر داخل ہو ماضی کو مستقبل کے معنی

میں کر دیتا ہے..... دونوں لفظوں میں وجہ شبہ! انتقال ہے کہ لَمْ فعل مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں منتقل کر دیتا ہے اور اِنْ ماضی کو فعل مضارع کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

فعل امر اور نہی کا بیان

﴿عبارت﴾: فَصَلْ فِي الْأَمْرِ وَالنَّهْيِ الْأَمْرُ صِغَةُ يُطْلَبُ بِهَا الْفِعْلُ عَنِ الْفَاعِلِ مِثْلُ اضْرِبْ وَالْيَضْرِبُ إِلَى آخِرِهِ وَهُوَ مَا اشْتَقَّ مِنَ الْمُضَارِعِ لِمُشَابَهَةِ بَيْنَهُمَا فِي الْأَمْتِقَالِ تَوَزُّدَتِ اللَّامُ فِي الْغَائِبِ لَأَنَّهُمَا مِنْ وَسْطِ الْمَخَارِجِ وَالْغَائِبُ أَيْضًا وَسْطُ بَيْنِ الْمُتَكَلِّمِ وَالْمُخَاطَبِ وَأَيْضًا هِيَ مِنَ الْحُرُوفِ الزَّوَائِدِ وَالْحُرُوفُ الزَّوَائِدُ هِيَ الَّتِي يَشْتَمِلُهَا قَوْلُ الشَّاعِرِ

هَوَيْتُ السَّمَانَ فَشَيَّبَنِي وَقَدْ كُنْتُ قَدَمَا هَوَيْتُ السَّمَانَا

إِى حُرُوفِ هَوَيْتُ السَّمَانَا وَلَمْ يَزِدْ مِنْ حُرُوفِ الْعِلَّةِ حَتَّى لَا يَجْتَمِعَ حَرْفًا عَلَيْهِ كُسْرُ اللَّامِ لَأَنَّهُمَا مُشَابِهَةٌ بِاللَّامِ الْجَارِيَةِ لِأَنَّ الْجَزْمَ فِي الْأَفْعَالِ كَالْجَرِّ فِي الْأَسْمَاءِ وَأُسْكِنْتُ إِذَا تَصَلَّتْ بِالْوَاوِ وَالْفَاءِ مِثْلُ وَلْيَضْرِبْ فَلْيَضْرِبْ كَمَا أُسْكِنْتُ الْخَاءَ فِي فَخَذٍ وَنَظِيرِهِ وَهِيَ وَفَهِيَ بِالْوَاوِ وَالْفَاءِ بِسُكُونِ الْهَاءِ وَحُذِفَ حَرْفُ الْإِسْتِقْبَالِ فِي الْمُخَاطَبِ لِلْفَرْقِ بَيْنَ الْمُخَاطَبِ وَالْغَائِبِ وَعَيَّنَ الْحَذْفُ فِي الْمُخَاطَبِ لِكَثْرَتِهِ وَمِنْ ثُمَّ لَا يُحْذَفُ اللَّامُ فِي مَجْهُولِهِ أَعْنَى يُقَالُ لِيَضْرِبْ لِقَلَّةِ اسْتِعْمَالِهِ وَاجْتِلَبَتْ الْمُهْزَةُ فِي اضْرِبْ لِأَنَّ الْكُسْرَةَ أَصْلُ فِي هَمْزَاتِ الْوَصْلِ وَلَمْ تُكْسَرْ فِي مِثْلِ اُكْتُبْ لِأَنَّ بِتَقْدِيرِ الْكُسْرَةِ يَلْزَمُ الْخُرُوجُ مِنَ الْكُسْرَةِ إِلَى الضَّمِّ وَلَا اِعْتِبَارَ لِلْكَافِ السَّاكِنِ لِأَنَّ الْحَرْفَ السَّاكِنَ لَا يَكُونُ حَاجِزًا خَصِينًا عِنْدَهُمْ وَمِنْ ثُمَّ جُعِلَ وَأَوْقِنُوقِيَاءَ وَيُقَالُ قِنِيَّةً وَقِيلَ تَضَمُّ لِلِاتِّبَاعِ وَتُكْسَرُ لِلِاتِّبَاعِ بِخِلَافِ اِفْعَلْ بِكُسْرَةِ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ الْعَيْنِ لِأَنَّهُ يَلْتَبَسُ بِقَوْلِ الشَّاعِرِ شِعْرٌ

الْيَوْمَ أَشْرَبُ مِنْ غَيْرِ مُسْتَحَقِّبِ اِثْمَانِ اللَّهِ وَلَا وَاعِلِ

بِسُكُونِ الْبَاءِ وَبِجَزَاءِ الشَّرْطِ فِي مِثْلِ إِنْ تَمْنَعْ أَمْنَعْ

﴿ترجمہ﴾: امر ایسا صیغہ ہے کہ جس کے ذریعے فاعل سے فعل کو طلب کیا جاتا ہے، اضرب اور لیضرب الخ اور وہ فعل مضارع سے مشتق کیا گیا ہے اور ان دونوں کے درمیان استقبالیات میں مشابہت ہونے کی وجہ سے، اور

امر غائب میں لام کو زائد کیا گیا ہے اس لیے وہ (لام) مخارج کے وسط سے ادا ہوتا ہے اور غائب بھی متکلم اور مخاطب کے وسط ہی ہوتا ہے اور وہ حروف زائدہ میں سے بھی ہے اور حرف زائدہ وہ ہیں کہ جو ایک شاعر کے قول پر مشتمل ہیں، میں موٹی عورتوں کو پسند کرتا ہوں، پس انہوں نے مجھے بوڑھا کر دیا اور میں عرصہ دراز سے موٹی عورتوں کو پسند کرتا ہوں۔ یعنی حروف زائدہ کا مجموعہ هُوَيْتُ السَّمَانَا ہے اور امر میں حروف علت میں سے کوئی حرف زائد نہیں کیا تا کہ دو حرف علت اکٹھے نہ ہو جائیں اور لام کو کسرہ دے دیا گیا لام جارہ کے ساتھ مشابہت رکھنے کی وجہ سے اس لیے کہ افعال میں جزم اسماء میں جر ہی کی طرح ہوتی ہے اور اس کو ساکن کر دیا جاتا ہے۔ جب اس کے شروع میں واؤ فاء متصل ہو جائے جیسے وَلْيَضْرِبْ، فَلْيَضْرِبْ جیسا کہ فِخْذٌ میں خاء کو ساکن کر دیا گیا ہے اور اس کی نظیر وَهْيٌ اور فَهْيٌ ہے۔ واؤ اور فاء کے داخل کرنے کے وجہ سے ہاء کے سکون کے ساتھ اور حرف استقبال کو مخاطب میں حذف کر دیا گیا مخاطب اور غائب کے درمیان فرق کرنے کی غرض سے اور مخاطب معلوم میں حذف متعین ہو گیا، مخاطب کے کثرت استعمال کی وجہ سے۔ اور اسی وجہ سے لام کو مخاطب مجہول میں حذف نہیں کیا گیا کیونکہ وہ قلیل الاستعمال ہے۔ یعنی اسے مجہول میں لَتَضْرِبْ پڑھا جاتا ہے، پھر حرف مضارع کو حذف کرنے کے بعد ہمزہ داخل کر دیا گیا جب کہ اس کا مابعد ساکن دیکھا گیا ابتداءً بالسکون محال ہونے کی وجہ سے اور ہمزہ کو کسرہ دے دیا گیا اَضْرِبْ کے صیغے میں اس لیے ہمزہ ہمزات وصلہ کی اصل ہے اور اُكْتُبْ جیسی مثال میں کسرہ نہیں دیا گیا۔ اس لیے کہ ہمزہ کو کسرہ دینے کی وجہ سے کسرہ سے ضمہ کی طرف جانا لازم آئے گا اور یہ ناپسندیدہ ہے، کاف کے ساکن ہونے کی وجہ سے، اس لیے کہ ساکن حرف بصریوں نزدیک قوی مانع نہیں ہے۔ اسی وجہ سے قِنْوَةٌ کی واؤ کو یاء کر دیا گیا اسی وجہ سے قِنِيَّةٌ بولا جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہمزہ کو ضمہ عین کلمہ کے ضمہ کی اتباع کی وجہ سے دیا جاتا ہے اور کسرہ بھی عین کلمہ کے کسرہ کی اتباع کی وجہ سے دیا جاتا ہے بخلاف اِفْعَلْ کے یعنی ہمزہ کے کسرہ اور عین کے فتح کے ساتھ اس لیے وہ ملتبس ہو جاتا ہے شاعر کے اس قول کے ساتھ آج کے دن میں شراب پیتا ہوں، نہ تو مجھے اللہ کی طرف سے کوئی گناہ ہوتا ہے اور نہ ہی میں طفیلی ہوں، باء کے سکون کے ساتھ اور شرط کی جزاء بننے کی وجہ سے بھی آخر کو ساکن کر دیا جاتا ہے جیسے اِنْ تَمْنَعُ اَمْنَعُ

﴿تشریح﴾:

لَا اَمْرٌ صِغَةً يُطْلَبُ بِهَا الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: فعل امر کسے کہتے ہیں؟

﴿جواب﴾: فعل امر: وہ صیغہ ہے جس کے ذریعے فاعل سے فعل کو طلب کیا جائے جیسے اَضْرِبْ، لِيَضْرِبْ۔

وَهُوَ مَا اِشْتَقَّ مِنَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

- ﴿سوال﴾: فعل امر مضارع سے کیوں مشتق ہوتا ہے؟
- ﴿جواب﴾: یہ فعل مضارع سے مشتق اس لئے ہوتا ہے کیونکہ مضارع میں زمانہ استقبال ہوتا ہے، اور امر میں بھی زمانہ استقبال ہوتا ہے..... پس دونوں میں زمانہ استقبال کے پائے جانے کی وجہ سے مشابہت پائی جاتی ہے۔
- ﴿سوال﴾: وَزِيدَتِ اللَّامُ هِيَ الْغَائِبُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
- ﴿جواب﴾: امر غائب کے شروع میں اضافہ کے لئے لام کا انتخاب کیوں کیا گیا؟
- ﴿جواب﴾: اس لئے کہ لام کا مخرج مخارج کے وسط میں ہے، اور غائب بھی متکلم اور مخاطب کے درمیان ہوتا ہے، نیز یہ حروف زوائد میں سے ہیں۔

حروف زوائد:

وَالْحُرُوفُ الزَّوَادُ هِيَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

- ﴿سوال﴾: حروف زوائد کون کون سے ہیں؟
- ﴿جواب﴾: ایک شاعر کے اس شعر میں حروف زوائد پائے جاتے ہیں۔
- هَوَيْتُ السَّمَانَ فَشَيَّبَنِي وَقَدْ كُنْتُ قَدْ مَا هَوَيْتُ السَّمَانَا
- ﴿ترجمہ﴾: میں موٹی عورتوں کو پسند کرتا ہوں، پس انھوں نے مجھے بوڑھا کر دیا اور میں عرصہ دراز سے موٹی عورتوں کو پسند کرتا ہوں۔ اس شعر میں هَوَيْتُ السَّمَانَ جن حروف پر مشتمل ہے وہ زوائد حروف ہیں۔
- یاد رہے ہم عجی لوگ تو پتلی عورتوں کو رشتہ ازدواج کے لئے پسند کرتے ہیں، لیکن اہل عرب موٹی عورتوں کو پسند کرتے ہیں، چنانچہ حدیث پاک میں بھی ہے کہ ایک خسر نے آقائے دو جہاں ﷺ کی موجودگی میں ایک موٹی عورت کی تعریف کی، جس حضور ﷺ نے خواتین کو اس سے پردہ کرنے کا حکم دیا۔
- وَلَمْ يَزِدْ مِنْ حُرُوفِ الْعِلَّةِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
- ﴿سوال﴾: امر کے شروع میں حرف علت کیوں نہیں لایا گیا؟
- ﴿جواب﴾: اس لئے کہ اس طرح بعض صورتوں میں دو حرف علت جمع ہو جاتے ہیں۔
- وَكُسِرَ اللَّامُ لِأَنَّهَا الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
- ﴿سوال﴾: لام امر کو کسرہ کیوں دیا گیا ہے؟
- ﴿جواب﴾: اسلئے کہ یہ لام جارہ کے مشابہہ ہے کیونکہ افعال میں جزم اسماء میں جر کی طرح ہے۔
- وَأُسْكِنْتُ إِذَا تَصَلَّيْتُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
- ﴿سوال﴾: کیا لام امر کبھی ساکن بھی ہوتا ہے؟

﴿جواب﴾: جی ہاں! جب یہ لام واؤ یا فاء سے مل جائے تو اسے ساکن پڑھتے ہیں جیسے وَلَيْسَ طَرْبُ فَلْيَضْرِبْ۔ یہ اسی طرح ہے جیسے فَيَحْدُوْهُ فَيَحْدُوْهُ پڑھنا یعنی خاء کو ساکن کر دیا جائے اور وَهْيَ کو وَهْيَ اور فَهْيَ پڑھنا۔
وَحُذِفَ حَرْفُ الْاِسْتِقْبَالِ النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: حاضر کے صیغے سے علامت مضارع کو کیوں حذف کیا جاتا ہے؟

﴿جواب﴾: تاکہ حاضر اور غائب میں فرق ہو جائے۔

وَعَيَّنَ الْحَذْفُ فِي الْمُخَاطَبِ النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: حذف کیلئے مخاطب معروف کا صیغہ کیوں منتخب کیا گیا؟

﴿جواب﴾: اس لئے کہ اس کا استعمال بکثرت ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مخاطب مجہول کے صیغوں میں علامت مضارع کو حذف نہیں کیا جاتا کیونکہ ان کا استعمال قلیل ہوتا ہے۔

﴿سوال﴾: علامت مضارع گرانے کے بعد ہمزہ کا اضافہ کیوں کیا جاتا ہے؟

﴿جواب﴾: اس لئے کہ علامت مضارع گرانے کے بعد جب پہلا حرف ساکن ہو تو شروع میں ہمزہ لانا

ضروری ہے تاکہ صیغہ پڑھا جاسکے۔

وَاجْتَلَبَتِ الْمَهْزَةُ فِي النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: کیا وجہ ہے کہ "اضْرِبْ" میں ہمزہ وصل مکسورہ اور "اُكْتُبْ" میں مضموم ہے؟

﴿جواب﴾: اضْرِبْ میں ہمزہ وصل اس لئے مکسورہ ہے کہ وصل کے ہمزوں میں اصل کسرہ ہے اور "اُكْتُبْ" میں ہمزہ کو کسرہ اس لئے نہیں دیا کہ اس طرح کسرہ سے ضمہ کی طرف خروج لازم آتا ہے۔

وَلَمْ تَكْسَرْ فِي مِثْلِ النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: اُكْتُبْ میں ہمزہ کو کسرہ کیوں نہیں دیا گیا۔

﴿جواب﴾: "اُكْتُبْ" میں ہمزہ کو کسرہ دینے سے کسرہ سے ضمہ کی طرف خروج لازم آتا جو کہ باعث ثقل ہے۔

وَلَا عَيْتَابَ لِلْكَافِ السَّائِكِ النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دیتا ہے۔

﴿اعتراض﴾: "اُكْتُبْ" میں ہمزہ کو کسرہ دینے سے کسرہ سے ضمہ کی طرف خروج لازم نہیں آتا کیونکہ درمیان میں کاف ہے؟

﴿جواب﴾: کاف ساکن کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ حرف ساکن بصریوں کے نزدیک مضبوط رکاوٹ نہیں بنتا یہی

وجہ ہے کہ قُوَّة کی واو کو قاف کے کسرہ کی وجہ سے یاء سے بدل کر قُنِيَّة پڑھتے ہیں اور نون ساکن کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

وَقِيلَ تَضَمُّ لِلْاِتِّبَاعِ النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: کیا ہمزہ وصل کے مکسور اور مضموم ہونے کی کوئی اور وجہ بھی ہے؟
 ﴿جواب﴾: جی ہاں! بعض حضرات کے نزدیک عین کلمہ کے کسرہ کی اتباع میں ہمزہ وصل کو کسرہ اور عین کلمہ کے مضموم کی اتباع میں ہمزہ وصل کو ضمہ دیا جاتا ہے۔
 بخلافِ اِفْعَلْ بِكُسْرَةِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔
 ﴿اعتراض﴾: جب مضارع مکسور العین ہو تو ہمزہ امر حاضر بھی مکسور ہوتا ہے..... اور جب مضارع مضموم العین ہو تو ہمزہ امر حاضر بھی مضموم ہوتا ہے..... پس مضارع کے مفتوح العین ہونے کی صورت میں ہمزہ امر حاضر بھی مفتوح ہونا چاہیے..... لیکن کیا وجہ ہے کہ وہ اس صورت میں بھی مکسور ہوتا ہے۔
 ﴿جواب﴾: شعروں میں کئی جگہ ضرورتِ شعری کی وجہ سے مضارع کو ساکن کر کے پڑھا جاتا ہے تو اس مضارع کے واحد متکلم کے صیغہ سے التباس لازم آتا جیسے.....

الْيَوْمَ أَشْرَبُ مِنْ غَيْرِ مُسْتَحَقِّبِ اِثْمًا مِنَ اللَّهِ وَلَا وَاعِلُ

☆ آج میں (محبوب کے ہاتھ سے) شراب پیتا ہوں نہ تو مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی گناہ ہوتا ہے اور نہ ہی میں طفیلی ہوں، اس شعر میں ”أَشْرَبُ“ واحد متکلم مضارع کا صیغہ ہے، ضرورتِ شعری کے پیش نظر اس کی باء کو ساکن کر کے ”أَشْرَبُ“ پڑھتے ہیں۔ اگر امر کے صیغہ میں ہمزہ وصل مکسورہ نہ ہوتا تو یہاں پتہ نہ چلتا کہ یہ امر حاضر کا صیغہ ہے یا مضارع واحد متکلم کا۔ اسی طرح شرط کی جزاء کیساتھ بھی التباس لازم آتا مثلاً اِنْ تَمْنَعُ اَمْنَعُ یہاں اَمْنَعُ متکلم کا صیغہ ہے۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

﴿عبارت﴾: وَفُتِحَتْ اِلِفُ اَيْمُنْ مَعَ كَوْنِهِ لِلْوَصْلِ لِأَنَّهُ جَمْعُ يَمِينٍ وَكَفُّهُ لِلْقَطْعِ ثُمَّ جُعِلَ لِلْوَصْلِ فِي اللَّفْظِ لِكَثْرَتِهِ وَفُتِحَ اِلِفُ التَّعْرِيفِ لِكَثْرَتِهِ اَيْضًا وَفُتِحَ اِلِفُ الْكُرْمِ لِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ اِلِفِ الْأَمْرِ بَلْ اِلِفُ قَطْعٍ مَحْذُوفٍ مِنْ تَكْرُمٍ وَحُذِفَتْ لِاجْتِمَاعِ الْهَمْزَتَيْنِ فِي الْكُرْمِ لِأَنَّ أَصْلَهُ الْكُرْمُ وَلَا تُحْذَفُ هَمْزَةٌ أَعْلَمَ فِي الْوَصْلِ فِي الْخَطِّ حَتَّى لَا يَلْتَبَسَ الْأَمْرُ مِنْ عِلْمٍ بِأَمْرِ عَلَّمَ فَإِنْ قِيلَ يُعْلَمُ بِالْإِعْجَامِ قُلْنَا الْإِعْجَامُ يُتْرَكُ كَثِيرًا وَمِنْ ثُمَّ فَرَّقُوا بَيْنَ عُمَرَوِ عَمْرٍو بِالْوَاوِ وَحُذِفَتْ فِي بِسْمِ اللَّهِ لِكَثْرَةِ الْأَسْتِعْمَالِ وَلَمْ يُحْذَفْ فِي إِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ لِقِلَّةِ الْأَسْتِعْمَالِ وَجُزِمَ آخِرُهُ فِي الْغَائِبِ بِلِلَّامِ أَجْمَاعًا لِأَنَّ اللَّامَ مُشَابِهَةً لِكَلِمَةِ الشَّرْطِ فِي النُّقْلِ وَكَذَلِكَ الْمُخَاطَبُ عِنْدَ الْكُوفِيِّينَ لِأَنَّ الْأَصْلَ فِي اضْرِبْ لِتَضْرِبَ عَنْدهُمْ وَمِنْ ثُمَّ قَرَأَ النَّبِيُّ (صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) فَبِذَلِكَ فَلْتَفَرَّحُوا فَحُذِفَ اللَّامُ لِكَثْرَةِ الْأَسْتِعْمَالِ ثُمَّ حُذِفَ عَلَامَةُ الْإِسْتِقْبَالِ لِلْفَرْقِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ

الْمُضَارِعَ فَبَقِيَ الضَّادُ سَاكِناً جُتِلَتْ هَمْزَةُ الْوُضَلِ وَوُضِعَتْ مَوْضِعَ عَلَامَةِ الْإِسْتِقْبَالِ
وَأُعْطِيَ لَهُ أَثَرُ عَلَامَةِ الْإِسْتِقْبَالِ كَمَا أُعْطِيَ لِغَاءِ رَبٍّ عَمَلُ رَبٍّ فِي قَوْلِ الشَّاعِرِ فَمِثْلِكَ
حُبْلَى قَدْ طَرَفْتُ وَمَوْضِعُ فَالْهِتْهَا عَنْ ذِي تَمَائِمٍ مُحَوِّلٍ وَعِنْدَ الْبَصَرِيِّينَ مَبْنِيٌّ لِأَنَّ
الْأَصْلَ فِي الْأَفْعَالِ الْبِنَاءُ

ترجمہ: اور اِیْمَن کی الف کو فتح دیا گیا باوجودیکہ وہ وصل کے لیے اس لیے کہ وہ ہمیں کی جمع ہے اور اس کا الف قطع کرنے کے لیے ہے۔ پھر وہ لفظ میں اس کے کثرت استعمال کی وجہ سے وصلی بنا دیا جاتا ہے اور الف تعریف کو بھی فتح اس کے کثرت استعمال کی وجہ سے دیا جاتا ہے اور اُکْثِرُم کے الف کو فتح اس وجہ سے دیا گیا ہے کیونکہ وہ امر کے الف سے نہیں ہے بلکہ وہ الف قطعی ہے جو کہ حذف کر دیا گیا تھا اُکْثِرُم سے اور اُکْثِرُم سے ہمزہ اس وجہ سے حذف کیا گیا تھا کہ وہاں دو ہمزہ اکٹھے ہو گئے تھے اس لیے کہ اس کی اصل اُکْثِرُم تھی۔ اور اَعْلَمَ کا ہمزہ کسی دوسرے کلمے سے وصل کے وقت لکھنے کی حالت میں حذف نہیں کیا جاتا۔ جبکہ پڑھنے کی حالت میں یہ ایک اعتبار سے حذف ہوتا ہے یعنی پڑھا نہیں جاتا تا کہ عَلِمَ کے امر کے ساتھ عَلَمَ کے امر کا التباس نہ ہونے پائے پس اگر یوں کہا جائے کہ یہ بات تو اعراب سے بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ کون سا باب عَلِمَ اور کون سا عَلَمَ ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اکثر طور پر اعراب کو ترک کر دیا جاتا ہے اور اسی وجہ سے اہل صرف عمر اور عمرو میں واؤ کے ساتھ فرق پیدا کیا ہے تا کہ التباس نہ ہو سکے اور بسم اللہ میں ہمزہ کو حذف کر دیا جاتا ہے کثرت استعمال کی وجہ سے جبکہ اقراء باسم ربک الذی خلق میں قلت استعمال کی وجہ سے حذف نہیں کیا گیا اور امر کے آخر کو غائب میں بھی جزم دی جاتی ہے لام کے ساتھ بالاتفاق۔ اس لیے کہ لام نقل میں کلمہ شرط کے مشابہہ ہے اور اسی طرح ہی مخاطب ہے کو فیوں کے نزدیک یعنی اس میں بھی لام ہی کی وجہ سے آخر میں جزم ہے۔ اس لیے کہ اضرب اصل میں لتضرب تھا کو فیوں کے نزدیک اور اسی وجہ سے، آقائے دو جہاں علیہ السلام نے پڑھا فَبَدَّ إِلَکَ فَلْتَفَرَحُوا پس لام کو کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کر دیا گیا پھر علامت استقبال کو امر اور مضارع کے درمیان فرق پیدا کرنے کے لیے حذف کر دیا گیا پس پھر ضاد ساکن باقی رہ گیا پھر ہمزہ وصلی شروع میں داخل کیا گیا اور اس کو علامت استقبال کی جگہ پر رکھا اور اس ہمزہ کو علامت استقبال کا اثر دے دیا گیا، جس طرح فائے دُبَّ کو عمل دُبَّ دے دیا گیا ہے شاعر کے قول میں (ترجمہ) میں تیری جیسی کئی حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتوں کے پاس رات کے وقت آیا تو میں نے انہیں ایک سالہ دودھ پیتے بچے سے غافل کر دیا۔ اور پھر یوں کے نزدیک فعل امر حاضر معروف مبنی ہے اس لیے افعال میں اصل مبنی ہونا ہی ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَفُتِحَتْ اِلَفٌ اَيْمُنِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: اَيْمُنِ کا الف (ہمزہ) وصلی ہے لیکن اسے فتح دیا گیا ہے؟

﴿جواب﴾: اَيْمُنِ، يَمِينُ کی جمع ہے اس کا الف (ہمزہ) قطعی ہے لیکن چونکہ اس کا استعمال بکثرت ہوتا ہے لہذا

اسے وصل کیلئے قرار دیا گیا۔

الف تعریف کا فتح کیوں؟

وَفُتِحَ اِلَفُ التَّعْرِيفِ لِكُثْرَتِهِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: الف تعریف کو فتح کیوں دیا گیا؟

﴿جواب﴾: کیونکہ یہ بھی بکثرت مستعمل ہے لہذا تخفیف کیلئے اس کو حرکت فتح دی گئی۔

وَفُتِحَ اِلَفُ اَكْرِمٍ لَّانَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: ”اَكْرِمُ“ کے ہمزہ کو فتح کیوں دیا گیا؟

﴿جواب﴾: ”اَكْرِمُ“ کا ہمزہ وصلی نہیں بلکہ قطعی ہے یہ امر کیلئے نہیں آیا مضارع کے صیغوں میں اسے حذف کیا

جاتا ہے کیونکہ واحد متکلم کے صیغے میں دو ہمزوں کا اجتماع ہو جاتا جیسے اَكْرِمُ مَوْيٰہاں دوسرے ہمزہ کو حذف کیا پھر اس کی مناسبت سے باقی صیغوں سے بھی حذف کیا گیا۔

وَلَا تُحْدَفُ هَمْزَةُ اَعْلَمُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: اَعْلَمُ کا ہمزہ وصل کی صورت میں لکھنے میں باقی رہتا ہے کیوں؟

﴿جواب﴾: اس لئے کہ اسے حذف کرنے کی صورت میں مجرد کے امر اور باب تفعیل کے امر کے درمیان

التباس کا خدشہ ہوتا ہے۔

فَاِنْ قِيلَ يُعْلَمُ بِالْاَعْجَامِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: یہ التباس حرکات کے ذریعے دور کیا جاسکتا ہے؟

﴿جواب﴾: عام طور پر حرکات کو چھوڑ دیا جاتا ہے لہذا التباس کا خدشہ باقی رہتا ہے، یہی وجہ ہے

کہ عَمْرٌ اور عَمْرٌ میں فرق کیلئے عَمْرٌ کے آخر میں واو کا اضافہ کر کے عَمْرُو پڑھتے ہیں۔

وَحُدِفَتْ فِي بِسْمِ اللّٰهِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: جب لکھنے میں ہمزہ وصل باقی رہتا ہے تو بِسْمِ اللّٰهِ کا ہمزہ کیوں حذف کیا گیا؟

﴿جواب﴾: اس کے بکثرت استعمال کی وجہ سے ہمزہ وصل حذف کر دیا گیا۔

وَلَمْ يُحَذَفْ فِي إِقْرَأْ النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: ”إِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ“ میں بسم اللہ کا ہمزہ کیوں حذف نہیں ہوا؟

﴿جواب﴾: اس لئے کہ اس کا استعمال کم ہوتا ہے۔

جَزَمَ آخِرُهُ فِي الْغَائِبِ النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: امر غائب کے آخر میں لام امر کی وجہ سے جزم کیوں دی گئی؟

﴿جواب﴾: چونکہ لام امر، معنی کو منتقل کرنے میں کلمہ شرط کے مشابہ ہے لہذا اس نے وہی عمل کیا جو کلمہ شرط کرتا

ہے۔ کلمہ شرط ماضی کو مضارع کے معنی میں کرتا ہے اور لام امر خبر پر داخل ہو کر اسے انشاء کے معنی میں کر دیتا ہے۔

وَكَذَلِكَ الْمُخَاطَبُ عِنْدَ النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: کیا امر حاضر کے شروع میں لام امر اور آخر میں جزم آتی ہے؟

﴿جواب﴾: ہاں! کوئیوں کے نزدیک اسی طرح ہے کیونکہ ان کے نزدیک اضرب کی اصل لِتَضْرِبَ ہے یہی

وجہ ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ”فَلْيَقْرَحُوا“ ”فَلْيَقْرَحُوا“ (مخاطب کے صیغے سے) بھی منقول ہے۔

فَحُذِفَ اللَّامُ لِكثْرَةِ الْإِسْتِعْمَالِ النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: لِتَضْرِبَ سے اضرب کیسے بن گیا؟

﴿جواب﴾: کثرت استعمال کے باعث لام کو حذف کیا پھر مضارع اور امر میں فرق کرنے کیلئے علامت

مضارع کو حذف کیا اس کے بعد ضا د ساکن رہ گیا تو علامت مضارع کی جگہ ہمزہ وصل لگا دیا جس نے وہی اثر کیا جو علامت

مضارع کرتی ہے یعنی آخر میں جزم دے دی جیسا کہ علامت مضارع کی وجہ سے آخر میں اعراب آتا ہے۔

كَمَا أُعْطِيَ لِفَاءِ رَبِّ النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: کیا ایسی کوئی مثال ہے کہ کوئی حرف دوسرے حرف کا عمل کرے؟

﴿جواب﴾: جی ہاں! رَبِّ کے معنی میں آنے والی فاء رَبِّ کا عمل کرتی ہے۔ مندرجہ ذیل شعر میں یہ عمل پایا جاتا ہے۔

فَمِثْلِكَ حُبْلَى قَدْ طَرَقْتُ وَمَرْضِعٌ فَالْهَيْتُهَا عَنْ ذِي تَمَائِمٍ مُحَوَّلٌ

میں تیری جیسی کئی حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتوں کے پاس رات کے وقت آیا تو میں نے انہیں ایک سالہ دودھ پیتے بچے سے

غافل کر دیا۔ یہاں ”فَمِثْلِكَ“ میں مجرور ہے اور اسے فاء نے جردی جو رَبِّ کے معنی میں ہے۔

وَعِنْدَ الْبَصْرِ مَبْنِيٌّ لِأَنَّ النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: کیا امر حاضر معروف مبنی نہیں؟

﴿جواب﴾: امر حاضر معروف بھریوں کے نزدیک مٹی ہے کیونکہ افعال میں اصل یہ ہے کہ وہ مٹی ہیں۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

مضارع معرب کیوں ہے؟

﴿عبارت﴾: وَأَمَّا أَعْرَبَ الْمُضَارِعُ لِمُشَابَهَةِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْأِسْمِ وَلَمْ تَبْقِ الْمُشَابَهَةُ بَيْنَ الْأَمْرِ وَالْإِسْمِ بِحَذْفِ حَرْفِ الْمُضَارِعَةِ وَمِنْ ثَمَّ قِيلَ قَوْلُهُ فَلْتَفْرَحُوا مَعْرَبٌ بِالْإِجْمَاعِ لَوْ جُودِعَلَّةُ الْأَعْرَابِ وَهِيَ حَرْفُ الْمُضَارِعَةِ وَزِيدَتْ فِي آخِرِ الْأَمْرِ نُونًا لَتَاكِدِلْتَا كَيْدَ الطَّلَبِ نَحْوُ لِيَضْرِبَنَّ لِيَضْرِبَنَّ لِيَضْرِبَنَّ لِيَضْرِبَنَّ لِيَضْرِبَنَّ وَفُتِحَ الْبَاءُ فِي لِيَضْرِبَنَّ فِرَارًا عَنِ اجْتِمَاعِ السَّاكِنِينَ وَفُتِحَ النُّونُ لِلْخِفَّةِ وَحُذِفَتْ وَأَوَّلِيضْرِبُوا اِكْتِفَاءً بِالضَّمَّةِ وَيَأْضِرِبِي اِكْتِفَاءً بِالْكَسْرِ وَلَمْ تُحْدَفْ أَلِفُ التَّثْنِيَةِ حَتَّى لَا يَلْتَبَسَ بِالْوَاحِدِ وَكُسِرَتِ النُّونُ الثَّقِيلَةُ بَعْدَ أَلِفِ التَّثْنِيَةِ لِمُشَابَهَةِ بَيْنِ النُّونِ التَّثْنِيَةِ وَحُذِفَتْ النُّونُ الَّتِي هِيَ تَدُلُّ عَلَى الرَّفْعِ فِي مِثْلِ هَلْ تَضْرِبَنَّ لِأَنَّ مَا قَبْلَ النُّونِ الثَّقِيلَةِ تَصِيرُ مَبْنِيًّا فَإِنْ قِيلَ لَمْ أَدْخُلِ الْأَلِفُ الْفَاصِلَةَ فِي مِثْلِ لِيَضْرِبَنَّ قُلْنَا فِرَارًا عَنِ اجْتِمَاعِ النُّونَاتِ وَحُكْمِ الْخَفِيفَةِ مِثْلُ حُكْمِ الثَّقِيلَةِ لِأَنَّهُ لَا يَدْخُلُ بَعْدَ الْأَلْفَيْنِ لاجْتِمَاعِ السَّاكِنِينَ فِي غَيْرِ حَذْفِهِ وَعِنْدِيونَسَ يَدْخُلُ قِيَاسًا عَلَى الثَّقِيلَةِ وَكَلَّتَاهُمَا تَدْخُلَانِ فِي سَبْعَةِ مَوَاضِعَ لَوْ جُودِعَلَّةُ الطَّلَبِ فِيهَا فِي الْأَمْرِ كَمَا مَرَّ وَالنَّهْيِ نَحْوُ لَا تَضْرِبَنَّ وَالْإِسْتِفْهَامِ نَحْوُ هَلْ تَضْرِبَنَّ وَالتَّمْنَى نَحْوُ لِيَتَكَ تَضْرِبَنَّ وَالْعَرْضِ نَحْوُ لَا تَضْرِبَنَّ وَالْقَسَمِ نَحْوُ وَاللَّهِ لَا تَضْرِبَنَّ وَالنَّفْيِ قَلِيلًا لِمُشَابَهَةِ النَّهْيِ نَحْوُ لَا تَضْرِبَنَّ وَالنَّهْيِ مِثْلُ الْأَمْرِ فِي جَمِيعِ الْوُجُوهِ إِلَّا أَنَّهُ مَعْرَبٌ بِالْإِجْمَاعِ

﴿ترجمہ﴾: اور جبکہ مضارع کو اعراب دیا گیا ہے اس کے اور اسم کے درمیان مشابہت کے پائے جانے کی وجہ سے اور حرف مضارع کو حذف کرنے کے بعد امر اور اسم کے درمیان مشابہت باقی نہیں رہی تھی بلکہ ختم ہو گئی تھی اور اسی وجہ سے یہ کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کا قول فَلْتَفْرَحُوا بالاتفاق معرب ہے، معرب ہونے کی علت کے پائے

[illegible]

(تشریح)

وَالْمَاُغْرِبُ الْمَضَارِعُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: پھر مضارع کیوں معرب ہے جبکہ وہ بھی فعل ہے؟

﴿جواب﴾: مضارع اس لئے معرب ہے کہ اسے اسم کیساتھ مشابہت حاصل ہے۔

وَلَمْ تَبْقَ الْمَشَابَهَةُ بَيْنَ الْخ:

سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: امر اور اسم کے درمیان مشابہت کیوں نہیں؟

چونکہ امر سے علامت مضارع حذف ہو جاتی ہے لہذا اس کے اور اسم کے درمیان مشابہت باقی

نہیں رہتی یہی وجہ ہے کہ ”قَلِیْفِرْحُوْا“ بالاتفاق معرب ہے کیونکہ اس میں علامت مضارع باقی ہے اور وہی علت اعراب ہے۔

وَفُتِحَ الْبَاءُ فِي لِيَضْرِبَنَّ النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ﴿لِيَضْرِبَنَّ﴾ (امر بانون ثقیلہ) میں باء کو فتح کیوں دیتے ہیں؟

جواب: ﴿اگر باء کو فتح نہ دیں تو دو ساکن باء اور نون مدغم درساکن جمع ہو جاتے ہیں..... اور فتح اسلئے دیا جاتا

ہے کہ وہ خفیف حرکت ہے۔

وَحُذِفَتْ وَاولِيَضْرِبُوا النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ﴿نون تاکید لانے کی صورت میں لِيَضْرِبُوا کی واؤ کیوں حذف کی جاتی ہے؟

جواب: ﴿واؤ کو اس لئے حذف کیا جاتا ہے کہ واو ساکن اور نون تاکید کا پہلا نون جمع ہونے سے اجتماع

ساکنین لازم آتا ہے..... اور اس کے حذف کرنے سے علامت فاعلیت کا حذف بھی لازم نہیں آتا..... کیونکہ ضمہ اس پر

دلالت کرتا ہے۔

وَيَاءُ اضْرِبِي اكْتِفَاءً النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ﴿واحد مؤنث حاضر کے صیغے سے یاء حذف کی جاتی ہے اور وہاں یاء پر دلالت کرنے والی چیز کیا ہے؟

جواب: ﴿واحد مؤنث حاضر کے صیغے میں یاء کا کسرہ یاء کے قائم مقام ہے۔

وَلَمْ تُحَذَفْ اَلْفُ النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ﴿نون تاکید لانے کی صورت میں تشنیہ کا الف کیوں حذف نہیں کیا جاتا؟

جواب: ﴿اسلئے کہ اسے حذف کرنے کی صورت میں واحد کے صیغے سے التباس لازم آتا ہے۔

وَكُسِرَتِ النُّونُ الثَّقِيلَةُ النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ﴿الف تشنیہ کے بعد آنے والے نون کو کسرہ کیوں دیا جاتا ہے؟

جواب: ﴿اسلئے کہ اسے نون تشنیہ سے مشابہت ہے۔

وَحُذِفَتِ النُّونُ الَّتِي النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ﴿تشنیہ کا نون جو رفع (اعراب) پر دلالت کرتا ہے نون ثقیلہ کے لاحق ہونے کے وقت اسے حذف

کیوں کیا جاتا ہے؟ جیسے هَلْ تَضْرِبَانَّ

جواب: ﴿اسلئے کہ نون ثقیلہ کا ما قبل مثنی ہوتا ہے کیونکہ نون تاکید بناء کو چاہتا ہے یعنی نون کے شدت اتصال کی

وجہ سے کلمہ کا آخر وسط بن جاتا ہے اور اعراب آخر میں آتا ہے، اس لئے نون اعرابی کو حذف کر دیا جاتا ہے کیونکہ ایک کلمہ میں

اجتماع ضدین یعنی اعراب و بناء کا اجتماع جائز نہیں۔

فَإِنْ قِيلَ لَمْ أُدْخِلْ النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: جمع مؤنث کے صیغے میں الف فاصل کیوں لاتے ہیں؟

﴿جواب﴾: تاکہ تین نون جمع نہ جائیں۔

نون ثقیلہ اور نون خفیفہ کے حکم میں فرق:

وَحُكْمُ الْخَفِيفَةِ مِثْلُ حُكْمِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: کیا نون ثقیلہ اور نون خفیفہ کے حکم میں کوئی فرق ہے؟

﴿جواب﴾: نون خفیفہ کا وہی حکم ہے جو نون ثقیلہ کا ہے البتہ الف تثنیہ اور الف فاصل کے بعد نون خفیفہ نہیں

آتا، یعنی فرق ہے بھی اور نہیں بھی۔

إِلَّا أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ بَعْدَ الْاَلْفَيْنِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: ان صیغوں (چار تثنیہ کے اور دو جمع مؤنث کے صیغوں) میں نون خفیفہ نہ آنے کی کیا وجہ ہے؟

﴿جواب﴾: اس صورت میں اجتماع ساکنین علی غیر حدہ لازم آتا ہے۔

﴿سوال﴾: اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کی وضاحت کریں اور بتائیں کہ وہ یہاں کیسے لازم آتا ہے؟

﴿جواب﴾: اجتماع ساکنین علی حدہ یہ ہے کہ پہلا ساکن مدہ ہو اور دوسرا مدغم ہو جیسے وَلَا الصَّالِّينَ میں الف مدہ

اور پہلا لام ساکن مدغم ہے، یہ اجتماع جائز ہے۔ اجتماع ساکنین علی غیر حدہ یہ ہے کہ دوسرا ساکن مدغم نہ ہو جیسے نون خفیفہ ہے، یہ

اجتماع جائز نہیں۔ تثنیہ یا جمع مؤنث کے صیغوں میں نون ثقیلہ کیساتھ الف ساکن کا اجتماع! اجتماع ساکنین علی حدہ ہے۔

وَعِنْدَ يُونُسَ يَدْخُلُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ یونس صر فی کے نزدیک نون ثقیلہ پر قیاس کر

تے ہوئے تثنیہ اور جمع مؤنث میں نون خفیفہ کا آنا جائز ہے۔

وَكَلَّتَاهُمَا تَدْخُلَانِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: نون ثقیلہ اور نون خفیفہ کتنے اور کون کون سے مقامات میں آتے ہیں اور کیوں؟

﴿جواب﴾: یہ دونوں نون سات مقامات میں آتے ہیں اور ان مقامات میں ان کا آنا اسلئے ہے کہ ان میں طلب

کا معنی پایا جاتا ہے۔ وہ سات مقامات یہ ہیں۔

(۱) امر	جیسے اضْرِبَنَّ۔	(۲) نہی	جیسے لَا تَضْرِبَنَّ۔
(۳) استفہام	جیسے هَلْ تَضْرِبَنَّ۔	(۴) تمنی	جیسے لَيْتَكَ تَضْرِبَنَّ۔
(۵) عرض	جیسے أَلَا تَضْرِبَنَّ۔	(۶) قسم	جیسے وَاللَّهِ لَا تَضْرِبَنَّ۔
(۷) نفی	جیسے لَا تَضْرِبَنَّ۔	☆☆☆	☆☆☆

﴿اغراض مواج الادواح﴾ مجہول

وَالنَّفْيُ قَلْبُهُ مُشَابَهَةُ النِّجَ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک وہم کا ازالہ کرنا ہے۔

جب نون تاکید ثقیلہ یا نون تاکید خفیفہ صرف اس فعل پر داخل ہوتے ہیں کہ جس میں طلب کا معنی پایا جائے تو پھر یہ فعل نفی پر کیسے داخل ہوتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ دیا کہ اس پر نون کا داخل ہونا نفی کی مشابہت کی وجہ سے ہے، وجہ مشابہت دونوں میں فعل کا نہ پایا جاتا ہے اگرچہ نفی میں خبر اور نفی میں طلب اور انشاء ہے۔

فعل نفی! فعل امر کی طرح ہے

وَالنَّفْيُ مِثْلُ الْأَمْرِ فِي النِّجَ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ فعل نفی! فعل امر کی طرح ہے تمام امور میں، یعنی جس طرح فعل بھی معروف ہوتا ہے اور بھی مجہول ہوتا ہے، کبھی حاضر ہوتا ہے اور کبھی غائب ہوتا ہے اسی طرح فعل نفی بھی کبھی معروف ہوتا ہے اور کبھی مجہول ہوتا ہے کبھی حاضر ہوتا ہے اور کبھی غائب ہوتا ہے۔ اور نون تاکید ثقیلہ اور خفیفہ کا حکم بھی دونوں میں ایک ہوگا کیونکہ دونوں میں طلب والا معنی پایا جاتا ہے، دونوں انشاء ہیں..... فرق یہ ہے کہ امر میں طلب فعل ہے اور نفی میں طلب ترک فعل ہے..... امر نفی ہے اور نفی بالاتفاق معرب ہے۔

سوال: کیا وجہ ہے کہ امر (حاضر معروف) نفی اور نفی معرب ہے؟

جواب: چونکہ نفی میں علت اعراب یعنی علامت مضارع برقرار رہتی ہے جبکہ امر حاضر معروف میں اسے حذف کر دیا جاتا ہے، لہذا وہ نفی ہے اور نفی معرب ہے۔

☆☆☆.....☆☆☆

فعل مجہول کا بیان

﴿عبارت﴾ وَيَجِيءُ الْمَجْهُولُ مِثْلُ الْأَشْيَاءِ الْمَذْكُورَةِ فَمِنْ الْمَاضِي

نَحْوُ ضَرَبَ إِلَى آخِرِهِ وَمِنْ الْمُسْتَقْبَلِ نَحْوُ يُضْرَبُ إِلَى آخِرِهِ وَالْغَرَضُ مِنْ وَضْعِهِ

خَسَامَةُ الْفَاعِلِ أَوْ عَظَمَتِهِ أَوْ شُهْرَتِهِ وَاخْتَصَّ بِصِيغَةِ فَعَلَ فِي الْمَاضِي لِأَنَّ مَعْنَاهُ

غَيْرُ مَعْقُولٍ وَهُوَ اسْنَادُ الْفِعْلِ إِلَى الْمَفْعُولِ فَجَعَلَ صِيغَتَهُ أَيْضًا غَيْرَ مَعْقُولَةٍ وَهِيَ فَعَلَ وَمِنْ

ثُمَّ لَا يَجِيءُ عَلَى هَذِهِ الصِّيغَةِ كَلِمَةُ الْأَوْعِلِ وَذِكْلٍ وَفِي الْمُسْتَقْبَلِ عَلَى يَفْعَلُ لِأَنَّ هَذِهِ

الصِّيغَةَ مِثْلُ فَعِلَلٍ فِي الْحَرَكَاتِ وَالسَّكَنَاتِ وَلَا يَجِيءُ عَلَيْهِ كَلِمَةُ أَيْضًا وَيَجِيءُ فِي

الزَّوَانِدِ مِنَ الثَّلَاثِي بَضَمَ الْأَوَّلِ وَكُسْرٍ مَا قَبْلَ الْآخِرِ فِي الْمَاضِي نَحْوُ أَكْرِمَ وَبَضَمَ الْأَوَّلِ

الْأَوَّلِ وَفَتْحَ مَا قَبْلَ الْآخِرِ فِي الْمُسْتَقْبَلِ تَبَعًا لِلثَّلَاثِي الْأَفِي سَبْعَةِ أَبْوَابٍ بَضَمَ الْأَوَّلِ

مَتَحَرَّكَ مَعَ ضَمِّ الْأَوَّلِ وَكُسْرٍ مَا قَبْلَ الْآخِرِ وَهِيَ تَفْعَلُ وَتَفْعُولُ وَافْتَعَلَ وَانْفَعَلَ

وَأَسْتَفْعِلَ وَالْفَعْلِيلَ وَالْفَعْوَعْلَ وَضُمَّ الْفَاءُ فِي الْأَوَّلَيْنِ حَتَّى لَا يَلْتَبَسَا بِمُضَارَعِي فَعَلٍ
وَفَاعِلٍ وَضُمَّ فِي الْخَمْسَةِ الْبَاقِيَةِ حَتَّى لَا يَلْتَبَسَ بِالْأَمْرِ فِي الْوَقْفِ يَعْنِي إِذَا قُلْتَ وَافْتَعِلَ
فِي الْمَجْهُولِ فِي الْوَقْفِ بِوَضَلِ الْهَمْزَةِ وَافْتَعِلَ فِي الْأَمْرِ يَلْزَمُ الْكِبْسُ فَضُمَّ التَّاءُ لِإِزَالَتِهِ
فَقَسَّ الْبَاقِي عَلَيْهِ۔

ترجمہ: اور مجہول آتا ہے، مذکورہ چیزوں کی طرح پس ماضی سے مجہول جیسے ضَرَبَ الخ اور مستقبل سے
مجہول جیسے يَضْرِبُ الخ اور اس کی وضع سے غرض فاعل کی حقارت یا اس کی عظمت یا شہرت ہوتی ہے اور ماضی میں
مجہول کو فَعِلَ کے وزن کے ساتھ خاص کیا گیا ہے، اس لیے کہ اس کا معنی غیر معقول ہے اور اس میں فعل کا اسناد
مفعول کی طرف ہوتا ہے اور اسی وجہ سے اس صیغہ کو بھی غیر معقول بنا دیا گیا، اور وہ صیغہ فَعِلَ ہے اور اسی کی وجہ سے
اس صیغہ کے وزن پر اسم میں کوئی کلمہ نہیں سوائے وَعِلْ اور دُعِلْ اور مستقبل میں مجہول يَفْعَلُ کے وزن پر آتا ہے
اس لیے کہ یہ صیغہ حرکات اور سکُنات میں فَعْلِلَ کی طرح ہے اور اس وزن پر بھی اسم میں کوئی کلمہ نہیں آتا۔ اور ثلاثی
مزید فیہ کے ابواب میں ماضی میں حرف اول کو ضمہ اور آخر سے ماقبل کو کسرہ دیا جاتا ہے جیسے اُكْرِمَ اور مستقبل میں
صرف اول کو ضمہ اور آخر سے ماقبل کو فتح دیا جاتا ہے ثلاثی مجرد کی اتباع کرتے ہوئے مگر سات ابواب تَفَعَّلُ،
تَفَاعَلُ، اِنْفَعَالُ، اِسْتِفْعَالُ، اِفْعِنَالُ، اِفْعِيْعَالُ ایسے ہیں کہ جن میں ماضی کے اندر باب تَفَعَّلُ اور
تَفَاعَلُ کے پہلے دونوں حرفوں کو اور ان کے دو علاوہ باقی پانچ میں پہلے اور تیسرے حرف کو جو کہ متحرک ہوتے ان کو
ضمہ دے دیا جاتا ہے جبکہ آخر سے ماقبل حرف میں ساتوں ابواب میں سے ہر ایک کو کسرہ دیا جاتا ہے جیسے تَفَعَّلُ،
تَفُوْعِلُ، اُفْتَعِلَ، اُسْتَفْعِلَ، اُفْعِنِلَ اور اُفْعُوْعِلَ..... باقی رہی یہ بات کہ باب تَفَعَّلُ اور تَفُوْعِلُ میں پہلے دو
حرفوں کو ضمہ اس وجہ سے دیا گیا تا کہ فَعَّلَ اور فَاعَلَ دونوں کے مضارع کے ساتھ التباس لازم نہ آئے اور باقی
پانچ ابواب میں ضمہ اس وجہ سے دیا گیا، تا کہ حالت وقف میں امر کے ساتھ التباس لازم نہ آئے یعنی جب آپ
اَفْتَعِلَ کو حالت وقف میں وَاَفْتَعِلُ پڑھیں گے..... تو دونوں کا آپس میں التباس میں لازم آتا ہے تو پس اسی وجہ
سے باب اِفْتَعَالِ میں تاء کو ضمہ دے دیا گیا تا کہ دونوں کے مابین فرق باقی رہے تو پس باقی افعال کو بھی اسی پر قیاس
کر لیں۔

﴿تشریح﴾:

وَالْغَرَضُ مِنْ وَضْعِهِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: فعل مجہول کیوں لایا جاتا ہے؟

﴿جواب﴾: اس کی کئی وجوہات ہیں یا تو اس لئے کہ فاعل کے حقیر ہونے کی وجہ سے اس کا ذکر کرنا مناسب نہیں



یا اس کی علت اور شہرت کی وجہ سے اس کا ذکر مہول دیا جاتا ہے۔

وَالْمَعْصُومُ بِصِيغَةِ فُعْلٍ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: مہول کا صیغہ مثلاً فَعْلٌ غیر معقول ہے کیونکہ اس میں ضمہ سے کسرہ کی طرف خروج لازم آتا ہے تو

اسے اختیار کرنے کی کیا وجہ ہے؟

﴿جواب﴾: چونکہ فعل مہول کا معنی بھی غیر معقول ہے کیونکہ فعل کی نسبت فاعل کی بجائے مفعول کی طرف کی جا

تی ہے، لہذا اس کیلئے صیغہ بھی غیر معقول استعمال کیا گیا۔

وَمِنْ قَمٍّ لَا يَجِيءُ عَلَى الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اس صیغہ کے غیر معقول ہونے پر کوئی شہادت پیش کریں۔

﴿جواب﴾: اس کے غیر معقول ہونے کی واضح دلیل یہ ہے کہ اس وزن پر اسم سے صرف دو کلمے وُئِلْ اور دُئِلْ

آتے ہیں۔

لَآَنَّ هَذِهِ الصِّيغَةَ مِثْلُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: مضارع مہول کا صیغہ يُفْعَلُ کے وزن پر کیوں لایا جاتا ہے؟

﴿جواب﴾: اسلئے کہ یہ صیغہ حرکات و سکنات میں فُعْلِلَ رِباعی مجرد کی ماضی مہول کے ساتھ حرکات و سکنات میں

مشابہہ ہے، فُعْلِلَ کا وزن بھی زیادہ استعمال نہیں ہوتا، بلکہ یہ غیر معقول وزن ہے تو اس کے مطابق يُفْعَلُ بھی غیر معقول کے درجے میں ہوگا۔

وَيَجِيءُ فِي الزَّوَائِدِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ثلاثی مزید فیہ میں فعل مہول کس طرح آتا ہے؟

﴿جواب﴾: ثلاثی مزید فیہ میں سات ابواب کے علاوہ ماضی مہول پہلے کلمہ کے ضمہ اور آخر سے پہلے حرف پر کسرہ

کیا ساتھ آتا ہے اور مضارع مہول میں پہلے حرف پر ضمہ اور آخر سے ماقبل پر فتح ہوتا ہے، اور یہ ثلاثی مجرد کی اتباع ہے۔

إِلَّا فِي سَبْعَةِ أَبْوَابِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: جن سات ابواب کا استثناء کیا گیا ان کے نام بتائیں اور ان کی حرکات کی وضاحت کریں۔

﴿جواب﴾: وہ سات ابواب یہ ہیں۔

(۱) تَفْعَلُ (۲) تَفَاعُلُ (۳) اِفْعَالُ (۴) اِنْفَعَالُ

(۵) اِسْتِفْعَالُ (۶) اِفْعِنَالُ (۷) اِفْعِيْعَالُ

ان ابواب کی استثناء کی وجہ یہ ہے کہ ان میں صرف پہلے کلمہ پر ضمہ اور آخر کے ماقبل پر کسرہ ہی نہیں ہوتا بلکہ ان میں ایک بات کا

اضافہ بھی ہے وہ یہ کہ ان کا پہلا متحرک حرف مضموم بھی ہوتا ہے مثلاً تَفْعَلْ میں تاء اور فاء دونوں مضموم ہیں جب کہ اُنْکَرِم میں صرف ہمزہ مضموم ہے۔

وَضُمَّ الْفَاءُ فِي الْأَوَّلَيْنِ الْخ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: باب تَفْعَلْ اور تَفَاعُلْ کی ماضی مجہول میں فاء کلمہ کو ضمہ کیوں دیا گیا؟

﴿جواب﴾: اس لئے کہ اگر ضمہ نہ دیا جاتا تو باب تَفْعِيلْ اور مُفَاعَلَة کے مضارع کے ساتھ التباس لازم آتا ہے۔

وَضُمَّ فِي الْخَمْسَةِ الْبَاقِيَةِ الْخ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: باقی پانچ ابواب میں پہلے کلمہ کو ضمہ دینے کی کیا وجہ ہے؟

﴿جواب﴾: اس لئے کہ ضمہ نہ ہونے کی صورت میں حالت وقف میں امر کیساتھ التباس لازم آنے کا خدشہ تھا

، مثلاً باب اِتْعَالَ میں ماضی مجہول اور امر ہم شکل ہیں، فرق یہ ہے کہ امر میں تاء مفتوح ہے اور ماضی مجہول میں تاء مضموم ہے یہی ضمہ التباس کے ڈر کو ختم کرتا ہے۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

اسم فاعل کا بیان

(عبارت) : فصل في اسم الفاعل وهو مشتق من المضارع لمن قام به الفعل بمعنى الحدوث واشتق منه لمناسبتهمافي الوقوع صفة للنكرة وغيره وصيغته من الثلاثي على وزن فاعِل وحذف علامة الاستقبال من يضرب فأدخل الألف لِحَقَّتْهَا بَيْنَ الْفَاءِ وَالْعَيْنِ لِأَنَّ فِي الْأَوَّلِ يَصِيرُ مُشَابِهًا بِالْمُتَكَلِّمِ وَبِالتَّفْضِيلِ وَكُسِرَ عَيْنُهُ لِأَنَّهُ بِتَقْدِيرِ الْقَتْحِ يَصِيرُ مُشَابِهًا بِمَا ضَى الْمَفَاعِلَةُ وَبِتَقْدِيرِ الضَّمَةِ يُثْقَلُ وَبِتَقْدِيرِ الْكَسْرِ أَيْضًا يُلْزَمُ الْإِلْتِبَاسُ بِأَمْرٍ بِآبِ الْمَفَاعِلَةِ وَلَكِنْ أَبْقِيَ مَعَ ذَلِكَ لِلضَّرُورَةِ وَقِيلَ اخْتِيَارًا الْإِلْتِبَاسَ بِالْأَمْرِ أَوْلَى لِأَنَّ الْأَمْرَ مُشْتَقٌّ مِنَ الْمُسْتَقْبَلِ وَاسْمُ الْفَاعِلِ أَيْضًا مُشْتَقٌّ مِنَ الْمُسْتَقْبَلِ وَيَجِيءُ عَلَى وَزْنِ فَعِلٍ وَفُعْلٍ وَفَعْلٍ وَفِعْلٍ وَفَعَالٍ وَفُعَّالٍ وَأَفْعَلَ نَحْوَ فَرَّقَ وَشَكَّصَ وَصَلَّبَ وَمَلَحَ وَجُنُبَ وَحَسَنَ وَجَبَانَ وَشَجَاعَ وَعَطَشَانٍ وَأَحْوَلَ وَهُوَ يَخْتَضُّ بِآبِ فَعِلٍ إِلَّا سَيَّةً يَجِيءُ مِنْ بَابِ فَعَلَ نَحْوَ أَحْمَقَ وَأَخْرَقَ وَادَّمَ وَارْعَنَ وَاسْمُرَ وَأَعْجَفَ وَزَادَ الْأَصْمَعِيُّ الْأَعْجَمَ وَقَالَ الْفَرَاءُ يَجِيءُ أَحْمَقُ مِنْ حِمَقَ وَهُوَ لُغَةٌ فِي حِمَقَ وَكَذَلِكَ يَجِيءُ خَرِقَ وَسِمِرَ وَعَجِفَ أَغْنَى فَعِلَ لُغَةً فِيهِنَّ وَيَجِيءُ أَفْعَلَ لِتَفْضِيلِ الْفَاعِلِ مِنَ الثَّلَاثِيِّ غَيْرِ مَزِيدٍ فِيهِ مِمَّا لَيْسَ بِلَوْنٍ وَلَا عَيْبٍ وَلَا يَجِيءُ مِنْ الْمَزِيدِ فِيهِ لِعَدَمِ امْكِانِ مُحَافَظَةِ جَمِيعِ حُرُوفِهِ فِي أَفْعَلَ وَلَا يَجِيءُ مِنْ لَوْنٍ وَلَا عَيْبٍ لِأَنَّ فِيهِمَا يَجِيءُ أَفْعَلَ لِلصِّفَةِ فَيُلْزَمُ الْإِلْتِبَاسُ وَلَا يَجِيءُ لِتَفْضِيلِ الْمَفْعُولِ حَتَّى لَا يَلْتَبِسَ بِتَفْضِيلِ الْفَاعِلِ

﴿ترجمہ﴾: اس فاعل وہ اسم ہے کہ جو مضارع سے بنایا جاتا ہے اس شخص کے لیے کہ جس کے ساتھ فعل قائم ہوتا ہے بمعنی حدوث کے، اور یہ مضارع سے مشتق ہوتا ہے کیونکہ ان دونوں (اسم فاعل اور مضارع) کے مابین مناسبت ہے نکرہ کی صفت واقع ہونے میں اور دیگر معاملات میں، اور ثلاثی مجرد سے اسم فاعل کا صیغہ ”فَاعِلٌ“ کے وزن پر آتا ہے اور یَضْرِبُ سے استقبال کی علامت کو حذف کر دیا گیا ہے تو فاء اور عین کلمے کے درمیان الف کو اس

کے خفیف ہونے کی وجہ داخل کر دیا گیا۔ اس لیے کہ اس کے شروع الف کو داخل کرنے سے وہ متکلم اور تفضیل کے مشابہہ ہو جاتا اور اس کے عین کلمہ کو کسرہ دے دیا گیا اس لیے کہ فتح لگا دینے کی وجہ سے وہ مفاعلہ کی ماضی کے مشابہہ ہو جاتا اور ضمہ لگا دینے کی وجہ سے ثقیل ہو جاتا اور کسرہ لگانے کی وجہ سے بھی باب مفاعلہ کے امر کے ساتھ التباس لازم تو آتا ہے لیکن اس کو باوجود اس کے ضرورت کی وجہ سے باقی رکھا گیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ امر کے ساتھ التباس کو اختیار کرنا اولیٰ ہے اس لیے کہ امر مستقبل سے بنایا گیا ہے اور اسم فاعل بھی مستقبل سے ہی بنایا گیا ہے اور ثلاثی مجرد سے اسم فاعل فَعْلٌ، فَعْلٌ، فَعْلٌ، فَعْلٌ، فَعْلٌ، فَعْلٌ، فَعْلٌ، فَعْلٌ، فَعْلٌ اور فَعْلَانٌ اور اَفْعَلُ کے وزن پر آتا ہے جیسے فَرِقٌ، شَكْصٌ، صُلْبٌ، مِلْحٌ، جُنْبٌ، جَبَانٌ، شُجَاعٌ، عَطْشَانٌ اور اَحْوَلٌ وغیرہ اور وہ فَعْلٌ کے باب کے ساتھ خاص ہے مگر چھ اس کے علاوہ ہیں وہ فَعْلٌ کے باب سے آتے ہیں جیسے اَحْمَقٌ، اَخْرَقُ اَدَمٌ، اَرَعَنُ، اَسْمَرُ، اَعَجَفُ اور اَصْمَعِی نے ایک کا اضافہ کیا ہے کہ اَلْاَعْجَمُ بھی شامل ہے اور قَرَاءُ نے کہا ہے کہ اَحْمَقٌ حِمَقٌ سے آتا ہے حالانکہ وہ تو حِمَقٌ ہے ایک لغت میں اور اسی طرح ہی خَرِقٌ سَمِرٌ عَجَفٌ یعنی فَعْلٌ ان کے اندر ایک لغت ہے۔ اور اسم فاعل تفضیل (اسم تفضیل) غیر ثلاثی مزید فیہ سے اَفْعَلُ کے وزن پر آتا ہے ان البواب سے کہ جن میں لون اور عیب کا معنی نہیں ہوتا۔ اور ثلاثی مزید فیہ سے اسم تفضیل تمام حروف کی حفاظت کے ممکن نہ ہو سکنے کی وجہ سے نہیں آتا۔ اور نہ ہی لون اور عیب سے اسم تفضیل آتا ہے اس لیے کہ ان دونوں سے اَفْعَلُ صفت کے لیے آتا ہے۔ اگر ان سے اسم تفضیل لایا جائے تو التباس لازم آئے گا۔ اور نہ ہی مفعول کا تفضیل آتا ہے تاکہ فاعل کا تفضیل کے ساتھ التباس لازم نہ آئے۔

﴿تشریح﴾:

وَهُوَ مُشْتَقٌّ مِنَ الْمُضَارِعِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوالیہ مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: اسم فاعل کسے کہتے ہیں؟ اور یہ کس سے مشتق ہوتا ہے؟

﴿جواب﴾: اسم فاعل وہ اسم ہے جس کیساتھ فعل بمعنی حدوث قائم ہو، اور یہ فعل مضارع سے مشتق ہوتا ہے۔

وَاشْتُقُّ مِنْهُ لِمُنَاسَبَتِهِمَا الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوالیہ مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: اسم فاعل مضارع سے کیوں مشتق ہوتا ہے؟

﴿جواب﴾: اس لئے کہ اسم فاعل کو فعل مضارع سے مشابہت حاصل ہے، مثلاً دونوں نکرہ کی صفت واقع ہو سکتے

ہیں اور اس کے علاوہ کئی دوسرے امور میں بھی ان کے درمیان مناسبت ہے جن کا ذکر ماقبل میں گزر چکا ہے۔

وَصِيغَتُهُ مِنَ الثَّلَاثِي عَلَى الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوالیہ مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: ثلاثی مجرد پر اسم فاعل کا صیغہ کس وزن پر آتا ہے؟ اور کیسے بنتا ہے؟

﴿جواب﴾: ثلاثی مجرد میں اسم فاعل فاعِل کے وزن پر آتا ہے، علامت مضارع کو حذف کر کے عین اور لام کے درمیان الف کا اضافہ کرتے ہیں، اور عین کلمہ کو کسرہ دیتے ہیں، اور آخر میں تنوین لاتے ہیں۔

فَادْخُلِ الْاَلِفُ لِخَفِئَتِهَا الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوالیہ مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اضافہ کیلئے الف کی تخصیص کیوں کی گئی؟

﴿جواب﴾: اس لئے کہ یہ خفیف ہے۔

لَاَنَّ فِي الْاَوَّلِ يَصِيْرُ مُشَابِهًا الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوالیہ مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: الف کا اضافہ شروع میں کیوں نہیں کیا جاتا؟

﴿جواب﴾: اگر شروع میں اضافہ کریں تو مضارع واحد متکلم اور اسم تفضیل کیساتھ مشابہت لازم آتی ہے۔

اسم فاعل میں عین کلمہ مکسور کیوں؟

وَكُسِرَ عَيْنُهُ لَانَ بِتَقْدِيرِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوالیہ مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اسم فاعل میں عین کو کسرہ کیوں دیتے ہیں؟

﴿جواب﴾: اسلئے کہ اگر فتح دیں تو باب مفاعلہ کی ماضی کیساتھ التباس لازم آتی ہے اور ضمہ اس لئے نہیں دیتے

کہ وہ ثقیل ہے۔

وَبِتَقْدِيرِ الْكُسْرَةِ اَيْضًا الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوالیہ مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: کسرہ کی صورت میں باب مفاعلہ کے امر کیساتھ التباس لازم آتا ہے اس کے باوجود کسرہ کیوں لایا گیا؟

﴿جواب﴾: یہ ٹھیک ہے لیکن ضرورت کے تحت کسرہ دیا گیا کیونکہ کسرہ درمیانی حرکت ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ

فتح کے مقابلے میں کسرہ اس لئے اختیار کیا گیا کہ اس کی وجہ سے امر کیساتھ التباس لازم آتا ہے اور ماضی کے مقابلے میں یہ التباس اختیار کیا جاسکتا ہے کیونکہ امر بھی مضارع سے مشتق ہے اور اسم فاعل بھی مضارع سے مشتق ہے۔

وَيَجِيءُ عَلَى وَزْنِ فَعِلٍ وَفَعْلٍ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوالیہ مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: مصنف علیہ الرحمۃ نے صفت مشبہ کے صیغہ اسم فاعل کی بحث میں ذکر کئے ہیں وہ کون کون سے ہیں

؟ اور ان کو الگ طور پر کیوں نہیں ذکر کیا؟

﴿جواب﴾: چونکہ اسم فاعل ثلاثی اور صفت مشبہ میں مشابہت تامہ پائی جاتی ہے، لہذا مصنف علیہ الرحمۃ نے

صفت مشبہ کو اسم فاعل ثلاثی مجرد کی بحث میں ذکر کیا، صفت مشبہ کے اوزان مع امثال درج ذیل ہیں۔

اوزان صفت مشہد:

نمبر شمار	الفاظ	معانی	نمبر شمار	الفاظ	معانی
1	فَعِلْ، فَعِلْ	درپوک	6	فَعَلْ، جَمَانْ	بزدل
2	فَعْلٌ، شَكْصٌ	بدخو	7	فَعْلٌ، حَسَنٌ	خوب صورت
3	فَعْلٌ، صُلْبٌ	سخت	8	فَعْلٌ، سُجَاعٌ	بہادر
4	فَعْلٌ، مِلْحٌ	نمکین و کھاری	9	فَعْلَانٌ، عَطَشَانٌ	پیا سا
5	فَعْلٌ، جُنْبٌ	نا پاک	10	أَفْعَلٌ، أَحْوَلٌ	بھینکا

وَأَحْوَلٌ وَهُوَ يَخْتَصُّ بِبَابِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوالیہ مقدار کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: ان اوزان میں سے کون سا وزن ماضی مکسور العین سے مختص ہے؟

﴿جواب﴾: أَفْعَلٌ کا وزن فَعِلَ یَفْعَلُ سے مختص ہے، جیسے أَحْوَلٌ۔

الْأَسْتِیَجِیُّ مِنْ بَابِ فَعْلٍ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوالیہ مقدار کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: کیا أَفْعَلُ کے وزن پر اس باب کے علاوہ کسی دوسرے باب سے بھی کچھ اسماء آتے ہیں۔

﴿جواب﴾: جی ہاں! چھ اسم ایسے ہیں جو مضموم العین ماضی سے أَفْعَلُ کے وزن پر آتے ہیں، وہ چھ اسماء یہ ہیں۔

(۱) أَحْمَقُ (۲) أَخْرَقُ (۳) أَدَمُ (۴) أَرَعَنُ (۵) أَسْمَرُ (۶) أَعَجَفُ۔

وَزَادَ الْأَصْمَعِيُّ الْأَعْجَمَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوالیہ مقدار کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: کیا ان کے علاوہ بھی کوئی اسم مضموم العین ماضی سے آتا ہے؟

﴿جواب﴾: جی ہاں! الْأَصْمَعِيُّ کے نزدیک أَعْجَمَ بھی اسی وزن پر آتا ہے۔

وَقَالَ الْفَرَّاءُ يَجِیُّ أَحْمَقُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوالیہ مقدار کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: کیا ان مندرجہ بالا اسماء کی لغات میں کچھ اختلاف بھی ہے؟

﴿جواب﴾: جی ہاں! فَرَّاءُ کے نزدیک أَحْمَقُ مکسور العین سے بھی آتا ہے اسی طرح أَخْرَقُ، أَسْمَرُ، أَعَجَفُ

بھی ایک لغت میں ماضی مکسور العین سے آتے ہیں۔

غیر ثلاثی مجرد سے اسم تفضیل کیوں نہیں آتا؟

وَيَجِیُّ أَفْعَلٌ لِتَفْضِيلِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوالیہ مقدار کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: اسم تفضیل ثلاثی مجرد کے علاوہ دوسرے ابواب سے کیوں نہیں آتا؟

﴿جواب﴾: اسم تفضیل اَفْعَلُ کے وزن پر آتا ہے اور ثلاثی مزید فیہ سے جب تک کوئی حرف حذف نہ کیا جائے یہ نہیں آسکتا اور حذف کرنے کی صورت میں مختلف ابواب کے اسم تفضیل کے درمیان التباس لازم آنے کا ڈر ہے۔ مثلاً باب اَفْعَالُ اور باب اِسْتَفْعَالُ سے اسم تفضیل اَخْرَجُ سے آئے گا لیکن یہ نہیں معلوم ہوگا کہ اس کا معنی زیادہ نکلنے والا، زیادہ نکالنے والا یا خروج کی زیادہ طلب ہے۔

وَلَا يَجِيءُ مَنْ لَوْنٍ وَلَا عَيْبٍ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: رنگ اور عیب کے معانی پر مشتمل ابواب سے اسم تفضیل کیوں نہیں آتا؟

﴿جواب﴾: اس لئے کہ ان میں یہ وزن یعنی اَفْعَلُ صفت کیلئے آتا ہے، اگر اسم تفضیل کے لئے بھی آئے تو

التباس کا ڈر ہے۔

وَلَا يَجِيءُ لِتَفْضِيلِ الْمَفْعُولِ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اسم تفضیل فاعل سے آتا ہے مفعول سے کیوں نہیں آتا؟

﴿جواب﴾: اس لئے کہ اس صورت میں اسم فاعل اور اسم مفعول کے اسم تفضیل میں التباس لازم آتا ہے۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

﴿عبارت﴾: فَإِنْ قِيلَ لِمَ لَمْ يُجْعَلْ عَلَى الْعُكْسِ حَتَّى لَا يَلْزَمَ الْإِلْتِبَاسُ قُلْنَا جَعَلَهُ لِلْفَاعِلِ أَوَّلَى لَأَنَّ الْفَاعِلَ مَقْصُودُ الْمَفْعُولِ فَضْلُهُ وَإِضًا يُمْكِنُ التَّعْمِيمُ فِي الْفَاعِلِ دُونَ الْمَفْعُولِ وَنَحْوًا شَغَلَ مِنْ ذَاتِ النَّحْيَيْنِ لِتَفْضِيلِ الْمَفْعُولِ وَنَحْوًا عَطَاهُمْ وَأَوَّلَاهُمْ مِنَ الزَّوَائِدِ وَأَحْمَقُ مِنَ الْهَبْنَقَةِ مِنَ الْعُيُوبِ شَاذُ وَيَجِيءُ الْفَاعِلُ عَلَى الْفِعْلِ نَحْوُ نَصِيرٍ وَقَدْ يَسْتَوِي فِيهِ الْمَذَكَّرُ وَالْمُؤَنَّثُ إِذَا كَانَ بِمَعْنَى مَفْعُولٍ نَحْوُ قَتِيلٍ وَجَرِيحٍ فَرَقَا بَيْنَ الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُولِ إِذَا جُعِلَتِ الْكَلِمَةُ مِنْ أَعْدَادِ الْأَسْمَاءِ نَحْوُ ذَبِيحَةٍ وَلَقِيطَةٍ وَقَدْ يَشْبَهُ بِهِ مَا هُوَ بِمَعْنَى فَاعِلٍ نَحْوُ قَوْلِهِ تَعَالَى إِنَّ رَحْمَةَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ وَيَجِيءُ عَلَى فَعُولٍ لِلْمُبَالَغَةِ نَحْوُ مَنْوَعٍ وَيَسْتَوِي فِيهِ الْمَذَكَّرُ وَالْمُؤَنَّثُ إِذَا كَانَ بِمَعْنَى فَاعِلٍ نَحْوُ امْرَأَةٍ صَبُورٍ وَيُقَالُ فِي الْمَفْعُولِ نَاقَةٌ حَلُوبَةٌ وَأُعْطِيَ الْإِسْتِوَاءُ فِي فَعِيلٍ لِلْمَفْعُولِ وَفِي فَعُولٍ لِلْفَاعِلِ طَلَبًا لِلْعَدْلِ وَيَجِيءُ لِلْمُبَالَغَةِ نَحْوُ صَبَّارٍ وَسَيْفٍ مَجْزَمٍ وَهُوَ مُشْتَرَكٌ بَيْنَ الْأَلَةِ وَبَيْنَ مُبَالَغَةِ الْفَاعِلِ وَفَسِيحٍ وَكُبَّارٍ وَطُوالٍ وَعَلَامَةٍ وَنَسَابَةٍ وَرَوَايَةٍ وَفَرُوقَةٍ وَضَحَكَةٍ وَمَجْزَامَةٍ وَمُسْقَامٍ وَمُعْطِيرٍ وَيَسْتَوِي الْمَذَكَّرُ وَالْمُؤَنَّثُ فِي التَّسْعَةِ الْأَخِيرَةِ لِقِلَّتِهِنَّ أَمَا قَوْلُهُمْ مَسْكِينَةٌ فَمَحْمُولَةٌ عَلَى

فَقِيرَةٍ كَمَا قَالُوا هِيَ عُلُوَّةُ اللَّهِ وَإِنْ لَمْ يَدْخُلِ التَّاءُ فِي فَعُولٍ نَ الَّذِي لِلْفَاعِلِ حَمْلًا عَلَى
مَعْنَى صَدِيقَةٍ لِأَنَّهُ نَقِضُ وَصِيغَتُهُ مِنْ غَيْرِ الثَّلَاثِي عَلَى صِيغَةِ الْمُسْتَقْبَلِ بِمِيمٍ
مَضْمُونَةٍ كَسْرِ مَا قَبْلَ الْآخِرِ نَحْوُ مُكْرِمٍ وَاخْتِيارِ الْمِيمِ لِتَعْدُلِ حُرُوفِ الْعِلْقَةِ قُرْبَ الْمِيمِ
مِنَ الْوَاوِ فِي كَوْنِهِمَا شَفَوِيَّتَوْضَمَ الْمِيمِ لِلْفَرْقِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمَوْضِعِ وَنَحْوُ مُسَهَبٍ لِلْفَاعِلِ
عَلَى صِيغَةِ الْمَفْعُولِ مِنْ أَسْهَبَ وَيَفَعُ مِنْ أَيْفَعُ شَادُوِيْنِي مَا قَبْلَ تَاءِ الثَّانِيَةِ عَلَى الْفَتْحِ
فِي ضَارِبَةٍ لِأَنَّهُ صَارَ بِمَنْزِلَةِ وَسْطِ الْكَلِمَةِ كَمَا فِي نُونِ التَّائِيْدِيَاءِ النَّسْبَةِ وَعَلَى الْفَتْحِ
لِلْخَفَةِ

﴿ترجمہ﴾: پس اگر یوں سوال کیا جائے کہ اس کے برعکس کیوں نہیں بنایا گیا تا کہ التباس لازم نہ آتا۔ اس کے
جواب میں ہم یہ کہتے ہیں اس کو فاعل کے لیے بنانا زیادہ اولیٰ ہے اس لیے کہ فاعل مقصود ہے جبکہ مفعول فضلہ ہے
اور یہ بات بھی ہے کہ فاعل میں تعین ممکن ہے نہ کہ مفعول میں اور وہ دو گھی کے مشکیروں والی سے بھی زیادہ مشغول
ہے۔ مفعول کی تفصیل کی وجہ سے اور جیسے اَعْطَاهُمْ وَ اَوْلَاهُمْ زَوَاْجِد سے ہیں۔ جیسے اَحْمَقُ مِنَ الْهَيْئَةِ یعنی
هَيْئَتُهُ سے زیادہ احمق یہ عیوب سے ہے اور شاذ ہے، اور اسم فاعل فَعِيلُ کے وزن پر بھی آتا ہے جیسے نَصِيرُ اور کبھی
اس میں مذکر مؤنث برابر ہوتا ہے جبکہ وہ مفعول کے معنی میں ہو جیسے فَعِيلٌ اور جَرِيحٌ فرق کرتے ہوئے فاعل اور
مفعول کے درمیان مگر یہ کہ جب کلمہ اسمائے عدد میں سے ہو جیسے ذَيْبَحَةٌ اور لَقِيْطَةٌ اور کبھی وہ اس چیز کے مشابہ
ہوتا ہے کہ جو فاعل کے ہم معنی ہو۔ جیسے فرمان باری تعالیٰ اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ اور کبھی یہ
فَعُولُ کے وزن پر آتا ہے مبالغہ کی غرض سے جیسے مُنَوَّعٌ اور اس میں مذکر مؤنث برابر ہوتے ہیں جبکہ وہ فاعل کے
معنی میں ہوں جیسے اِمْرَأَةٌ صَبُوْرٌ اور مفعول کے معنی میں بولا جاتا ہے جیسے نَافَةٌ حَلُوْبَةٌ اور جو فَعِيلٌ بمعنی مفعول
کے ہو تو اس میں مذکر مؤنث کو برابر رکھا جاتا ہے اور جو فَعُولُ فاعل کے معنی میں ہو عدل کو طلب کرنے کی غرض
سے اور اسم فاعل مبالغہ کے لیے بھی آتا ہے جیسے صَبَّارٌ اور سَيْفٌ مُّجَزَمٌ اور وہ اسم آلہ اور فاعل کے مبالغہ کے
درمیان مشترک ہوتا ہے اور فُسِيْقٌ، كُبَّارٌ، طُوْالٌ، عَلَامَةٌ نَسَابَةٌ مَرَوَايَةٌ، فَرْوَقَةٌ ضَحْكَةٌ، مَجْزَأَةٌ،
مِسْقَامٌ، مِعْطِيْرٌ ان مذکورہ اسماء میں سے آخری آٹھ میں ان کے قلت استعمال کی وجہ سے مذکر مؤنث برابر ہوتا ہے
۔ جبکہ اہل صرف کا قول مَسْكِيْنَةٌ پس وہ فَقِيْرَةٌ پر محمول ہے جیسے کہ انہوں نے کہا ہے هِيَ عُلُوَّةُ اللّٰهِ اگرچہ اس
فَعُولُ پر جو کہ فاعل کے لیے استعمال کیا جا رہا ہو صَدِيقَةٍ کے معنی پر محمول کرتے ہوئے تا آخر میں داخل نہ کی گئی ہو
اس کے لیے کہ اس کی نقیض اور اسم فاعل کا صیغہ غیر ثلاثی سے مستقبل کے صیغے کے وزن پر آتا ہے ميم مضمومہ اور
آخر سے ما قبل کے کسرہ کے ساتھ جیسے مُكْسِرٌ اور میں کو چنا گیا حروف علت کے حمزہ اور ميم کے واو سے قریب

ہونے کی وجہ سے شغوی ہونے میں، اور میم کو ضمہ دیا گیا اسم فاعل اور اسم ظرف کے مابین فرق پیدا کرنے کے لیے اور مُسْتَهَب (تیز رفتار گھوڑا) فاعل کے لیے استعمال ہوتا ہے مفعول کے صیغہ پر اور یہ اُسْتَهَب سے بنایا گیا ہے اور یَسَافِع کو اُسْفَع سے بنایا گیا ہے اور یہ شاذ ہیں۔ اور ضاربہ میں تائے تانیث کے ماقبل کو مثنیٰ برفتحہ بنایا گیا ہے اس لیے وہ بمنزل درمیان کلمہ کے ہو گیا جیسا کہ نون تاکید اور یائے نسبت اور اس کو مثنیٰ برفتحہ! تخفیف کی غرض سے بنایا گیا ہے۔

﴿تشریح﴾:

فَإِنْ قِيلَ لِمَ لَمْ يُجْعَلِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اس کا الٹ بھی تو کیا جاسکتا ہے یعنی اسم تفضیل فاعل کیلئے نہ آئے اور مفعول کیلئے آتا ہے؟

﴿جواب﴾: فاعل کیلئے اسم تفضیل کو اسلئے اختیار کیا گیا ہے کہ فاعل مقصود ہوتا ہے اور مفعول زائد ہوتا ہے نیز فاعل

عل میں عموم ہوتا ہے یعنی یہ لازم اور متعدی دونوں اقسام کے افعال سے آتا ہے لیکن مفعول میں عموم نہیں ہے۔

وَنَحْوُ أَشْغَلُ مِنْ ذَاتِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: آپ نے کہا ہے کہ مفعول سے اسم تفضیل نہیں آتا حالانکہ أَشْغَلُ مفعول کے معنی میں زیادتی کیلئے

آتا ہے اس کا معنی زیادہ مشغول ہے، اسی طرح غیر ثلاثی مجرد سے اسم تفضیل آ رہا ہے جیسے اَعْطَاهُمْ اور اَوْلاَهُمْ نیز عیب سے بھی اِفْعَلُ کا وزن اسم تفضیل کیلئے استعمال ہو رہا ہے جیسے اَحْمَقُ زیادہ بیوقوف کے معنی میں ہے؟

﴿جواب﴾: یہ تمام مثالیں شاذ ہیں۔

دو مشکیزوں والی کا قصہ:

﴿سوال﴾: ذَاتُ النَّحِيْنِ اور هَبْنَقَه سے کیا مراد ہے؟

﴿جواب﴾: النَّحِيْنِ گھی کے مشکیزے کو کہتے ہیں اور ذَاتُ النَّحِيْنِ (دو مشکیزوں والی) سے بنو قیم کی ایک

عورت مراد ہے اس کے پاس گھی کے دو مشکیزے تھے..... جنہیں وہ بازار میں بیچنے کے لئے لائی..... تو خولہ بن جبرنامی شخص اسے ایک خالی مکان میں لے گیا..... یہ کہہ کر کہ میں نے یہ مشکیزے گھی کے خریدنے ہیں..... وہاں اس نے ایک مشکیزے کا منہ کھلوا کر اسے چکھا اور اس عورت سے کہا کہ اس کے منہ کو پکڑ کر رکھو..... پھر دوسرے کا منہ کھول کر چکھا اور کہا کہ اس کو بھی پکڑ کر رکھو..... یوں اس عورت کے دونوں ہاتھ مصروف ہو گئے..... تو یہ اس کے ساتھ جماع کرنے پر قادر ہو گیا..... کیونکہ اگر وہ انہیں چھوڑتی تو اس کا بہت زیادہ نقصان ہو جاتا..... تمام گھی ضائع ہو جاتا..... پس اب یہ ضرب المثل بن گئی کہ جو شخص زیادہ مشغول ہو تو اسے کہا جاتا ہے ”أَشْغَلُ مِنْ ذَاتِ النَّحِيْنِ“ (یہ دو مشکیزوں والی سے بھی زیادہ مشغول ہے)۔

هَبْنَقَه ایک بے وقوف شخص کا لقب ہے۔ اس کا نام یزید ابن ثوران تھا اس نے گلے میں مختلف رنگوں کے تعویذ ڈال رکھے تھے تاکہ اس کی پہچان نہ ہو۔ ایک رات اس کے بھائی نے وہ تعویذ اپنے گلے میں ڈال لئے تو اس نے دیکھ کر کہا تو میں ہوں اور میں کون ہوں؟

وَيَجِيءُ الْفَاعِلُ عَلَى الْفَعِيلِ نَحْوُ نَصِيرِ الْخ: اسم فاعل فَعِيلُ کے وزن پر بھی آتا ہے جیسے نَصِيرُ اور یہ وزن اسم مفعول کیلئے بھی آتا ہے اور ایسی صورت میں مذکر اور مؤنث برابر ہوتے ہیں جیسے فَعِيلُ بمعنی مَقْتُولُ اور جَرِيحُ بمعنی مَجْرُوحُ اسم مفعول کیلئے مذکر اور مؤنث دونوں کیلئے اس لئے لایا جاتا ہے تاکہ اسم فاعل اور مفعول میں فرق کیا جاسکے البتہ اگر ایسا کلمہ ہو جو اسماء میں شمار ہوتا ہے تو وہاں مؤنث کیلئے فَعِيلَةٌ کا وزن آئیگا جیسے ذَبِيحَةٌ اور لَقِيْطَةٌ بعض اوقات اسم مفعول اسم فاعل کے مشابہ ہوتا ہے ایسی صورت میں مؤنث کیلئے تائے تانیث نہیں لاتے جیسے اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ یہاں اگرچہ قَرِيْبٌ فاعل کا معنی دیتا ہے لیکن اسم مفعول کے مشابہ ہونے کی وجہ سے قَرِيْبٌ پر جو رَحْمَةٌ کی صفت ہے تائے تانیث نہیں لگائی گئی، حالانکہ رَحْمَةٌ کی نسبت سے یہاں قَرِيْبَةٌ ہونا چاہیے تھا۔

مبالغہ کے صیغے:

وَيَجِيءُ عَلَى فَعُولٍ لِلْمُبَالَغَةِ الْخ: فاعل کے مبالغہ کیلئے فَعُولُ کا وزن آتا ہے جیسے مَنُوعٌ بہت روکنے والا یہ وزن جب فاعل کیلئے آئے تو اسم میں مذکر اور مؤنث دونوں برابر ہوتے ہیں اِمْرَأَةٌ صَبُوْرٌ اگر مفعول کیلئے استعمال ہو تو مؤنث کے صیغے میں تاء لانا پڑے گی جیسے نَاقَةٌ حَلُوْبَةٌ اس طرح فاعل اور مفعول میں مساوات ہو جائیگی کیونکہ فَعِيلُ کا صیغہ مفعول کیلئے عمومیت کا حامل ہے اور فَعُولُ کا صیغہ فاعل کیلئے عمومیت کا حامل ہے۔

اَمَّا قَوْلُهُمْ مُسْكِنَةٌ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: مَفْعِيلُ کے آخر میں تائے تانیث کی ضرورت نہیں ہے لیکن مُسْكِنَةٌ کے آخر میں تاء آرہی ہے اسکی کیا وجہ ہے؟

﴿جواب﴾: چونکہ معنوی اعتبار سے مُسْكِنَةٌ، فَقِيْرَةٌ کے مقابلے میں ہے اور وہاں تاء موجود ہے اس لئے یہاں بھی لائی گئی جیسا کہ هِيَ عَدُوَّةُ اللّٰهِ میں تاء نہیں آنی چاہیے تھی کیونکہ فَعُولُ جب فاعل کے معنی میں آتا ہے تو مذکر اور مؤنث کیلئے برابر ہوتا ہے لیکن یہ صَدِيقَةٌ کے مقابلے میں ہے اسلئے اس کا لحاظ کرتے ہیں عَدُوٌّ کے آخر میں تاء لگا کر عَدُوَّةٌ بنایا غیر ثلاثی مجرد سے اسم فاعل بنانے کا طریقہ:

وَصِيغَتُهُ مِنْ غَيْرِ الثَّلَاثِي الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: غیر ثلاثی مجرد سے اسم فاعل بنانے کا طریقہ کیا ہے؟

﴿ جواب ﴾: غیر ثلاثی مجرد سے اسم فاعل کا صیغہ مضارع کے صیغہ سے یوں بنتا ہے کہ علامت مضارع کو گرا کر اس کی جگہ میم مضموم لگا دیتے ہیں اور آخر کے ماقبل کو کسرہ دے کر آخر میں تنوین لگاتے ہیں جیسے بُکِرِمُ سے مُکِرِمُ۔
وَأَحْتَبُّوهُ الْمِيمُ لَتَعْلَمُوهُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
﴿ سوال ﴾: میم کی تخصیص کس وجہ سے ہے؟

﴿ جواب ﴾: چاہیے تو یہ تھا کہ حروف علت میں سے کوئی حرف لگا دیا جاتا لیکن ان حروف کا لانا مشکل ہے کیونکہ الف کی صورت میں ساکن سے ابتدا لازم آتی ہے جو ناجائز ہے اور واو کا اضافہ شروع میں نہیں کیا جاتا اور یاء لگانے کی صورت میں مضارع کیساتھ التباس لازم آتا ہے اور میم کا اضافہ اس لئے کیا گیا کہ یہ حرف شفوی ہونے کی وجہ سے واؤ کے مشابہ ہے۔
وَضُمَّ الْمِيمُ لِلْفَرْقِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿ سوال ﴾: میم کو ضمہ دینے کی کیا وجہ ہے؟
﴿ جواب ﴾: میم کو فتحہ دینے کی صورت میں ثلاثی مجرد کے اسم ظرف سے التباس لازم آتا ہے اور کسرہ اسلئے نہیں دیتے کہ میم علامت مضارع کے قائم مقام ہے اور علامت مضارع پر کسرہ نہیں ہوتا۔

وَنَحْوُ مُسْهَبٍ لِلْفَاعِلِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
﴿ سوال ﴾: آپ کے بقول اسم فاعل کے آخر کا ماقبل مکسور ہوتا ہے لیکن مُسْهَبٌ فاعل کیلئے آ رہا ہے جبکہ یہاں آخر کا ماقبل حرف مفتوح ہے، اسی طرح يَافِعٌ مَفْعِلٌ کے وزن پر نہیں ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟
﴿ جواب ﴾: یہ دونوں شاذ ہیں۔

﴿ نوٹ ﴾: اسم فاعل کے آخر میں جب تائے تانیضہ آتی ہے تو اس کا ماقبل فتحہ پر مبنی ہوتا ہے کیونکہ یہ کلمہ وسط کی طرح ہو جاتا ہے اور اعراب وسط میں نہیں آتا جیسا کہ نون تاکید اور یائے نسبت لگانے کے وقت اعراب ختم ہو جاتا ہے اور فتحہ پر مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ فتحہ خفیف حرکت ہے۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

اسم مفعول کا بیان

﴿عبارت﴾: فَصُلِّ فِي اسْمِ الْمَفْعُولِ وَهُوَ اسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ يَفْعَلُ لِمَنْ وَقَعَ عَلَيْهِ الْفِعْلُ وَصِيغَتُهُ مِنَ الثَّلَاثِي يَجِيءُ عَلَى وَزْنِ مَفْعُولٍ نَحْوُ مَضْرُوبٍ وَهُوَ مُشْتَقٌّ مِنْ يَضْرِبُ لِمَنْاسَبَةٍ بَيْنَهُمَا فَإِنْ قِيلَ لَمْ أُدْخِلِ الْمِيمَ مَقَامَ الزَّوَائِدِ قُلْنَا لَتَعْدَرِ حُرُوفُ الْعِلَّةِ فَصَارَ مَضْرُبًا ثُمَّ فُتِحَ الْمِيمُ حَتَّى لَا يَلْتَبَسَ بِمَفْعُولِ الْأَفْعَالِ فَصَارَ مَضْرُبًا ثُمَّ ضُمَّ الرَّاءُ حَتَّى لَا يَلْتَبَسَ بِالْمَوْضِعِ فَصَارَ مَضْرُبًا ثُمَّ أَشْبَعَتِ الضَّمَّةُ لِإِعْدَامِ مَفْعُولٍ فِي كَلَامِهِمْ بغيرِ التَّاءِ فَصَارَ مَضْرُوبًا وَغَيْرَ مَفْعُولٍ مِنَ الثَّلَاثِي دُونَ مَفْعُولِ سَائِرِ الْأَفْعَالِ وَالْمَوْضِعِ حَتَّى يَصِيرَ مُشَابِهًا فِي التَّغْيِيرِ بِاسْمِ الْفَاعِلِ أَعْنَى غَيْرِ الْفَاعِلِ مَنْ يَفْعَلُ وَيَفْعَلُ إِلَى فَاعِلٍ وَالْقِيَاسُ فَاعِلٌ وَفَاعِلٌ فَغَيْرَ الْمَفْعُولِ أَيْضًا لِلْمَوَاحَاتِ بَيْنَهُمَا وَصِيغَتُهُ مِنْ غَيْرِ الثَّلَاثِي عَلَى صِيغَةِ الْفَاعِلِ بِفَتْحٍ مَاقْبَلِ الْآخِرِ مِثْلُ مُسْتَخْرَجٍ۔

﴿ترجمہ﴾: اسم مفعول وہ اسم ہے کہ جو یَفْعَلُ یعنی مضارع مجہول سے نکالا جاتا ہے۔ اس شخص کے لیے کہ جس پر فعل واقع ہوا ہو اور اس کا صیغہ ثلاثی مجرد سے مَفْعُولُ کے وزن پر آتا ہے جیسے مَضْرُوبٌ اور وہ یَضْرِبُ سے بنایا گیا ہے ان دونوں کے درمیان مناسبت کے پائے جانے کی وجہ سے۔ پس اگر یوں پوچھا جائے کہ حروف زائد کی جگہ پر میم کو زائد کیوں کیا گیا تو اس کے جواب میں ہم یوں کہیں گے یعنی اس کا یہ جواب ہے کہ حروف علت کے معذور ہو جانے کی وجہ سے تو یہ یَضْرِبُ سے مَضْرِبُ ہو گیا پھر میم کو فتح اس لیے دیا گیا تاکہ بابِ اَفْعَالِ کے مفعول کے ساتھ التباس نہ ہو جائے تو یہ مَضْرِبُ ہو گیا پھر راء کو ضمہ دے دیا گیا تاکہ ظرف کے ساتھ التباس نہ ہو جائے تو مَضْرِبًا ہو گیا پھر اہل صرف کے کلام میں مَفْعُولُ کا کلمہ بغیر تاء کے نہ ہونے کی وجہ سے راء کے ضمہ کا اشباع کیا گیا تو اس سے واؤ پیدا ہو گیا۔ تو مَضْرُوبٌ ہو گیا، صرف ثلاثی مجرد سے مفعول میں تبدیلی کی گئی نہ کہ تمام افعال کے مفعول اور ظرف میں تاکہ وہ تبدیلی میں اسم فاعل کے مشابہ ہو جائے یعنی اس فاعل میں تبدیلی کی گئی کہ جو یَفْعَلُ اور یَفْعَلُ سے اسم فاعل بنایا گیا۔ حالانکہ کہ قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ یَفْعَلُ سے اسم فاعل فَاعِلٌ اور یَفْعَلُ سے فَاعِلٌ آتا تو اسی وجہ سے اسم مفعول میں بھی ان دونوں کے درمیان بھائی چارے کی وجہ سے تبدیلی کی گئی اور

اسم مفعول کا صیغہ ثلاثی مزید فیہ اے اسم فاعل کے وزن پر ہی آتا ہے، آخر سے ما قبل کے فقرے کے ساتھ جیسے مُسْتَخْرَج۔

﴿تشریح﴾:

وَهُوَ اسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ يُفَعِّلُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اسم مفعول کسے کہتے ہیں؟ اور یہ کس سے مشتق ہوتا ہے؟

﴿جواب﴾: اسم مفعول وہ اسم ہے جو مضارع مجہول سے مشتق ہوتا ہے اور ثلاثی مجرد سے اس کا صیغہ مَفْعُولُ کے وزن پر آتا ہے جیسے مَضْرُوبٌ جو یَضْرِبُ سے مشتق ہے۔

اسم مفعول فعل مضارع سے کیوں مشتق ہوتا ہے؟

وَهُوَ مُشْتَقٌّ مِنْ يَضْرِبُ لِمُنَاسَبَةِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اسم مفعول فعل مضارع سے کیوں مشتق ہوتا ہے؟

﴿جواب﴾: چونکہ حرکات و سکنات اور حروف کی تعداد کے اعتبار سے فعل مضارع مجہول اور اسم مفعول جو اصل میں مَفْعَلُ کے وزن پر آتا ہے میں مشابہت پائی جاتی ہے۔

فَإِنْ قِيلَ لِمَ أُدْخِلَ الْيَمِيمُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال ذکر کر کے اس کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اسم مفعول کے شروع میں حرف زائد کے طور پر میم کا اضافہ کیوں کیا گیا؟

﴿جواب﴾: چاہیے تو یہ تھا کہ حروف علت میں سے کوئی حرف لگا دیا جاتا لیکن ان حروف کا لانا مشکل ہے کیونکہ الف کی صورت میں ساکن سے ابتدا لازم آتی ہے جو ناجائز ہے اور واو کا اضافہ شروع میں نہیں کیا جاتا اور یاء لگانے کی صورت میں مضارع کیساتھ التباس لازم آتا ہے اور میم کا اضافہ اس لئے کیا گیا کہ یہ حرف شغوی ہونے کی وجہ سے واو کے مشابہ ہے۔

اسم مفعول کا صیغہ مَفْعُولُ کیسے بن گیا؟

ثُمَّ فَتِحَ الْيَمِيمُ حَتَّى لَا يَلْتَبَسَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اس طرح اسم مفعول کا صیغہ مَفْعُولُ کیسے بن گیا؟

﴿جواب﴾: ثلاثی مجرد کیلئے اسم مفعول اگر مَفْعَلُ کے وزن پر ہوتا تو باب اَفْعَالُ کے اسم مفعول کیساتھ التباس لازم آتا لہذا میم کو فتح دیدیا لیکن اس صورت میں اسم ظرف کیساتھ التباس لازم آتا تھا اسلئے عین کلمہ کو ضمہ دیدیا اب یہ مَفْعُولُ بن گیا لیکن چونکہ کلام عرب میں مَفْعَلُ تاء کے بغیر نہیں آتا اس لئے عین کلمہ کے ضمہ کو اشباع کیساتھ پڑھتے ہیں جس کی وجہ سے واو پیدا ہوتی ہے اور یہ مفعول کا صیغہ بن جاتا ہے اور تنوین اس لئے داخل کی گئی کہ یہ اسم کی علامت ہے۔

ملائی مجرد کے اسم مفعول میں اس قدر تبدیلی کیوں؟

﴿سوال﴾: وَغَيْرَ مَفْعُولٍ مِنَ الثَّلَاثِي الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
غیر ملائی مجرد کا اسم مفعول اور اسم ظرف فعل مضارع مجہول کے وزن پر آتے ہیں لیکن ملائی مجرد کی حرکات میں تبدیلی کی گئی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

﴿جواب﴾: ملائی مجرد کے اسم مفعول میں حرکت کی تبدیلی اسلئے کی گئی ہے کہ اسم فاعل کیساتھ تبدیلی کے لحاظ سے مشابہت پیدا ہو جائے کیونکہ فعل مضارع مفتوح العین ہو یا مضموم العین اسم فاعل بناتے وقت عین کلمہ کی حرکت میں تبدیلی کر کے کسرہ دیتے ہیں اور بجائے فاعِلْ اور فاعِلْ کے فاعِلْ پڑھتے ہیں پس اسم مفعول میں تبدیلی کر کے اسم فاعل کیساتھ اس کے بھائی چارے کو قائم رکھا گیا۔ غیر ملائی مجرد سے اسم مفعول کا صیغہ اسم فاعل کی طرح ہے، فرق اتنا ہے کہ اسم مفعول کے آخر کا ماقبل مفتوح ہوتا ہے جیسے مُسْتَخْرَج۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

اسم ظرف کا بیان

﴿عبارت﴾: فَضْلٌ فِي اسْمِي الْمَكَانِ وَالزَّمَانِ اسْمُ الْمَكَانِ هُوَ اسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ يَفْعَلُ لِمَكَانٍ وَقَعَ فِيهِ الْفِعْلُ فَزِيدَتْ الْمِيمُ كَمَا فِي الْمَفْعُولِ لِمُنَاسَبَةِ بَيْنَهُمَا وَلَمْ يَزِدِ الْوَاوُ حَتَّى لَا يَلْتَبَسَ بِهِ وَصِيغَتُهُ مِنْ بَابِ يَفْعَلُ مَفْعَلٌ كَالْمَذْهَبِ الْأَمِنْ الْمِثَالِ فَإِنَّهُ مِنْهُ بَكْسِرِ الْعَيْنِ نَحْوُ الْمَوْجِلِ حَتَّى لَا يُظَنَّ أَنَّ وَزْنَهُ كَانَ فَوْعَلًا مِثْلُ جَوْرَبٍ وَلَا يُظَنَّ فِي الْكُسْرِ لِأَنَّ فَوْعَلًا لَا يُوجَدُ فِي كَلَامِهِمْ وَمِنْ بَابِ يَفْعَلُ مَفْعَلٌ الْأَمِنْ النَّاقِصُ فَإِنَّهُ مِنْهُ يَجِيءُ بِفَتْحِ الْعَيْنِ نَحْوُ مَرْمَى فِرَارًا عَنْ تَوَالِي الْكُسْرَاتِ وَلَا يَبْنَى مِنْ يَفْعَلُ مَفْعَلٌ لِثِقَلِ الضَّمَّةِ فَقُسِمَ مَوْضِعُهُ بَيْنَ مَفْعَلٍ وَمَفْعَلٍ وَأُعْطِيَ لِلْمَفْعَلِ أَحَدُ عَشَرَ اسْمًا نَحْوُ الْمَنْسِكِ وَالْمَجْزِرِ وَالْمُنْبِتِ وَالْمُطْلِعِ وَالْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَالْمَرْفِقِ وَالْمَسْقِطِ وَالْمُسْكِنِ وَالْمَسْجِدِ وَالْمَفْرِقِ وَالْبَاقِي لِلْمَفْعَلِ لِخِفَةِ الْفَتْحَةِ وَاسْمُ الزَّمَانِ مِثْلُ الْمَكَانِ نَحْوُ مَقْتَلِ الْحُسَيْنِ-

﴿ترجمہ﴾: یہ فصل اسم مکان اور اسم زمان کے بیان میں ہے، اسم مکان وہ اسم کہ جو مضارع معروف سے مشتق کیا جاتا ہے اس مکان کے لیے کہ جس میں وہ فعل واقع ہوا پس اس میں میم کو زیادہ کیا جاتا ہے جیسا کہ اسم مفعول میں زیادہ کیا جاتا ہے ان دونوں یعنی مفعول اور ظرف مکان کے درمیان مناسبت کے پائے جانے کی وجہ سے اور واؤ کو زیادہ نہیں کیا جاتا تا کہ اسم مفعول کے ساتھ التباس نہ ہو جائے اور اس کا صیغہ یَفْعَلُ کے باب سے مَفْعَلُ آتا ہے، جیسے مَذْهَبٌ مگر مثال سے مَفْعَلُ کے وزن پر آتا ہے جیسے مَوْجِلٌ تا کہ یہ گمان کیا جائے کہ اس کا وزن فَوْعَلٌ جیسے جَوْرَبٌ اور کسرہ کی صورت میں یہ گمان نہ کیا جائے اس لیے کہ فَوْعَلٌ کلام عرب میں مستعمل نہیں ہے، اور یَفْعَلُ کے باب سے اسم مکان مَفْعَلُ کے وزن پر آتا ہے مگر ناقص سے اسم ظرف مکان عین کے فتح کے ساتھ آتا ہے، جیسے مَرْمَى بے درپے کسرات سے بچنے کی وجہ سے اور یَفْعَلُ کے باب سے اسم مکان مَفْعَلُ نہیں بنایا جاتا ضمہ کی وجہ سے ثقل سے بچنے کی غرض سے پس یَفْعَلُ کے ظرف مکان کو مَفْعَلُ اور مَفْعَلُ کے درمیان

تقسیم کر دیا گیا اور مَفْعَلُ کے کل گیارہ اسماء ہیں جیسے مَنَسِكُ، مَجْزُرٌ، مَنِبْتُ، مَطْلِعٌ، مَشْرِقٌ، مَغْرِبٌ، مَرْفُوقٌ، مَسْقِطٌ، مَسْكِنٌ، مَسْجِدٌ، اور مَفْرِقٌ اور باقی مَفْعَلُ کے وزن کے ساتھ خاص ہیں، یعنی مَفْعَلُ کے وزن پر ہی آتے ہیں فتح کے خفیف ہونے کی وجہ سے اور اسم زمان اسم مکان ہی کی طرح ہے جیسے مَقْتَلُ الْحُسَيْنِ -

﴿تشریح﴾:

اِسْمُ الْمَكَانِ هُوَ اِسْمُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

ظرف مکان کی تعریف:

﴿سوال﴾: ظرف مکان کی تعریف کریں اور بتائیں کہ یہ کس سے بنتا ہے؟

﴿جواب﴾: ظرف مکان وہ اسم ہے جو فعل مضارع معروف سے مشتق ہوتا ہے، ایسی جگہ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جس میں فعل واقع ہو، مثلاً مجرد سے اس کے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ فعل مضارع معروف سے علامت مضارع گرا کر میم مفتوح لگا دیتے ہیں اور آخر میں تنوین کا اضافہ کر دیتے ہیں، شروع میں میم لگانے کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ اسم مفعول اور اسم ظرف میں، مشابہت ہوتی ہے کیونکہ فعل کا وقوع ان دونوں پر ہوتا ہے اسلئے اسم مفعول کی طرح یہاں بھی میم کا اضافہ کیا گیا ہے، اگر یہ کہا جائے کہ اسم مفعول میں واو زائد بھی ہوتی ہے، یہاں کیوں نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح اسم ظرف اور اسم مفعول میں التباس کا خدشہ تھا۔

مضارع مفتوح العین سے اسم ظرف کا صیغہ:

وَصَيَغَةُ مِنْ بَابِ يَفْعَلُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: مضارع مفتوح العین سے اسم ظرف کا صیغہ کس طرح آتا ہے؟

﴿جواب﴾: مضارع مفتوح العین سے اسم ظرف مَفْعَلُ کے وزن پر یعنی مفتوح العین ہی آتا ہے جیسے

يَذْهَبُ سَ مَذْهَبٌ، البتہ مثال سے اسم ظرف مکسور العین آتا ہے جیسے مَوْجِلٌ۔

حَتَّى لَا يُظَنَّ أَنَّ وَزْنَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: اس فرق کی کیا وجہ ہے؟

﴿جواب﴾: اگر مثال سے اسم ظرف مفتوح العین ہوتا تو فَوْجٌ عَلٌ کا وزن بن جاتا جیسے جَوْدٌ تو اسلئے یہ گمان ہو

تا کہ یہ اسم ظرف نہیں بلکہ مثلاً مجرد ملحق بر بائی مجرد کا مصدر ہے لہذا اس وہم کو دور کرنے کیلئے عین کلمہ کو کسرہ دے دیا کیونکہ کسرہ کی صورت میں فَوْجٌ عَلٌ کا وزن بھی بن جائے تو یہ کلام عرب میں نہیں پایا جاتا۔

مضارع مکسور العین سے اسم ظرف کا صیغہ:

وَمِنْ بَابِ يَقْعُلُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مضارع مکسور العین سے اسم ظرف کا صیغہ کیسے آتا ہے؟

جواب: مضارع مکسور العین سے اسم ظرف کا صیغہ مکسور العین یعنی مَفْعِلُ کے وزن پر آتا ہے البتہ ناقص سے

مفتوح العین آتا ہے جیسے مَرْمَى جو اصل میں مَرْمَى ہے اس کو مفتوح العین لانے کی وجہ یہ ہے یاد دکر دوں کے قائم مقام ہوتی ہے اگر عین کو بھی کسرہ دیدیا جائے تو توالی کسرات (پے در پے کسرات کا وقوع) لازم آتا ہے۔

مضارع مضموم العین سے اسم ظرف کا صیغہ:

وَلَا يَبْنِي مَنْ يَقْعُلُ مَفْعُلُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مضارع مضموم العین سے اسم ظرف کا صیغہ مضموم العین کیوں نہیں آتا؟

جواب: مضارع مضموم العین سے اسم ظرف مضموم العین نہیں آتا کیونکہ ضمہ ثقیل ہوتا ہے لہذا اس کا اسم

ظرف مَفْعِلُ اور مَفْعُلُ میں تقسیم کر دیا گیا، گیارہ اسم جو مَفْعِلُ کے وزن پر آتے ہیں وہ یہ ہیں۔

الْمَنْسِكُ وَالْمَجْزِدُ وَالْمَنْبِتُ وَالْمَطْلَعُ وَالْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ وَالْمَرْفِقُ وَالْمَقْسِطُ وَالْمَسْكِنُ

وَالْمَسْجِدُ وَالْمَفْرِقُ۔ اور باقی اسمائے ظروف مَفْعُلُ کے وزن پر آتے ہیں کیونکہ فتحہ خفیف حرکت ہے۔

ظرف زمان بھی ظرف مکان کی طرح ہے مثلاً (مَقْتَلُ الْحُسَيْنِ) جائے شہادت حسینؑ اور وقت شہادت حسینؑ۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

اسم آلہ کا بیان

﴿عبارت﴾: فَصُلْ فِي اسْمِ الْآلَةِ وَهُوَ اسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ يَفْعَلُ لِلْآلَةِ وَصِيغَتُهُ مِفْعَلٌ وَمِنْ
ثُمَّ قَالَ الشَّاعِرُ

• الْمَفْعَلُ لِلْمَوْضِعِ وَالْمِفْعَلُ لِلْآلَةِ وَالْفَعْلَةُ لِلْمَرَّةِ وَالْفَعْلَةُ لِلْحَالَةِ
وَكُسِرَتِ الْمِيمُ لِلْفَرْقِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمَوْضِعِ وَيَجِيءُ عَلَى وَزْنِ مِفْعَالٍ نَحْوُ مِقْرَاضٍ
وَمِفْتَاحٍ وَيَجِيءُ مَضْمُومَ الْعَيْنِ وَالْمِيمِ نَحْوُ الْمُسْعَطِ وَالْمُنْخُلِ وَنَحْوِهِمَا قَالَ سَبْيُوهُ
هَذَانِ مِنْ عَدَادِ الْأَسْمَاءِ يَعْنِي الْمُسْعَطُ اسْمٌ لِهَذَا الْوِعَاءِ وَلَيْسَ بِالْآلَةِ وَكَذَلِكَ أَخَوَاتُهُ۔
﴿ترجمہ﴾: اسم آلہ: وہ اسم ہے کہ جو مشتق ہوتا ہے یَفْعَلُ سے آلہ کے لیے، اور اس کا صیغہ مِفْعَلُ کے وزن پر
آتا ہے، اور اسی وجہ سے شاعر نے کہا۔ مَفْعَلُ ظرف کے لیے اور مِفْعَلُ آلہ کے لیے، اور فَعْلَةُ
مَرَّةً (یکبارگی) کے لیے اور فَعْلَةُ حالت کے لیے۔ اور ميم کو کسرہ دیا جاتا ہے اس ظرف اور آلہ کے درمیان فرق
پیدا کرنے کے لیے اور اسم آلہ مِفْعَالُ کے وزن پر بھی آتا ہے جیسے مِقْرَاضُ اور مِفْتَاحُ اور یہ عین اور ميم کے ضمہ
کے ساتھ بھی آتا ہے جیسے الْمُسْعَطُ اور الْمُنْخُلُ اور ان دونوں کی مثل کے بارے میں سبویہ نے کہا کہ یہ دونوں
اسماء ہی میں شمار ہوتے ہیں، یعنی الْمُسْعَطُ اسم ہے لِهَذَا الْوِعَاءِ جو ہے وہ اسم آلہ سے نہیں ہے اور اسی طرح ہی اس
کے اخوات ہیں۔

﴿تشریح﴾:

وَهُوَ اسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

اسم آلہ کی تعریف:

﴿سوال﴾: اسم آلہ کی تعریف کریں اور بتائیں کہ یہ کس فعل سے بنتا ہے؟

﴿جواب﴾: اسم آلہ وہ اسم ہے جو مضارع مجہول سے بنتا ہے اور ایسی چیز کیلئے بولا جاتا ہے جو کام کیلئے بطور آلہ

استعمال ہو اور اس کا صیغہ مِفْعَلُ کے وزن پر آتا ہے۔ جیسے شاعر کہتا ہے

الْمَفْعَلُ لِلْمَوْضِعِ وَالْمِفْعَلُ لِلْآلَةِ وَالْفَعْلَةُ لِلْمَرَّةِ وَالْفَعْلَةُ لِلْحَالَةِ

﴿ترجمہ﴾: مَفْعَلٌ کا وزن اسم طرف کیلئے آتا ہے..... اور مَفْعَلٌ کا وزن اسم آلہ کیلئے آتا ہے..... اسی طرح فَعْلَةٌ کا وزن تعداد کیلئے آتا ہے..... اور فَعْلَةٌ کا وزن حالت کیلئے آتا ہے..... مثلاً ضَرْبَةٌ ایک مخصوص حالت میں مارنا۔

اسم آلہ کے میم کو کسرہ:

وَكُسِرَتِ الْمِيمُ لِلْفَرْقِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: اسم آلہ کے میم کو کسرہ دینے کی کیا وجہ ہے؟

﴿جواب﴾: چونکہ اسم طرف کا میم بھی مفتوح ہوتا ہے اس لئے ان دونوں میں فرق کیلئے اسم آلہ کے میم کو کسور رکھا جاتا ہے اگر یہ کہا جائے کہ میم مضموم سے بھی یہ فرق معلوم کیا جاسکتا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ضمہ ثقیل ہوتا ہے، نیز ضمہ کی صورت میں باب افعال کے اسم مفعول سے التباس لازم آتا۔

اسم آلہ کے مختلف اوزان:

﴿نوٹ﴾: اسم آلہ مَفْعَالٌ کے وزن پر بھی آتا ہے جیسے مَفْرَاضٌ (قینچی) اور مِفْتَاحٌ (چابی) اور کبھی مضموم العین اور مضموم المیم بھی آتا ہے مَسْعُطٌ (نسوار دان) اور مَنَحْلٌ (چھلتی) اسی طرح کے دوسرے صیغے ہیں لیکن سیبویہ نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ وزن اسم آلہ کیلئے نہیں آتا بلکہ یہ مثالیں جو پیش کی گئی ہیں یہ مخصوص چیزوں کے نام ہیں یعنی مَسْعُطٌ ایک برتن کا نام ہے، آلہ نہیں، اسی طرح دوسرے بھی۔

☆☆☆ ☆☆☆ ☆☆☆

مضاف کا بیان

﴿عبارت﴾: الْبَابُ الثَّانِي فِي الْمَضَاعِفِ وَيُقَالُ لَهُ أَصَمُّ لِشِدَّتِهِ وَيُقَالُ لَهُ صَحِيحٌ لِصِرُورَةِ أَحَدِ حَرْفَيْهِ حَرْفٌ عَلَلِيٌّ نَحْوُ تَقْضَى الْبَازِي وَهُوَ يَجِيءُ مِنْ ثَلَاثَةِ أَبْوَابٍ نَحْوُ سَرَّيْسُرٍ وَفَرَّيْفَرٍ وَعَضَّ يَعَضُّ وَلَا يَجِيءُ مِنْ فَعَلٍ يَفْعَلُ إِلَّا قَلِيلًا نَحْوُ حَبَّ يَحَبُّ فَهُوَ حَبِيبٌ وَلَبَّ يَلُبُّ فَهُوَ لَبِيبٌ فَإِذَا اجْتَمَعَ فِيهِ حَرْفَانِ مِنْ جَنْسٍ وَاحِدٍ أَوْ مُتَقَارِبَيْنِ فِي الْمَخْرَجِ يُدْغَمُ الْأَوَّلُ فِي الثَّانِي لِثِقَلِ الْمُكَرَّرِ نَحْوُ مَدَّ مَدَّ مَدَّ إِلَى آخِرِهِ وَنَحْوُ أَخْرَجَ شَطَاءَهُ وَقَالَتْ طَائِفَةٌ وَالْإِدْغَامُ الْبَاطُ الْحَرْفِ فِي مَخْرَجِهِ مِقْدَارُ الْبَاطِ الْحَرْفَيْنِ كَذَا نَقَلَ عَنْ جَارِ اللَّهِ وَقِيلَ اسْكَانُ الْأَوَّلِ وَادْرَاجُهُ فِي الثَّانِي الْمُدْغَمُ وَالْمُدْغَمُ فِيهِ حَرْفَانِ فِي اللَّفْظِ وَحَرْفٌ وَاحِدٌ فِي الْكِتَابَةِ وَهَذَا فِي الْمُتَجَانِسِينَ وَأَمَّا فِي الْمُتَقَارِبِينَ فَحَرْفَانِ فِي اللَّفْظِ وَالْكِتَابَةِ جَمِيعًا كَالرَّحْمَنِ وَاجْتِمَاعُ الْحَرْفَيْنِ عَلَى ثَلَاثَةِ أَضْرُبٍ الْأَوَّلُ أَنْ يَكُونَا مُتَحَرِّكَيْنِ يَجُوزُ فِيهِ الْإِدْغَامُ إِذَا كَانَا فِي كَلِمَتَيْنِ نَحْوُ مَنْاسِكُكُمْ وَأَمَّا إِذَا كَانَا فِي كَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ يَجِبُ فِيهِ الْإِدْغَامُ إِلَّا فِي الْإِلْحَاقِيَّاتِ نَحْوُ قَرَدٍ وَجَلْبَبٍ حَتَّى لَا يَبْطُلَ الْإِلْحَاقُ وَالْأَوْزَانُ الَّتِي يُلْزَمُ فِيهِ الْإِلْتِبَاسُ نَحْوُ صَكِّكَ وَسُرُرٍ وَجَدِّ وَطَلَلٍ حَتَّى لَا يَلْتَبِسَ بِصَكِّكَ وَسُرٍّ وَجَدٍّ وَطَلٍّ وَلَا يَلْتَبِسَ فِي مِثْلِ رَدٍّ وَفَرٍّ وَعَضٍّ لِأَنَّ رَدَّيْعَلَمُ مِنْ يَرُدُّ أَنَّ أَصْلَهُ رَدَدٌ لِأَنَّ الْمَضَاعِفَ لَا يَجِيءُ مِنْ بَابِ فَعَلٍ يَفْعَلُ وَفَرَّيْفَرٍ وَأَيْضًا يَعْلَمُ مِنْ يَقْرَأَنَّ الْمَضَاعِفَ لَا يَجِيءُ مِنْ فَعَلٍ يَفْعَلُ وَعَضَّ أَيْضًا يَعْلَمُ مِنْ يَعَضُّ لِأَنَّ الْمَضَاعِفَ لَا يَجِيءُ مِنْ فَعَلٍ يَفْعَلُ وَلَا يُدْغَمُ فِي حَيٍّ فِي بَعْضِ اللُّغَاتِ حَتَّى لَا يَقَعَ الضَّمَّةُ عَلَى الْيَاءِ الضَّعِيفِ فِي يَحْيٍ وَقِيلَ الْيَاءُ الْآخِرَةُ غَيْرُ لَازِمَةٍ لِأَنَّهُ تَسْقُطُ تَارَةً نَحْوُ حَيٍّ أَوْ تَقْلِبُ أُخْرَى نَحْوِ حَيٍّ وَالثَّانِي أَنْ يَكُونَ الْأَوَّلُ سَاكِنًا يَجِبُ فِيهِ الْإِدْغَامُ ضَرُورَةً نَحْوُ مَدٍّ وَهُوَ عَلَى فَعَلٍ وَالثَّالِثُ أَنْ يَكُونَ الثَّانِي سَاكِنًا فَإِلْدَغَامُ فِيهِ مُمْتَنِعٌ لِعَدَمِ شَرْطِ صِحَّةِ الْإِدْغَامِ وَهُوَ تَحْرُكُ الثَّانِي وَقِيلَ لَا بُدَّ مِنْ تَسْكِينِ الْأَوَّلِ فَيَجْتَمِعُ سَاكِنَانِ

فَتَفَرُّ مِنْ وَرْطَةٍ وَتَقَعُ فِي أُخْرَى وَلَقِيلَ لَوْ جُودَ الْخَفَّةُ بِالسَّكَنِ وَعَدِمَ شَرْطُ الْإِدْغَامِ وَلَكِنْ جَوَزُوا الْحَذْفَ فِي بَعْضِ الْمَوَاضِعِ نَظَرًا إِلَى اجْتِمَاعِ الْمُتَجَانِسِينَ نَحْوُ ظَلَلْتَ كَمَا جَوَزُوا الْقَلْبَ فِي نَحْوِ تَقَضَّى الْبَارِئِ وَعَلَيْهِ قِرَاءَةُ قَرْنٍ فِي بَيِّنَةٍ كُنَّ مِنَ الْقَرَارِ أَصْلُهُ أَقْرُونَ فَحُذِفَتِ الرَّاءُ الْأُولَى فَنُقِلَ حُرُكَتُهَا إِلَى الْقَافِ ثُمَّ حُذِفَتِ الْهَمْزَةُ لِانْعِدَامِ الْإِحْتِيَاجِ إِلَيْهَا فَصَارَ قَرْنٌ وَقِيلَ مِنْ قَرَيْقَرٍ وَقَارًا وَإِذَا أَقْرَأَ قَرْنٌ يَكُونُ مِنْ قَرَيْقَرٍ بِالْمَكَانِ بَفَتْحِ الْقَافِ وَهُوَ لُغَةٌ فِي يَقْرَئُ يَكُونُ أَصْلُهُ أَقْرُونَ عَلَى وَزْنِ اعْلَمَنْ فَنُقِلَ حُرُكَةُ الرَّاءِ إِلَى الْقَافِ فَصَارَ قَرْنٌ وَهَذَا إِذَا كَانَ سُكُونُهُ لَا زِمًا

﴿ترجمہ﴾: دوسرا باب مضاعف کے بیان میں، مضاف کو اس کے مشدد ہونے کی وجہ سے اسم یعنی مضبوط یا سخت کہا جاتا ہے، اور اس کے دو حرفوں میں سے ایک حرف کے حرف علت سے بدل جانے کی وجہ سے ایک اس کو صحیح نہیں کہا جاتا جیسے تَقَضَّى الْبَارِئِ اور یہ تین ابواب سے آتا ہے، جیسے سَرَّيْسَرٌ، قَرَيْقَرٌ اور عَضَّ يَعَضُّ اور یہ فَعْلَ يَفْعَلُ کے باب سے نہیں آتا مگر بہت کم ہی آتا ہے جیسے حَبَّ يَحُبُّ فَهُوَ حَبِيبٌ اور لَبَّ يَلْبُبُّ فَهُوَ لَبِيبٌ پس جب اس میں دو حرف ایک ہی جنس کے یا دو حرف متقارب المخرج جمع ہو جائیں تو مکرر ثقل کی وجہ سے پہلے کا دوسرے میں ادغام کر دیا جاتا ہے۔ جیسے مَدَّ مَدَّ مَدُّوا الخ اور جیسے أَخْرَجَ شَطَاهُ اور قَالَتْ طَائِفَةٌ اور ادغام وہ حرف کو اس کی مخرج میں ٹھہرانا ہے دو حرفوں کے ٹھہرانے کی مقدار کے برابر جیسا کہ جار اللہ سے نقل کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ پہلے کو ساکن کرنا اور اس کو دوسرے میں داخل کرنا یعنی مدغم اور مدغم فیہ دونوں حرفوں کو ایک ہی لفظ میں کرنا اور لکھنے میں ایک ہی حرف ہونا۔ یہ طریقہ دو ہم جنس حرفوں میں ہوتا ہے، جبکہ متقاربین میں پس دو حرف پڑھنے میں اور لکھنے میں اکٹھے ہوتے ہیں جیسے اَلرَّحْمَنُ اور دو حرفوں کا جمع ہونا تین قسم پر ہے پہلی قسم یہ ہے کہ دو حرف متحرک ہوں تو ادغام جائز ہے جبکہ وہ دونوں کلموں میں ہوں۔ جیسے مَنَاسِكُكُمْ اور جب وہ ایک ہی کلمہ میں ہوں تو اس میں ادغام واجب ہوگا مگر الحاقیات میں نہیں جیسے قَرَدَدٌ اور جَلْبَبٌ تاکہ الحاق اور وہ اوزان جو کہ اس میں التباس لازم آتا ہے باطل نہ ہو۔ جیسے صَكَّ، سُرَّ، جُدَّدٌ، طَلَّلٌ۔ تاکہ صَكٌّ، سُرٌّ، جُدَّدٌ اور طَلٌّ کے ساتھ التباس نہ ہوئے پائے اور نہ ہی رَدَّ، قَرَّ اور عَضَّ کی مثل میں التباس واقع ہو اس لیے کہ رَدَّ لِقَرَدٍ سے سمجھا جاتا ہے، بے شک اس کی اصل رَدَدٌ ہے اس لیے کہ مضاعف فَعْلَ يَفْعَلُ کے باب سے نہیں آتا اور قَرَّ بھی يَفِرُّ سے سمجھا جاتا ہے اس لیے کہ فَعْلَ يَفْعَلُ سے مضاعف نہیں آتا اور عَضَّ بھی يَعَضُّ سے سمجھا جاتا ہے اس لیے کہ مضاعف فَعْلَ يَفْعَلُ سے نہیں آتا اور بعض لغات میں حَبِيبٌ میں ادغام نہیں کیا جاتا۔ تاکہ ضمہ یاء ضعیف پر واقع نہ ہو یَحْسَى کے اندر اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آخر یاء غیر لازمی ہے اس لیے کہ وہ کبھی گر جاتی ہے۔

مضاعف مواح الادواح

جیسے حُوْ یا دوسری بدل دی جاتی ہے الف سے جیسے یٰ حُما اور دوسری قسم یہ ہے کہ ان دو حروف میں سے پہلا حرف ساکن ہو تو اس میں ضرورت کی وجہ سے ادغام واجب ہوگا جیسے مَدُّ اور فَعْلُ کے وزن پر ہے۔ اور تیسری قسم یہ ہے کہ دوسرا حرف ساکن ہو تو اس میں ادغام ممتنع ہوگا ادغام کے صحیح ہونے کی شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اور وہ دوسرے حرف کا متحرک ہونا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ساکن ہونے کی وجہ سے مخففت کے پائے جانے کی وجہ سے اور ادغام کی شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے ادغام نہیں ہوگا، لیکن اہل صرف نے بعض مواضع پر دو حروف ہم جنس کے اکٹھے ہو جانے کی طرف غور کرتے ہوئے ادغام کو جائز قرار دیا ہے جیسے ظَلَّتْ جیسا کہ انہوں نے قلب کو جائز قرار دیا ہے تَقْضَى الْبَازِیْ کی مثال میں اور اسی پر جواز ہے قِرْأَةُ کَا جو کہ قَرَأَ قُرْنٌ سے ہے، یُبُوْتُکُنَّ میں قُرْأُوْ سے ہے، اس کی اصل اَقْرُدْنَ ہے، پس پہلی را کو حذف کیا گیا، پھر اس کی حرکت کو قاف کی طرف نقل کیا گیا پھر ہمزہ کو حذف کر دیا اس کی ضرورت کے نہ رہنے کی وجہ سے پس قُرْنٌ ہو گیا..... اور کہا گیا ہے کہ یہ وَقْرٌ یَقْرُوْ قَارٌ سے ہے اور جب قُرْنٌ پڑھا جائے تو یہ قُرْیَقْرُ سے ہوگا جو کہ قاف کے فتح کے ساتھ هُوَ کا مکان کے متعلق اور وَهَقْرُ میں لغت ہے تو پس اس کی اصل اَقْرُدْنَ بروزن اَعْلَمَنْ ہے پھر را کی حرکت قاف کی طرف نقل کی گئی، تو پس قُرْنٌ ہو گیا اور یہ اس وقت ہوگا جب اس کا ساکن ہونا لازمی ہو۔

﴿تشریح﴾:

صحیح کے بیان کے بعد مضاعف کا بیان اس لئے ذکر کیا کہ اسے صحیح سے مشابہت حاصل ہے..... مہوز میں ہمزہ ہوتا ہے اسے حرف علت سے مشابہت حاصل ہے..... لیکن ہمزہ حرف صحیح ہے اس لئے اسے اس کے بعد ذکر کیا..... پھر معتل الفاء کو کیونکہ اس کے فاء کلمہ میں حرف علت ہوتا ہے..... پھر معتل العین، اور پھر معتل اللام کو ذکر کیا، پھر لفیف کو ذکر کیا کیونکہ اس میں دو حرف علت ہوتے ہیں۔

مضاعف کا لغوی واصطلاحی معنی:

☆ مضاعف کا لغوی معنی ”دو گنا ہونا“ اور اصطلاح میں مضاعف اس کلمہ کو کہتے ہیں کہ جس کے حروف اصلہ میں دو حرف ایک جنس کے پائے جائیں۔ جیسے مَدُّ، مَدُّ۔

وَيُقَالُ لَهُ أَصَمُّ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: کیا مضاعف کا کوئی اور نام بھی ہے؟..... اور کیوں؟

﴿جواب﴾: مضاعف کو اصم بھی کہتے ہیں کیونکہ اصم بہرے کو کہا جاتا ہے اور بہرے آدمی کو بات سنانے کیلئے شدت اور جہر (آواز بلند کرنے) کی ضرورت ہوتی ہے، چونکہ مضاعف میں ادغام ہوتا ہے اور اسی بناء پر اس کے پڑھنے میں

شدت اور قدرے جبر پایا جاتا ہے لہذا "امم" کہتے ہیں۔

مضاعف کو صحیح کیوں نہیں کہا جاتا؟

وَلَا يُقَالُ لَهُ صَحِيحُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

سوال: چونکہ مضاعف میں حروف علت اور ہمزہ نہیں ہوتا اسلئے اس کو صحیح کہنا چاہیے لیکن کیا وجہ ہے کہ اسے

صحیح نہیں کہا جاتا؟

جواب: بعض اوقات ضرورت کی بناء پر اس کا ایک حرف! حرف علت سے بدل جاتا ہے جیسے تَقْضَىٰ

بازی (باز کا گرتا) جو اصل میں تَقْضُضُ بازی تھا آخری ضاد کو یا سے بدل دیا اور ما قبل کو کسرہ دیدیا اب تَقْضَىٰ بازی، اس سے آسان مثال اَمَلْتُ ہے جو کہ اصل میں اَمَلْتُ تھا پس لام کو یا سے بدلا تو اَمَلْتُ ہو گیا۔

وَهُوَ يَجِيءُ مِنْ ثَلَاثَةِ أَبْوَابِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

سوال: مضاعف کتنے اور کون کون سے ابواب سے آتا ہے؟

جواب: مضاعف تین ابواب سے آتا ہے۔ فَعَلَ يَفْعُلُ جیسے سَرَّيَسُرُّ..... فَعَلَ يَفْعِلُ

جیسے فَرَّيَقُرُّ..... اور فَعَلَ يَفْعُلُ جیسے عَضَّ يَعْضُّ..... فَعُلُ يَفْعُلُ۔ (کرم یکر م) سے مضاعف بہت کم آتا ہے جیسے حَبَّ يَحَبُّ فَهُوَ حَيِّبٌ لَبَّ يَلَبُّ فَهُوَ لَيِّبٌ۔

مضاعف میں ادغام کی صورت؟

فَإِذَا اجْتَمَعَ فِيهِ حَرْفَانِ مِنْ جِنْسٍ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

سوال: مضاعف میں ادغام کی کیا صورت ہے؟

جواب: جب مضاعف میں ایک جنس کے دو حروف یا قریب الحرج حروف جمع ہوں تو پہلے کا دوسرے میں

ادغام کرتے ہیں کیونکہ تکرار حروف سے ثقل پیدا ہوتا ہے متجانسین کی مثال مَدَّ، مَدَّ الْخُ اور مُتَقَارِبِينَ فِي الْمَخْرَجِ میں ادغام کی مثال أَخْرَجَ شَطَاہُ جِیم اور شین قریب الحرج ہیں اور قَالَتْ طَائِفَةٌ۔

ادغام کسے کہتے ہیں؟

وَالِإِدْغَامُ الْبَاءُ الْحَرْفِ فِي الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

سوال: ادغام کا مفہوم کیا ہے؟

جواب: علامہ جار اللہ زختری کے نزدیک حرف کو اس کے مخرج میں اتنا ٹھہرانا جتنی دیر دو حروف کو ٹھہرایا جاتا

ہے ادغام کہلاتا ہے۔ جبکہ بعض ائمہ کہتے ہیں کہ پہلے حرف کو ساکن کر کے دوسرے میں داخل کر دینا ادغام ہے متجانسین میں

ادغام کی صورت میں لکھنے میں ایک حرف آئے گا..... اور پڑھنے میں دونوں حروف..... اور متعارفین میں ادغام کی صورت میں لکھنے میں بھی اور پڑھنے میں بھی دونوں حروف آئیں گے جیسے قَالَتْ طَائِفَةٌ

اجتماع حرفین کی اقسام اور احکام

وَأَجْتَمَعَ الْحَوَلَيْنِ عَلَى الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: اجتماع حرفین کی اقسام اور احکام بیان کریں۔

﴿جواب﴾: دو حروف کے اجتماع کی تین اقسام ہیں۔

1: دونوں حرف متحرک ہوں اس صورت میں اگر دونوں حروف دو کلمات میں ہوں جیسے مَنَامِیْکُمْ تَوَادُّعَام جاز ہے اور اگر دونوں حروف ایک کلمہ میں ہوں تو ادغام واجب ہے جیسے مَدَّ۔

الْأَفَى الْإِلْحَاقِيَّاتِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: جب دو ہم جنس حروف ایک ہی کلمہ میں ہوں تو ادغام واجب ہوتا ہے، کیا ایسی مثالیں بھی ہیں جہاں اس صورت میں ادغام نہ کیا جاتا ہو وہ مقامات بتائیں اور ادغام نہ کرنے کی وجہ لکھیں۔

﴿جواب﴾: الحاقیات میں ادغام نہیں ہوتا جیسے قَرَدَدَ اور جَلْبَبَ میں ادغام نہیں کیا گیا..... کیونکہ ادغام کی صورت میں الحاق باطل ہو جاتا ہے حالانکہ الحاق غرض اور مطلوب ہے اور غرض کو باقی رکھنا ضروری ہے..... اسی طرح ان اوزان میں بھی ادغام نہیں کیا جائے گا جن میں ادغام کی وجہ سے التباس لازم آتا ہے جیسے صَكَّ (ست آدمی) مُسَرَّدَ (چار پایاں) جُدَّدَ (سخت زمین) طَلَّلَ (کھنڈرات) ان الفاظ میں ادغام کرنے کی صورت میں صَكَّ (چیک) مُسَرَّدَ (ناف) طَلَّلَ (شبنم) کیساتھ التباس لازم آتا ہے۔

وَلَا يَلْتَبِسُ فِي مِثْلِ رَدَّ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: رَدَّ، قَرَّ اور عَصَّ میں ادغام کی وجہ سے پتہ نہیں چلتا کہ یہ ماضی مضموم العین ہے یا مفتوح العین، اسی طرح قَرَّ میں پتہ نہیں چلتا کہ یہ ماضی مفتوح العین ہے یا مکسور العین ہے یونہی عَصَّ میں معلوم نہیں ہوتا کہ یہ ماضی مفتوح العین ہے یا مکسور العین لہذا ادغام نہیں ہونا چاہیے تھا کیونکہ التباس لازم آتا ہے؟

﴿جواب﴾: یہاں التباس لازم نہیں آتا کیونکہ رَدَّ قَرَّ کی ماضی ہے اور مضاعف میں باب فَعْلَ یَفْعَلُ نہیں آتا لہذا واضح ہو گیا کہ رَدَّ اصل میں رَدَّ نہیں بلکہ رَدَّ د ہے، اسی طرح قَرَّ یَفْرُ کے بارے میں یَفْرُ سے پتہ چلا کہ اصل قَرَّ ہے قَرَّ نہیں کیونکہ مضاعف سے باب فَعْلَ یَفْعَلُ نہیں آتا اسی طرح عَصَّ کے بارے میں یَعَصُّ سے معلوم ہوا کہ یہ عَصَصُ نہیں ہے کیونکہ مضاعف سے باب فَعْلَ یَفْعَلُ نہیں آتا۔

وَلَا يَدْغُمُ فِي حَيِّ فِي الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: بعض لغات میں حِیَی میں ادغام نہیں کیا گیا لہذا آپ کا بیان کردہ ضابطہ ٹوٹ گیا کیونکہ اگر ادغام واجب ہوتا تو حِیَی میں بھی ادغام کیا جاتا؟

﴿جواب﴾: (۱) اس صورت میں مضارع یَحِیُّ ہوتا اور یائے ضعیف پر ضمہ آ جاتا جو صحیح نہیں۔
(۲) بعض کہتے ہیں کہ آخری یاء غیر لازم ہے کیونکہ یہ بعض اوقات گر جاتی ہے جیسے حِیَوِا میں..... اور کبھی الف سے بدل جاتی ہے جیسے یَحِیَا میں۔

وَالثَّانِیُّ أَنْ یَكُونَ الْاَوَّلُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اجتماع حرفین کی دوسری قسم اور اس کا حکم بیان کریں۔

﴿جواب﴾: ہم جنس حروف کے اجتماع کی دوسری قسم یہ ہے کہ ان میں پہلا حرف ساکن ہو، ایسی صورت میں ادغام واجب ہوگا کیونکہ اس کے بغیر کلمے کا پڑھنا مشکل ہے جیسے مَدُّ جَوَاصِل میں مَدُّ تَھَا فَعْل کے وزن پر ہے ادغام کے بعد مَدُّ ہو گیا۔

وَالثَّالِثُ أَنْ یَكُونَ الثَّانِیُّ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اجتماع حرفین کی تیسری قسم کی وضاحت کریں۔

﴿جواب﴾: ایک جنس کے دو حروف کے اجتماع کی تیسری قسم یہ ہے کہ ان میں سے دوسرا حرف ساکن ہو، ایسی صورت میں ادغام ناممکن ہوگا کیونکہ ادغام کے صحیح ہونے کی شرط یعنی دوسرے حرف کا متحرک ہونا یہاں نہیں پایا جاتا، بعض نے کہا کہ ایسی صورت میں ضروری ہے کہ پہلے حرف کو ساکن کر دیا جائے لیکن اس صورت میں دوسرا کن جمع ہو جائیں گے اور یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک ہنور سے نکل کر دوسرے میں داخل ہو جانا بعض نے کہا ہے کہ چونکہ ادغام کا مقصد تخفیف کا حصول ہے اور وہ سکون حرف کی وجہ سے حاصل ہے نیز ادغام کی شرط بھی نہیں پائی جاتی لہذا ادغام نہیں ہوگا لیکن انھوں نے دو ہم جنس حروف سے بچنے کیلئے بعض مقامات پر ایک حرف کو حذف کرنا جائز قرار دیا ہے ظَلْتُ جو اصل میں ظَلَلْتُ تھا پہلے متحرک لام کو حذف کر دیا گیا اور یہ جواز ایسے ہی ہے جیسے انھوں نے دو ہم جنس حرف جمع ہونے کی صورت میں بعض مقامات پر قلب کو جائز قرار دیا ہے جیسے تَقْطِی الْبَارِئِ اس قاعدے کے مطابق بعض لوگوں نے قُرْنٌ فِیْ بُیُوتِکُمْ کی قُرَات میں قُرْنٌ کو قرار سے لیا ہے یعنی اس ما دہ قرار ہے اس صورت میں قُرْنٌ کی اصل اَقْرُنْ ہے پہلی را کی حرکت کاف کو دیدی راء اور ہمزہ دونوں کو حذف کر دیا اب قُرْنٌ ہو گیا اور بعض نے اسے وَقْرٌ یَقْرُوْا سے پڑھا ہے قُرْنٌ کو فتح کیساتھ قُرْنٌ پڑھیں گے تو قُرٌ یَقْرُوْا سے ہوگا کیونکہ ایک لغت فتح کیساتھ یَقْرُوْا بھی ہے اس صورت میں اس کی اصل اَقْرُنْ بروزن اَعْلَمَنْ ہوگی پس راء کی حرکت نقل کر کے کاف کو دینگے راء اور ہمزہ وصل دونوں کو گرا دیں گے تو قُرْنٌ ہو جائیگا۔

وَلِکِنْ جَوَزُوا الْحَذْفَ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ جب دو حرف ہم جنس ہوں، تو دوسرا حرف

ساکن سکون لازمی ہو تو ادغام جائز نہیں، لیکن بعض مقامات پر ایک کا حذف کرنا جائز رکھا گیا ہے۔ جیسے ظَلُک جو کہ اصل میں ظَلِک ہے پہلے لام مکسورہ کو جو کہ عین کلمہ ہے بمع حرکت کے حذف کر دیا تو ظَلُک ہو گیا..... اور بعض نے ظا کی حرکت کو حذف کیا اور عین کلمہ کی حرکت اسے (ظا کو) دی، وہ فاء کلمہ کے کسرہ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ یعنی ظَلُک۔

☆☆☆.....☆☆☆

﴿عبارت﴾: وَأَمَّا إِذَا كَانَ عَارِضًا يَجُوزُ الْإِدْغَامُ وَعَدَمُهُ نَحْوُ أُمْدُودٍ مَدَّ بَفَتْحِ الدَّالِّ لِلْخَفِيفَةِ وَمَدَّ بِالْكَسْرِ لِأَنَّهُ أَصْلٌ فِي تَحْرِيكِ السَّاكِنِ وَمَدَّ بِالضَّمِّ لِلِاتِّبَاعِ وَمِنْ ثَمَّ لَا يَجُوزُ فَرْدٌ لِعَدَمِ الْإِتِّبَاعِ وَلَا يَجُوزُ الْإِدْغَامُ فِي أُمْدُودٍ لِأَنَّ سُكُونَ الثَّانِي لَازِمٌ وَتَقُولُ بِالنُّونِ الثَّقِيلَةِ مَدَّنَ مَدَّنَ مَدَّنَ أُمْدُودَانِ وَبِالنُّونِ الْخَفِيفَةِ مَدَّنَ مَدَّنَ مَدَّنَ اسْمُ الْفَاعِلِ مَا دُاسِمُ الْمَفْعُولِ مَمْدُودٌ اسْمُ الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ مَمْدَدٌ اسْمُ الْأَلَةِ مَمْدَدٌ وَالْمَجْهُولُ مَدَّيْمَدٌ أَوْ يَجُوزُ الْإِدْغَامُ إِذَا وَقَعَ قَبْلَ تَاءٍ الْإِفْتِعَالِ مِنْ حُرُوفِ اتَّخَذَ زَسَشَصُ ضَطْظَوِي نَحْوُ اتَّخَذَ وَهُوَ شَادٌ وَنَحْوُ اتَّجَرَّ وَنَحْوُ اتَّارَ بِالتَّاءِ يَجُوزُ فِيهِ اتَّارَ بِالتَّاءِ لِأَنَّ التَّاءَ وَالتَّاءَ مِنَ الْمَهْمُوسَةِ وَحُرُوفُهَا سَتَشَحْتُكَ خَصْفُهُ فَتَكُونَانِ مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ نَظَرًا إِلَى الْمَهْمُوسَةِ فَيَجُوزُ لَكَ الْإِدْغَامُ بِجَعْلِ التَّاءِ تَاءً وَالتَّاءِ تَاءً وَنَحْوُ إِذَا نَ لَا يَجُوزُ فِيهِ غَيْرُ ادْغَامِ الدَّالِّ فِي الدَّالِّ لِأَنَّهُ إِذَا جُعِلَتِ التَّاءُ دَالًّا لِبُعْدِهَا مِنَ الدَّالِّ فِي الْمَهْمُوسَةِ وَلِقُرْبِ الدَّالِّ مِنَ التَّاءِ فِي الْمَخْرَجِ فَيَلْزَمُ حِينَئِذٍ حَرْفَانِ مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ فَيَدْغَمُ وَنَحْوُ إِذَا كَرِيَ جُوزُ فِيهِ إِذَا كَرَوُا إِذَا كَرِيَ لِأَنَّ الدَّالَّ مِنَ الْمَجْهُورَةِ فَجُعِلَ التَّاءُ دَالًّا كَمَا فِي إِذَا نَ لِقُرْبِ الْمَخْرَجِ بَيْنَهُمَا فَيَجُوزُ لَكَ الْإِدْغَامُ نَظَرًا إِلَى اتِّحَادِهِمَا فِي الْمَجْهُورِيَّةِ يُجْعَلُ الدَّالُّ دَالًّا وَالدَّالُّ دَالًّا وَالْبَيَانُ نَظَرًا إِلَى عَدَمِ اتِّحَادِهِمَا فِي الدَّالِّ وَنَحْوُ إِذَا نَ مِثْلُ إِذَا كَرَوُا لَكِنْ لَا يَجُوزُ الْإِدْغَامُ بِجَعْلِ الزَّاءِ دَالًّا لِأَنَّ الزَّاءَ أَعْظَمُ مِنَ الدَّالِّ فِي امْتِدَادِ الصَّوْتِ فَيَصِيرُ حِينَئِذٍ كَوْضِعِ الْقِصْعَةِ الْكَبِيرَةِ أَوْ لَأَنَّهُ يُوَازِي بِإِذَا نَ وَنَحْوُ اسْمَعْ وَنَحْوُ اصْبِرْ يَجُوزُ فِيهِ اصْطَبَرَ لِأَنَّ الصَّادَ مِنَ الْمُسْتَعْلِيَةِ الْمُطْبَقَةِ وَحُرُوفُهَا ص ط ض ظ خ غ ق الخ الْأَرْبَعَةُ الْأُولَى مُسْتَعْلِيَةٌ مُطْبَقَةٌ وَالثَّلَاثَةُ الْآخِرَةُ مُسْتَعْلِيَةٌ فَقَطْ وَالتَّاءُ مِنَ الْمُنْخَفِضَةِ فَجُعِلَ التَّاءُ طَاءً لِمَبَاعَدَةِ بَيْنَهُمَا وَقُرْبِ التَّاءِ مِنَ الطَّاءِ فِي الْمَخْرَجِ فَصَارَ اصْطَبَرَ كَمَا فِي سِتٍّ أَصْلُهُ سِدْسٌ فَجُعِلَ السَّيْنُ وَالدَّالُّ تَاءً لِقُرْبِ السَّيْنِ مِنَ التَّاءِ فِي الْمَهْمُوسَةِ وَالتَّاءُ مِنَ الدَّالِّ فِي الْمَخْرَجِ ثُمَّ ادْغَمَ فَصَارَ سِتًّا ثُمَّ يَجُوزُ لَكَ الْإِدْغَامُ

بِجَعْلِ النَّاءِ صَادًا نَظَرًا إِلَى اتِّحَادِهِمَا فِي الْأَسْتِعْلَامِ نَحْوُ أَصْبَرَ وَلَا يَجُوزُ لَكَ الْإِدْغَامُ
بِجَعْلِ الصَّادِ طَاءً لِعَظَمِ الصَّادِ اعْنِي لَا يَقَالُ أَطْبَرُ وَيَجُوزُ الْبَيَانُ لِعَدَمِ الْجُنْسِيَّةِ فِي الذَّاتِ
وَنَحْوِ أَضْرَبَ مِثْلَ أَصْبَرَ اعْنِي يَجُوزُ أَضْرَبَ وَأَضْطَرَبَ وَلَا يَجُوزُ أَطْرَبَ وَنَحْوِ أَطْلَبَ
يَجِبُ فِيهِ الْإِدْغَامُ لِقُرْبِ النَّاءِ مِنَ الطَّاءِ فِي الْمَخْرَجِ

﴿ترجمہ﴾: اور جب وہ عارضی ہو تو ادغام کرنا نہ کرنا جائز ہوگا۔ جیسے اُمْدُ، مُدٌّ (دال کے فتح کے ساتھ خفت کے لئے) اور مُدٌّ کسرہ کے ساتھ اس لئے کہ وہ ساکن کو حرکت دینے میں اصل ہے اور مُدٌّ ضمہ کے ساتھ یہ اتباع کی وجہ سے ہے، اور اسی وجہ سے فِرُّ عدم اتباع کی وجہ سے جائز نہیں ہے اور ادغام جائز نہیں ہے اُمْدُن میں اس لئے کہ دوسرے حرف کا سکون لازمی ہے اور تو نون ثقیلہ کے ساتھ کہے گا مُدِّن، مُدَّان، مُدِّن، مُدِّن، مُدِّن، مُدَّان، اُمْدُنَّان اور نون خفیفہ کے ساتھ مُدِّن، مُدِّن، مُدِّن، مُدِّن، اسم فاعل مَادٌّ، اسم مفعول مَمْدُودٌ، اسم زمان و مکان مَمَدٌ، اسم آلہ مِمْدٌ اور مجہول مُدٌّ، یَمْدٌ، مُدَّ آتا ہے۔

اور جب بابِ افتعال کی تاء سے پہلے ات ث د ذ س ش ص ض ط ظ و ی میں سے کوئی ایک حرف بھی آجائے تو اس وقت ادغام جائز ہوگا جیسے اِتَّخَذَ اور یہ شاذ ہے اور جیسے اِتَّجَرَ اور اِتَّارَ تاء کے ساتھ جائز ہے اس لئے کہ تاء اور تاءِ یہ دونوں حروفِ مہوسہ میں سے ہیں اور حروفِ مہوسہ مَسْتَشَبْحُكُ خَصْفَه حروفِ مہوسہ کی طرف غور و فکر کرنے سے یا نون کا اعتبار کرنے سے یہ ایک ہی جنس سے ہیں، تو پس آپ کے لئے تاء کو تاء اور تاء کو تاء کر کے ادغام کرنا جائز ہے جیسے اِذَّانٌ کہ اس میں دال کا دال میں ادغام کے بغیر پڑھنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ جب تاء کو دال کیا جائے حروفِ مہوسہ میں اس کے دال سے دور ہونے کی وجہ سے اور دال کے تاء کے قریب ہونے کی وجہ سے مخرج میں پس اس وقت لازم آئے گا دو حرفوں کا ایک جنس سے ہونا تو پس اس وقت پھر ادغام کر دیا جائیگا جیسے اِذَّکَرٌ میں اِذَّکَرٌ اور اِذَّکَرٌ پڑھنا جائز ہے، اس لئے کہ دال حروفِ مہجورہ میں سے ہے تو پس تاء کو دال کر دیا گیا جیسا کہ اِذَّانٌ میں ان دونوں میں قرب مخرج کی وجہ سے ہوا، پس آپ کے لئے جائز ہے کہ آپ ان دونوں کے مہجورہ ہونے میں متحد ہونے کی طرف نظر کرتے ہوئے ادغام کریں وہ یہ کہ دال کو ذال کر دیا جائے اور ذال کو دال کر دیا جائے، اور ذات کے اعتبار سے ان دونوں میں اتحاد نہ ہونے کی طرف غور کرتے ہوئے بیان یعنی فک ادغام بھی جائز ہے۔ جیسے اِزَّانٌ، اِذَّکَرٌ اصل میں اِزَّانٌ اور اِذَّکَرٌ تھے۔ لیکن ادغام جائز نہیں ہے کہ ذال کو دال بنا دیا جائے اس لئے کہ ذال آواز کے لمبا کرنے میں دال سے بڑی ہے رتبہ کے لحاظ سے پس اس وقت پھر گویا کہ ایسا ہوگا کہ بڑے پیالے کو چھوٹے پیالے میں رکھنا یا اس لئے کہ وہ اِذَّانٌ کے مقابل ہے اور جیسے اِسْمَعِ اس میں ادغام جائز ہے تاء کو سین کرنے کے ساتھ، اس لئے کہ سین اور تاء حروفِ مہوسہ میں سے ہیں،

لیکن اس میں سین کو تاء کر کے ادغام کرنا جائز نہیں ہے، سین کے بڑا ہونے کی وجہ سے تاء سے آواز کے لمبا ہونے میں، اور عدم جنسیت یعنی دو حروف ایک جنس نہ ہوں باعتبار ذات تو وہاں پر اظہار تک ادغام کے ساتھ جائز ہے جیسے اِشْبَهَ، اِشْمَع کی طرح ہے اور جیسے اِصْبَرُ اس میں اِصْطَبَرُ جائز ہے اس لئے کہ صا حروف مستعلیہ مطبوعہ میں سے ہے۔ اور ان کے حروف ص ط ض ظ ح غ ق ان میں سے پہلے چار مستعلیہ مطبوعہ ہیں اور آخری تین مستعلیہ ہیں فقط اور تاء حروف منخفضہ میں سے ہے پس تاء کو طاکر دیا گیا ان دونوں کے درمیان باہم دوری کی وجہ سے اور تاء کے طاء سے مخرج میں قریب ہونے کی وجہ سے تو اِصْطَبَرُ ہو گیا جیسا کہ بست میں ہے کہ اس کی اصل مُدْصُ ہے، پس سین کو اور دال طاکر دیا گیا ہے سین کے طاء سے قریب ہونے کی وجہ سے مہوسہ ہونے میں اور تاء کے قریب ہونے سے دال سے مخرج میں قریب ہونے میں پھر تاء کا تاء کا ادغام کر دیا گیا تو بست ہو گیا، پھر آپ کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ طاء کو صا دکر کے ادغام کر دیں ان دونوں کے حروف مستعلیہ ہونے میں متحد ہونے کی وجہ سے اس لیے کہ ان کی ادائیگی میں صفت استعلاء موجود ہے جیسے اِصْبَرُ اور آپ کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ آپ صا د کو طاء کر کے ادغام کریں یہاں یہ ممانعت صا د کے بڑا ہونے کی وجہ سے یعنی اِطْبَرُ نہیں کہا جائے گا اور متحد فی الذات باعتبار جنس کے نہ ہونے کے وجہ سے اظہار جائز ہے جیسے اِضْرَبْ اِصْبَرُ کی طرح ہے یعنی اِضْرَبْ اور اِضْطَرَبْ جائز ہے اور اِطْرَبْ جائز نہیں اور اِطْلَبْ جیسی مثال میں ادغام واجب ہے تاء کے طاء قریب ہونے کی وجہ سے مخرج میں۔

﴿تشریح﴾:

وَأَمَّا إِذَا كَانَ عَارِضًا يَجُوزُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: یہ اس صورت میں ہے کہ جب سکون لازمی ہو اور اگر سکون عارضی ہو تو کیا کریں گے؟

﴿جواب﴾: ایسی صورت میں ادغام بھی جائز ہے جیسے اُمْدُ بغير ادغام کے مُدْ دال کے فتح کیساتھ کیونکہ فتح

خفیف ہے مُدْ دال کے کسرہ کیساتھ کیونکہ ساکن کو حرکت دینے میں کسرہ اصل ہے اور مُدْ مخمضہ کیساتھ میم کی اتباع میں ہے یہی وجہ ہے کہ فُرْجائز نہیں کیونکہ وہاں اتباع نہیں پائی جاتی اس لئے کہ فاء مکسورہ ہے۔

وَلَا يَجُوزُ إِلَّا دُغَامُ فِي اُمْدُ ذَنْ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: اُمْدُون میں ادغام کیوں نہیں کیا گیا؟

﴿جواب﴾: جب سکون لازمی ہو تو ادغام نہیں ہوتا اسلئے اُمْدُون میں ادغام نہیں ہوگا کیونکہ یہاں سکون لازمی

ہے عارضی نہیں۔

﴿گردان﴾: امر حاضر معروف بانون ثقیلہ مُدَّنْ مُدَّانْ مُدَّنْ مُدَّنْ مُدَّانْ مُدَّدَانْ۔

﴿گردان﴾: امر حاضر معروف بانون خفیفہ مُدَّنْ مُدَّنْ مُدَّنْ۔

اسم فاعل اور اسم مفعول میں ادغام کی صورت

اِسْمُ الْفَاعِلِ مَا ذَا اِسْمُ الْمَفْعُولِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اسم فاعل اور اسم مفعول میں ادغام کی کیا صورت ہے؟

﴿جواب﴾: اسم فاعل مَا ذُو ہے جو اصل میں مَا ذُو تھاپہلی دال کو ساکن کر کے دوسری دال میں ادغام کر دیا۔ اسم

مفعول مَمْدُوذ ہے اس میں ادغام نہیں ہوتا کیونکہ ہم جنس حرف جدا جدا ہیں۔

اِسْمُ الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ مَمْدُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اسم ظرف اور اسم آلہ میں ادغام کی کیا صورت ہے؟

﴿جواب﴾: اسم ظرف زمان اور مکان مَمْدُ ہے جو اصل میں مَمْدُ تھاپہلی دال کا فتح ماقبل میم کو ساکن کر دیا

اور دال کا دال میں ادغام کر دیا۔ اسم آلہ مَمْدُ جو اصل میں مَمْدُ تھاپہلی دال کا فتح میم کو دے کر دال کا دال میں ادغام کر دیا۔

وَالْمَجْهُولُ مُدِّيْمُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

ماضی مجہول اور مضارع مجہول میں ادغام کی کیفیت:

﴿سوال﴾: ماضی مجہول اور مضارع مجہول کے صیغوں میں ادغام کی کیفیت کیا ہے؟

﴿جواب﴾: ماضی مجہول مُدَّ اصل میں مُدَّ تھاپہلی دال کو ساکن کر کے دال کا دال میں ادغام کر دیا۔ مضارع

مجہول اصل میں یَمْدُ اصل میں یَمْدُ تھاپہلی دال کا فتح نقل کر کے میم ساکن کو دیا پھر دال کا دال میں ادغام کر دیا۔

مَدَّ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: مَدَّ مصدر اصل میں کیا تھا؟

﴿جواب﴾: مَدَّ اصل میں مَدَّ تھاساکن دال کا متحرک دال میں ادغام کر دیا۔

وَيَجُوزُ اِلَّا دُغَامُ اِذَا وَقَعَ قَبْلَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے۔

کہ جب افتعال کی تاء سے پہلے ہمزہ تاء دال، ذال، زاء، سین، شین، صاد، ضاد، طاء، ظاء، واو، یاء میں سے کوئی حرف

واقع ہو تو تائے افتعال کو اس حرف سے بدل کر ادغام کرنا جائز ہے جس طرح اَتَّخَذَ اصل میں اِءُ تَخَذَ تھا۔ دوسرے ہمزہ کو یا

سے بدلا اور یاء کو تاء سے بدل کر تاء کا تاء میں ادغام کر دیا یہ ادغام شاذ ہے کیونکہ جو یاء تاء سے بدل گئی ہے وہ اصلی نہیں ہے بلکہ

ہمزہ سے بدلی ہوئی ہے اور جیسے اَتَّجَرَ جَوَّجَتْجَرَ سے بنایا تاء افتعال سے پہلے بھی تاء ہے اس تاء کو دوسری تاء میں ادغام کر دیا

اور اِثَّارَ جو اصل میں اِثَّارَ تھا یہاں دونوں صورتیں جائز ہیں یعنی اِثَّارَ پڑھنا بھی جائز ہے اور اِثَّارَ پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ ثا اور تاء

دونوں حرف مہوسہ سے ہیں لہذا صفت ہمس کی بنیاد پر دونوں کو ہم جنس قرار دیا جائے گا اور اس صورت میں تاء کو تاء اور تاء کو تاء کر کے ادغام کر سکتے ہیں دونوں صورتیں جائز ہیں۔

حروف مہوسہ:

وَحُرُوفُهَا سَتَشَحُّكُ خَصْفَهُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: حروف مہوسہ کون کون سے ہیں؟

﴿جواب﴾: حروف مہوسہ وہ حروف ہیں کہ جن میں صفت ہمس پائی جائے۔

انکا مجموعہ سَتَشَحُّكُ خَصْفَهُ ہے۔

يَنْحَوُّ اِذَا نَ سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: اِذَا نَ اصل میں کیا تھا اور اس میں تعلیل کی کیا صورت ہے؟

﴿جواب﴾: اِذَا نَ اصل میں اِذَا تَ تھا تا کو دال کر کے دال کو دال میں ادغام کر دیا تو اِذَا نَ ہو گیا لیکن یہاں دال

کو تاء سے نہیں بدل سکتے کیونکہ دونوں میں صفت ہمس کی شرکت نہیں ہے اور چونکہ دال مخرج میں تاء کے قریب ہے لہذا جب تا کو دال سے بدلیں گے تو ایک جنس کے دو حروف جمع ہو جائیں گے اس بناء پر ادغام کریں گے۔

وَنَحْوُ اِذَا كَرَّ يَجُوزُ فِيهِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: اِذَا كَرَّ اصل میں کیا تھا؟

﴿جواب﴾: اِذَا كَرَّ اصل میں اِذَا تَ کَرَّ ہے، یہاں تین صورتیں جائز ہیں، اِذَا كَرَّ، اِذَا دَ كَرَّ، اِذَا كَرَّ..... اِذَا كَرَّ

بنانے کی صورت یہ ہے کہ تاء اور دال کے قریب الخرج ہونے کی وجہ سے تاء کو دال سے بدلیں گے، اور چونکہ دال اور ذال صفت

جہر میں متحد ہیں اس لئے دال کو ذال سے بدل کر اِذَا تَ کَرَّ پڑھیں گے، اگر ادغام نہ کریں اور دال کو ذال سے نہ بدلیں تو

اِذَا دَ کَرَّ پڑھیں گے اور یہ نہ بدلنا اس وجہ سے ہے کہ دونوں میں ذات کے اعتبار سے اتحاد نہیں ہے اور صفت میں اشتراک کی وجہ

سے ذال کو دال سے بدل کر دال میں ادغام کر کے اِذَا تَ کَرَّ بھی پڑھ سکتے ہیں۔

وَنَحْوُ اِذَا نَ مِثْلُ اِذَا كَرَّ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: اِذَا نَ اِذَا كَرَّ کی مثل ہے لیکن یہاں زاء کو دال کر کے دال کا دال میں ادغام کیوں نہیں کرتے؟

﴿جواب﴾: اس کی دو وجوہات ہیں۔

1: چونکہ زاء آواز کو کھینچنے میں دال سے اعظم ہے اس لئے اگر زاء کو دال سے بدلا جائے تو ایسا ہی ہوگا جیسے بڑے پیالے کو

چھو۔ ٹہ پیالے میں رکھ دینا۔

2: اگر زاء کو دال سے بدل کر دال میں ادغام کر دیا جائے اور اِذَا نَ پڑھا جائے تو التباس لازم اور پتہ نہ چلے گا کہ یہ اِذَا نَ

اِزْتَان سے بنا ہے جو زینت کا معنی دیتا ہے یا اِذْتَان سے بنا ہے جو دین سے مشتق ہے۔

﴿سوال﴾: اِزْتَان میں ادغام کا طریقہ کیا ہے؟

﴿جواب﴾: اِزْتَان اصل میں اِزْتَان تھا جس کا مادہ زینت ہے تائے افتعال کو دال سے بدلا اور دال کو زاء سے بدل

کر زاء کا زاء میں ادغام کر دیا اِزْتَان ہو گیا۔

وَنَحْوُ اسْمَع سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اسْمَع میں ادغام کی کیا صورت ہے؟

﴿جواب﴾: اسْمَع جو اصل میں اسْتَمَعَ تھا تا کو سین سے بدل کر سین کا سین میں ادغام کر دیا تو اسْمَع بن گیا اس

ادغام کا جواز اس لئے ہے کہ سین اور تا صفت ہمس میں شریک ہیں لہذا تا کو سین سے بدلا گیا۔

﴿سوال﴾: سین کوتا سے کیوں نہیں بدلتے؟

﴿جواب﴾: سین کوتا سے نہیں بدلا جائیگا کیونکہ سین میں آواز کو لمبا کیا جاتا ہے جسے امتداد صوت کہتے ہیں لہذا

سین تا کی نسبت عظیم ہے اس عظمت کی وجہ سے سین تا کیساتھ نہیں بدلا جائیگا۔

نوٹ: اسْمَع کو ادغام کے بغیر یعنی اسْتَمَعَ پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ ذات کے اعتبار سے سین اور تا ہم جنس نہیں ہیں لہذا

ادغام نہیں کیا گیا اِشْبَہ اسْمَع کی مثال ہے یعنی اصل میں اِشْتَبَہ تھا تا کو سین سے بدل کر ادغام کر دیا۔

وَنَحْوُ اصْبِرْ يَجُوزُ فِيهِ اصْطَبِرْ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اصْبِرْ کو کتنے طریقوں سے پڑھنا جائز ہے؟

﴿جواب﴾: اصْبِرْ کو دو طرح پڑھنا جائز ہے۔ (۱) اصْبِرْ (۲) اصْطَبِرْ۔

اصْبِرْ اصل میں اصْطَبِرْ تھا صا د حروف مستعلیہ مطبقہ میں سے ہے۔

حروف مستعلیہ مطبقہ:

وَحُرُوفُهَا ص ط ض ظ خ غ ق الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: حروف مستعلیہ مطبقہ کون کون سے ہیں؟

﴿جواب﴾: حروف مستعلیہ مطبقہ کا مجموعہ صضطظخغق پہلے چار مستعلیہ مطبقہ ہیں اور دوسرے تین

حروف فقط مستعلیہ ہیں اور تا حروف مُنْخَفِضَہ میں سے ہے چونکہ صا د اور تا صفت میں مشترک نہیں ہیں چونکہ دو حروف میں

صفت کے اعتبار سے بعد ثقل پیدا کرتا ہے نیز تا اور طاء قریب الخرج بھی ہیں لہذا تا کو طاء سے بدل دیا۔ اب یہ اصْطَبِرْ ہو گیا

اب یا تو اصْطَبِرْ پڑھیں گے یعنی طاء کو صا د سے نہیں بدلیں گے کیونکہ ذات میں دونوں شریک نہیں اور یا طاء کو صا د سے بدل کر

صا د میں ادغام کریں گے اصْبِرْ بن جائے گا کیونکہ صا د اور طاء صفت استعلا میں مشترک ہیں لیکن امتداد صوت کی وجہ سے صا د کو

عظمت حاصل ہوگی۔

فَجْعَلَ التَّاءَ طَاءً لِمُبَاعَدَةِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اِضْطَرَّوْا میں تاء کو طاء سے کیوں بدلا ہے؟

﴿جواب﴾: اس لئے کہ وہ دونوں قریب المخرج ہیں، جیسا کہ سبب اصل میں سُدُس ہے سین اور دال کو تاء سے

بدل دیا کیونکہ سین اور تاء صفت ہمس میں مشترک ہیں اور تاء مخرج میں دال کے قریب ہے لہذا تاء کا تاء میں ادغام کیا تو یسٹ ہو گیا۔

وَنَحْوُ اضْطَرَبَ مِثْلُ اصْبَرَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اِضْطَرَبَ میں تعلیل کی کیا صورت ہے؟

﴿جواب﴾: اصْبَرَ کی طرح اضْطَرَبَ میں بھی دو طریقے جائز ہیں یعنی اضْطَرَبَ اور اِضْطَرَبَ لیکن اِطْبَرَ جائز

نہیں، اس کی تعلیل یوں ہوگی کہ اضْطَرَبَ کی تاء کو طاء سے بدل کر اِضْطَرَبَ پڑھیں گے یا تاء کو ضاد سے بدل کر ضاد کا ضاد میں ادغام کر کے اضْطَرَبَ پڑھیں گے لیکن ضاد کو طاء سے نہیں بدلیں گے کیونکہ ضاد میں استطالت ہے جو اس کے علاوہ حروف میں نہیں لہذا اگر ضاد کو طاء سے بدل دیا جائے تو یہ فضیلت ختم ہو جائیگی اس لئے اِطْبَرَ پڑھنا جائز نہیں۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

﴿عبارت﴾: وَنَحْوُ اِظْلَمَ يَجُوزُ فِيهِ الْاِدْغَامُ بِجَعْلِ الطَّاءِ ظَاءً وَالظَّاءِ طَاءً

لِمَسَاوَاتٍ بَيْنَهُمَا فِي الْعَظْمِ وَيَجُوزُ فِيهِ فُكُّ الْاِدْغَامِ لِعَدَمِ الْجَنَسِيَّةِ فِي الذَّاتِ مِثْلُ اِظْلَمَ

وَاطْلَمَ وَاطْطَلَمَ وَنَحْوُ اتَّقَدَّ اَصْلُهُ اَوْ تَقَدَّ فُجِعِلَ الْاَوْتَاءُ لِأَنَّهُ اِنْ لَمْ تُجْعَلْ تَاءٌ تَصِيرُ يَاءٌ

لِكَسْرَةِ مَا قَبْلَهَا فَيُلْزَمُ حِينَئِذٍ كَوْنُ الْفِعْلِ مَرْفُوعًا يَأْتِيَا نَحْوًا يَتَقَدَّ وَمَرْفُوعًا وَاَوِيًا نَحْوُ

اَوْ تَقَدَّ اَوْ يُلْزَمُ تَوَالِي الْكُسْرَاتِ وَنَحْوُ اتَّسَرَ اَصْلُهُ اَيْتَسَرَ فُجِعِلَ الْيَاءُ تَاءً فِرَارًا عَنْ تَوَالِي

الْكَسْرَاتِ وَلَمْ يُدْغَمْ فِي مِثْلِ اَيْتَكَلَ لِأَنَّ الْيَاءَ لَيْسَتْ بِلَازِمَةٍ يَعْنِي تَصِيرُ الْيَاءُ

هَمْزَةً اِذَا جَعَلْتَهُ ثَلَاثًا وَمِنْ ثَمَّ لَا يُدْغَمْ فِي حَيٍّ فِي بَعْضِ اللُّغَاتِ وَادْغَامُ

اِتَّخَذَ شَاذٌ وَيَجُوزُ الْاِدْغَامُ اِذَا وَقَعَ بَعْدَ تَاءٍ الْاِفْتَعَالِ مِنْ حُرُوفٍ تَدْزِدُ صِصْطَظْ نَحْوُ يَقْتُلُ

وَيَبْدُلُ وَيَعْدُرُ وَيَنْزُرُ وَيَبْسُمُ وَيَخْصُمُ وَيَنْضِلُ وَيَبْطُرُ وَيَنْظُمُ وَلَكِنْ لَا يَجُوزُ فِي اِدْغَامِهِنَّ

اِلَّا اِدْغَامُ بِجَعْلِ التَّاءِ مِثْلَ الْعَيْنِ لِضَعْفِ اسْتِدْعَاءِ الْمُؤَخَّرِ وَعِنْدَ بَعْضِ الصَّرَفِيِّنَ لَا يَجِيءُ

هَذَا الْاِدْغَامُ فِي الْمَاضِي حَتَّى لَا يَلْتَبَسَ بِمَا ضَى التَّفْعِيلِ لِأَنَّ عِنْدَهُمْ تَنْقُلُ حَرَكَةَ التَّاءِ

إِلَى مَا قَبْلَهَا وَتُحذفُ الْمُجْتَلِبَةُ وَعِنْدَ بَعْضِهِمْ يَجِيءُ بِكُسْرِ الْفَاءِ نَحْوُ خَصِمَ لِأَنَّ عِنْدَهُمْ

كُسْرُ الْفَاءِ لِاتِّقَاءِ السَّائِكِينَ وَعِنْدَ بَعْضِهِمْ يَجِيءُ الْمُجْتَلِبَةُ نَحْوُ خَصَمَ نَظَرًا إِلَى سُكُونِ أَصْلِهِ وَيَجُوزُ فِي مُسْتَقْبَلِهِ كُسْرُ الْفَاءِ وَفَتْحُهَا كَمَا فِي الْمَاضِي نَحْوُ يَخْصِمُ وَفِي فَاعِلِهِ ضَمُّ الْفَاءِ لِلِاتِّبَاعِ مَعَ فَتْحِهَا وَكُسْرُهَا نَحْوُ مَخْصُمُونَ وَيَجِيءُ مَصْدَرُهُ خِصَامًا بِكُسْرِ الْخَاءِ لَا غَيْرَ لِاتِّقَاءِ السَّائِكِينَ أَوْ لِنَقْلِ كُسْرِ التَّاءِ إِلَى الْخَاءِ وَيَجِيءُ خِصَامًا إِنْ اُعْتُبِرَتْ حُرُكَةُ الصَّادِ الْمُدْغَمِ فِيهَا وَيَجِيءُ اخِصَامًا إِنْ اُعْتُبِرَ السُّكُونُ الْأَصْلِي وَيُدْغَمُ تَاءُ تَفَعَّلٍ وَتَفَاعُلٍ فِيمَا بَعْدَهَا بِاجْتِلَابِ الْهَمْزَةِ كَمَا مَرَّ فِي بَابِ الْإِفْتِعَالِ نَحْوُ أَطْهَرَ أَصْلُهُ تَطَهَّرَ وَائْتَقَلَ أَصْلُهُ تَشَاقَلَ وَلَا يَدْغَمُ فِي نَحْوِ اسْتَطَعَمَ بِسُكُونِ الطَّاءِ تَحْقِيقًا وَفِي اسْتَدَانَ تَقْدِيرًا وَلَكِنْ يَجُوزُ حَذْفُ تَائِهِ فِي بَعْضِ الْمَوَاضِعِ نَحْوِ اسْتَطَاعَ يَسْطِيعُ كَمَا مَرَّ فِي ظَلَّتْ وَإِذَا قُلْتَ اسْتَطَاعَ بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ يَكُونُ السَّيْنُ زَائِدًا كَالْهَاءِ فِي إِهْرَاقِ أَصْلِهِ أَرَاقَ لِأَنَّهُ مِنَ الْإِرَاقَةِ ثُمَّ زِيدَتْ عَلَيْهِ الْهَاءُ عَلَى خِلَافِ الْقِيَاسِ۔

﴿ترجمہ﴾: اور جیسے اِظْلَمَ اس میں بھی ادغام جائز ہے۔ طاء کو طاء کر کے اور طاء کو تاء کر کے ان دونوں بڑا ہونے کے لحاظ سے برابر ہونے میں اور باعتبار ذات کے جنسیت نہ ہونے کی وجہ سے فک ادغام بھی جائز ہے جیسے اِظْلَمَ، اِظْلَمَ، اور اِظْلَمَ، اور اِتَقَدَّ کہ اس کی اصل اِوْتَقَدَّ ہے۔ پس واؤ کو تاء کر دیا گیا اس لیے کہ اگر اس واؤ کو تاء سے نہ بدلیں گے تو یہ اپنے ماقبل کے مکسور ہونے کی وجہ سے یاء سے بدل جائے گی تو پس اس وقت فعل کا کبھی یائی ہونا لازم آئے گا جیسے اِتَقَدَّ اور کبھی واوی ہونا لازم آئے گا جیسے اِوْتَقَدَّ یا لگا تار کسرات کا آنا لازم آئے گا جیسے اِتَسَّرَ کہ اس کی اصل اِيتَسَّرَ ہے، پس یاء کو تاء کر دیا گیا تو الی کسرات سے بچنے کے لیے اور اِيتَسَّرَ کی مثل میں ادغام نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ یاء لازم نہیں ہے یعنی یاء ہمزہ ہو جائے گی جب اس کو ٹلائی بنایا جائے گا اور اسی وجہ سے حییٰ میں ادغام نہیں کیا جائے گا۔ بعض لغات میں اور اِتَخَذَ کا ادغام شاذ ہے۔ اور جب تائے افعال کے بعد ان حروف یعنی ت د ذ ص ض ط ظ میں سے کوئی حرف واقع ہو جائے تو ادغام جائز نہیں ہوگا جیسے يَقْتُلُ، يَبْدُلُ، يَعْدُرُ، يَنْزِعُ، يَبْسُمُ، يَخْصِمُ، يَنْضَلُ، يَبْطُرُ، اور يَنْظُمُ وغیرہ ان میں ادغام جائز نہیں ہے مگر ادغام اس وقت ہوگا کہ جب تا کر دیا جائے عین کی مثل مؤخر کی استدعاء کے ضعف کی وجہ سے اور بعض اہل صرف کے نزدیک یہ ادغام ماضی میں نہیں آئے گا تا کہ ماضی کا تفعیل کے ساتھ التباس نہ ہو۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک تاء کی حرکت اس کے ماقبل کی طرف منتقل ہو جائے گی اور بعض اہل صرف کے نزدیک فاء کے کسرہ کے ساتھ آئے گا جیسے خِصَمَ اس لیے کہ ان کے نزدیک فاء کا کسرہ التقاء کے سائکین کی وجہ سے ہے۔ اس بعض کے نزدیک اس حرکت کو لایا جائے گا جو کہ اس سے استغناء کے لیے داخل کی گئی تھی جیسے اِخْصَمَ اس کے اصل کے ساکن ہونے کی

طرف غور کرتے ہوئے اور اس کے مستقبل میں فاء کے کسرہ کے ساتھ اور اس کے فتح کے ساتھ بھی جائز ہے جیسا کہ ماضی میں تھا جیسے يَخْصُمُ اور اس کے فاعل میں فاء کے ضمہ کے اس کے فتح کی اور اس کے کسرہ کی اتباع کی وجہ سے جیسے مُخْصِمُونَ اور اس کا مصدر يَخْصِمُ آئے گا فاء کے کسرہ کے ساتھ نہ کہ التقاء ساکنین کے علاوہ کی وجہ سے یا تاء کے کسرہ کو فاء کی طرف نقل کرنے کی وجہ سے اور يَخْصِمُ آئے گا اگر اس میں مدغم صاوی کی حرکت کا اعتبار کیا جائے اور اصل سکون کے اعتبار سے يَخْصِمُ آئے گا۔ باب تفعّل اور تفاعل کی تاکا ادغام کیا جائے گا اس میں جو کہ اس کے بعد ہوگا ہمزہ داخل کرنے کے ساتھ تاکا ابتداء بالسکون لازم نہ آئے جیسے کہ باب افتعال میں گذار، مثال اَطْهَرَ اس کی اصل تَطَهَّرَ ہے اور اِثْقَلَ اس کی اصل تَثَقَّلَ اور اسْتَطْعَمَ کی طرح مثال میں کہ جس میں طاء ساکن ہو اس کی بات کی تحقیق ہے کہ اس میں ادغام نہیں کیا جائے گا اور اسْتَدَانَ میں تقدیر ادغام نہیں کیا جائے گا اور لیکن اس کی تاء کو بعض جگہوں میں حذف کرنا جائز ہے، جیسے اسْطَاعَ، يَسْطِيعُ جیسا کہ ظَلْتُ میں گذرا، اور جب آپ اسْطَاعَ کہیں ہمزہ کے فتح کے ساتھ تو اس وقت سین زائد ہوگا اس ہاء کی طرح کہ جواہر راق میں ہے کہ جس کی اصل اَرَاقَ ہے اس لیے کہ وہ اِلِرَاقَةُ سے ہے پھر اس پر ہاء کو زائد کیا گیا خلاف قیاس۔

﴿تشریح﴾:

وَنَحْوُ اَظْلَمَ يَجُوزُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

جب باب افتعال کے فاء کلمہ میں طاء آجائے:

﴿سوال﴾: جب باب افتعال کے فاء کلمہ میں طاء آجائے مثلاً اَظْلَمَ تو تعلیل کی صورت حال کیا ہوگی؟

﴿جواب﴾: پہلے اَظْلَمَ کی تاء کو طاء سے بدلتے ہیں پھر اس طاء کو طاء یا طاء کو طاء سے بدل کر ادغام کریں گے اور

اَظْلَمَ یا اَظْلَمَ پڑھیں گے، کیونکہ یہ دونوں حرف مستعلیہ مطبقہ میں سے ہیں اور تیسری صورت یعنی فک ادغام بھی جائز ہے کیونکہ ذاتی اعتبار سے یہ ہم جنس نہیں ہیں، اس صورت میں اَظْلَمَ پڑھا جائیگا۔

نَحْوُ اَيْتَقَدَ وَ مَرَّةً الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اَوْتَقَدَ میں تعلیل کی کیا صورت حال ہوگی؟

﴿جواب﴾: اَوْتَقَدَ میں واو کو تاء سے بدلا پھر تاء کا تاء میں ادغام کیا اَتَقَدَ ہو گیا۔

وَيَلْزَمُ تَوَالِي الْكُسْرَاتِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اگر واو کو تاء سے نہ بدلتے تو کیا خرابی لازم آتی؟

﴿جواب﴾: اگر واؤ کوتاء سے نہ بدلا جاتا تو معروف کے صیغے میں واو کے ماقبل ہمزہ کے مکسور (اَوْتَقَدَ ہے) ہونے کی وجہ سے واؤ کو یاء سے بدلنا پڑتا اور اِيتَقَدَ پڑھا جاتا ہے، تو توالی کسرات لازم آتا کیونکہ یاء دو کسروں کے قائم مقام ہے اور اس سے پہلے ہمزہ بھی مکسور ہے۔

وَنَحْوُ اتَّسَرَ أَصْلُهُ النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اتَّسَرَ اصل میں کیا تھا اور یہاں ادغام کیوں کیا گیا؟

﴿جواب﴾: اتَّسَرَ اصل میں اِيتَسَرَ تھا یاء کوتاء سے بدل کر ادغام کیا تو اتَّسَرَ ہو گیا اگر یاء کوتاء سے نہ بدلتے تو تین کسروں کا جمع ہونا لازم آتا کیونکہ ہمزہ بھی مکسور ہے اور یاء دو کسروں کے قائم مقام ہے۔

وَلَمْ يُدْغَمْ فِي مِثْلِ النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ”اِيتَكَلَ“ میں ”اِيتَقَدَ“ کی طرح یاء کوتاء سے کیوں نہیں بدلا؟

﴿جواب﴾: ”اِيتَكَلَ“ کی یاء کوتاء سے اس لئے نہیں بدلا کہ یہ یاء لازم نہیں ہے..... یعنی یہ یاء ثلاثی مجرد میں ہمزہ ہو جاتی ہے، اور اِيتَكَلَ پڑھتے ہیں۔

وَمِنْ ثَمَّ لَا يُدْغَمْ فِي النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: کیا آپ کوئی ایسی مثال بتا سکتے ہیں جس میں غیر لازم حرف کو نہ بدلا گیا ہو؟

﴿جواب﴾: جی ہاں! مثلاً (حَيَّيْ) بعض لغات میں بغیر ادغام میں پڑھتے ہیں کیونکہ مضارع میں یہ یاء الف سے بدل کر یتَحَيَّی پڑھا جاتا ہے لہذا حَيَّيْ کی یاء کو غیر لازم سمجھتے ہوئے ادغام نہیں کیا جاتا۔

وَادْغَامُ اتَّخَذَ النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ”اِتَّخَذَ“ جو اصل میں ”اِيتَّخَذَ“ ہے اس کی یاء بھی ماضی میں ہمزہ ہو جاتی ہے لہذا غیر لازم ہوئی، اس کے باوجود آپ نے اسے تاء سے کیوں بدلا؟

﴿جواب﴾: یہ شاذ ہے۔

وہ حروف جو تائے افتعال کے بعد واقع ہوں تو ادغام جائز:

وَيَجُوزُ الْإِدْغَامُ إِذَا النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: وہ کون کون سے حروف ہیں جو تائے افتعال کے بعد واقع ہوں تو ادغام جائز ہے؟

﴿جواب﴾: تائے افتعال کے بعد تاء، دال، ذال، زاء، سین، صاد، ضاد، طاء، ظا میں سے کوئی حروف واقع ہو تو

تاء کو عین کلمہ سے بدل کر ادغام کرنا جائز ہے جیسے يَقْتُلُ، يَبْدُلُ، يَخْصِمُ وغیرہ اصل میں يَقْتِيلُ، يَبْدِلُ، يَخْتَصِمُ تھا لیکن یہاں عین کوتاء سے بدل کر ادغام کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ تاء میں صفت ہمس کی وجہ سے ضعف ہے لہذا وہ عین کلمے کو اپنی طرف لانے

میں کمزور ہے۔

وَعِنْدَ بَعْضِ الصَّرَفِيِّينَ النِّح: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: کیا یہ ادغام ہر جگہ ہو سکتا ہے؟

﴿جواب﴾: بعض صرفیوں کے نزدیک یہ ادغام ماضی میں جائز نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں تاء کی حرکت ماقبل کو دی جائے گی اور ہمزہ وصل کو حذف کر دیا جائیگا تو اس طرح باب التعلال کی ماضی کا باب تفعیل کی ماضی سے التباس لازم آئیگا، مثلاً "اِخْتَصَمَ" میں تاء کا فتحہ خا کو دے کر اور تا کو صاد سے بدل کر صاد میں ادغام کر دیں اور ہمزہ وصل کو گرا دیں تو "خَصَمَ" بن جائیگا اور باب تفعیل کی ماضی بھی خَصَمَ ہے لیکن بعض لوگوں کے نزدیک "اِخْتَصَمَ" کی تاء کا فتحہ ماقبل کو نہیں دینگے بلکہ اسے گرا دینگے کیونکہ ساکن کو حرکت کسرہ دی جاتی ہے اور ہمزہ وصل گرا دینگے خَصَمَ بن جائیگا اس صورت میں التباس لازم نہیں آئیگا اور بعض کے نزدیک چونکہ فاء کلمہ یعنی خاء کا سکون اصلی ہے اور حرکت عارضی لہذا ہمزہ وصلی کو نہیں گرائیں گے، اس صورت میں اِخْتَصَمَ پڑھیں گے اور التباس لازم نہیں آئے گا۔

وَيَجُوزُ فِي مُسْتَقْبَلِهِ النِّح: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: کیا ماضی کی طرح مضارع میں بھی فاء کلمہ کو مکسور یا مفتوح پڑھ سکتے ہیں؟

﴿جواب﴾: ماضی کی طرح مضارع میں بھی مکسور الفاء اور مفتوح الفا پڑھنا جائز ہے جیسے يَخْصِمُ اور يَخْصِمُ۔

وَفِي فَاعِلِهِ ضَمُّ النِّح: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

اسم فاعل میں ادغام کی صورتیں:

﴿سوال﴾: اسم فاعل میں کون کون سی صورتیں جائز ہیں؟

﴿جواب﴾: اسم فاعل میں تین صورتیں جائز ہیں، یا تو میم کی اتباع میں فاء کلمہ کو ضمہ دینگے یا تاء کا فتحہ نقل کر کے

حاء کو دے کر فاء کلمہ کو فتحہ کیساتھ پڑھیں گے یا تاء کی حرکت گرا کر اجتماع ساکنین کی وجہ سے فاء کو کسرہ دینگے اور اس صورت میں فاء کلمہ کو کسرہ کیساتھ پڑھیں گے اس طرح اسے مُخَصِّمُونَ پڑھیں گے۔

وَيَجِيءُ مَصْدَرُهُ النِّح: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: مصدر کو کیسے پڑھا جائیگا؟

﴿جواب﴾: مصدر میں صرف مکسور الفا پڑھیں گے کیونکہ اصل میں اِخْتَصَمَ ما ہے اگر تاء کی حرکت خاء کو دیں تو

بھی کسرہ اور تاء کی حرکت گرا کر خاء کو مستقل حرکت دیں تو بھی کسرہ ہوگا البتہ بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ صادم غم فیہ کی حرکت کا اعتبار کر کے خاء کو فتحہ دیں تو خَصَمَ ما پڑھیں گے اور اگر خاء کے سکون اصلی کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمزہ کو نہ گرائیں گے تو اِخْصَمَ ما پڑھیں گے۔

تَفَعَّلُ اور تَفَاعَلَ میں ادغام کی صورت

وَيُدْغِمُ تَاءُ تَفَعَّلٍ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: باب تَفَعَّلُ اور تَفَاعَلَ میں ادغام کی کیا صورت ہے؟

﴿جواب﴾: باب تَفَعَّلُ اور تَفَاعَلَ کی تاء کو بعد والے حرف سے بدل کر ادغام کرتے ہیں اور شروع میں ہمزہ وصل لاتے ہیں کیونکہ مدغم حرف ساکن ہوتا ہے اور ساکن سے ابتدا محال ہے، اب تَطَهَّرَ سے اَطَهَّرَ اور تَنَاقَلَ سے اِنَاقَلَ ہوگا۔

وَلَا يُدْغِمُ فِي نَحْوِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اِسْتَطَعَمَ میں تاء اور طاء قریب الحرج جمع ہیں تو پھر ادغام کیوں نہیں کیا گیا؟

﴿جواب﴾: چونکہ دوسرا حرف یعنی طاء ساکن ہے اور جب دوسرا حرف ساکن ہو چاہے حقیقتاً یا تقدیراً تو ادغام نہیں ہوتا حقیقتاً ساکن کی مثال ہے اِسْتَطَعَمَ اور تقدیراً کی مثال اِسْتَدَانَ ہے اگرچہ یہاں بظاہر دال متحرک ہے لیکن اصل میں یہ اِسْتَدَيْنَ تھا لہذا دال ساکن ہوئی البتہ ایسی صورت میں جب دو قریب الحرج یا ہم جنس حروف اکٹھے ہو جائیں اور ان میں دوسرا حرف ساکن ہو تو تاء کو بعض مقامات پر حذف کر دیتے ہیں جیسے اِسْطَاعَ یَسْطِيعُ جو اصل میں اِسْطَاعَ یَسْطِيعُ تھے جیسا کہ ظَلْتُ اصل میں ظَلَلْتُ تھا دوسری لام کو حذف کر دیا۔

اِسْطَاعَ اور اَسْطَاعَ میں فرق:

وَإِذَا قُلْتُ اِسْطَاعَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اِسْطَاعَ اور اَسْطَاعَ میں کیا فرق ہے؟

﴿جواب﴾: اِسْطَاعَ باب افتعال کی ماضی ہے یہاں سے تاء گرائی گئی ہے اور اَسْطَاعَ باب انفعال کی ماضی ہے یہاں سین زائد ہے اصل میں یہ اَطَاعَ تھا جیسے اَهْرَاقَ، اصل میں اَرَاقَ تھا جو اَرَاقَةُ سے بنا ہے پھر خلاف قیاس ہاء زیادہ کر دی۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

مهموز كا بيان

﴿عبارت﴾: الْبَابُ الثَّالِثُ فِي الْمَهْمُوزِ وَلَا يُقَالُ لَهُ صَحِيحٌ لِصِرُورَةِ هَمْزَتِهِ
 حَرْفُ الْعِلَّةِ فِي التَّلِينِ وَهُوَ يَجِيءُ عَلَى ثَلَاثَةِ أَضْرُبٍ مَهْمُوزُ الْفَاءِ نَحْوُ أَخَذُوا وَالْعَيْنِ
 نَحْوُ سَأَلَ وَاللَّامِ نَحْوُ قَرَأُوا حُكْمُ الْهَمْزَةِ كَحُكْمِ الْحَرْفِ الصَّحِيحِ إِلَّا أَنَّهَُا قَدْ تَخَفَّفَ
 بِالْقَلْبِ وَجُعِلَهَا بَيْنَ آيٍ بَيْنَ مَخْرَجَها وَبَيْنَ مَخْرَجِ الْحَرْفِ الَّتِي مِنْهُ
 حَرَكَتُهَا وَالْحَذْفُ الْأَوَّلُ يَكُونُ إِذَا كَانَتْ سَاكِنَةً وَتَحَرَّكَ مَا قَبْلَهَا فَقَلِبَتِ الْهَمْزَةُ بِشَيْءٍ
 يُوَافِقُ مَا قَبْلَهَا لِلَّيْنِ عَرِيكَةِ السَّاكِنَةِ وَاسْتِدْعَاءِ مَا قَبْلَهَا نَحْوُ رَأْسٍ وَلَوْمْ وَبِئْرٍ وَالثَّانِي يَكُونُ
 إِذَا كَانَتْ مُتَحَرِّكَةً وَتَحَرَّكَ مَا قَبْلَهَا فَلَا تَقْلِبُ بَلْ يُجْعَلُ بَيْنَ بَيْنَ لِقْوَةِ عَرِيكَتِهَا نَحْوُ سَأَلَ
 وَلَوْمْ وَسُئِلَ إِلَّا إِذَا كَانَتْ مَفْتُوحَةً وَمَا قَبْلَهَا مَكْسُورَةً أَوْ مَضْمُومَةً فَتُجْعَلُ يَاءً
 أَوْ وَاوًا نَحْوُ مِيرَ وَجُونَ لِأَنَّ الْفَتْحَةَ كَالسُّكُونِ فِي حَقِّ اللَّيْنِ فَتَقْلِبُ كَمَا فِي السُّكُونِ فَإِنْ
 قِيلَ لِمَ لَا تَقْلِبُ فِي سَأَلَ وَهَمْزَتُهُ مَفْتُوحَةٌ ضَعِيفَةٌ قُلْنَا فَتَحَهَا صَارَتْ قَوِيَّةً
 لِفَتْحَةِ مَا قَبْلَهَا وَنَحْوُ لَا هُنَاكَ الْمُرْتَعُ شَاوُ الثَّالِثُ يَكُونُ إِذَا كَانَتْ مُتَحَرِّكَةً
 وَسَاكِنًا مَا قَبْلَهَا وَلَكِنْ تَلِينُ فِيهِ أَوْ لَا لِلَّيْنِ عَرِيكَتِهَا الْمُجَاوِرَةِ السَّاكِنِ مَا قَبْلَهَا ثُمَّ يُحذفُ
 لَا جَمَاعَ السَّاكِنِينَ ثُمَّ أُعْطِيَ حَرَكَتُهَا بِمَا قَبْلَهَا إِذَا كَانَ مَا قَبْلَهَا حَرْفًا صَحِيحًا أَوْ وَاوًا أَوْ يَاءً
 أَصْلِيَّتَيْنِ أَوْ مَزِيدَتَيْنِ لِمَعْنَى نَحْوِ مَسَلَةٍ وَمَلِكٍ أَصْلُهُ مَلَاكٌ مِنَ الْأَلُوَكَةِ وَهِيَ
 الرِّسَالَةُ وَالْأَحْمَرُ يُجُوزُ فِيهِ لَحْمَرٌ لِأَنَّ الْأَلِفَ أُجْتُلِبَتْ لِأَجْلِ سُكُونِ اللَّامِ وَقَدْ انْعَدَمَ
 وَيَجُوزُ فِيهِ الْأَحْمَرُ لَطَرُ حَرَكَةِ اللَّامِ وَجِيلٌ وَحَوْبَةٌ وَأَبُو يُوْبٌ وَيَغْزُو خَاهُ وَيَرْمِي وَبَاهُ
 وَابْتِغَى مُرَأَةً وَيَجُوزُ تَحْمِيلُ الْحَرَكَةِ عَلَى حُرُوفِ الْعِلَّةِ فِي هَذِهِ الْمَوَاضِعِ
 نَظَرُ الْقُوْتِهَا وَطَرُ وَالْحَرَكَةُ وَإِذَا كَانَ مَا قَبْلَهَا حَرْفٌ لَيْنٌ مَزِيدٌ نَظَرُ فَإِنْ كَانَ يَاءً أَوْ وَاوًا أَمْدَتَيْنِ
 أَوْ مَا تَشَابَهَ الْمُدَّةَ كَيَاءِ التَّصْغِيرِ جُعِلَتْ مِثْلُ مَا قَبْلَهَا ثُمَّ ادْغَمَ لِأَنَّ نَقْلَ الْحَرَكَةِ إِلَى هَذِهِ
 الْأَشْيَاءِ يُفْضَى إِلَى تَحْمِيلِ الضَّعِيفِ فَيُدْغَمُ نَحْوُ خَطِيئَةٍ وَمَقْرُوءَةٍ وَأَقْيَسُ فَإِنْ قِيلَ يَلْزَمُ

تَحْمِيلُ الضَّعِيفِ اِيضًا فِي الدُّغَامِ وَهِيَ الْيَاءُ الثَّانِيَةُ قُلْنَا الْيَاءُ الثَّانِيَةُ اَصْلِيَّةٌ فَلَا تَكُونُ ضَعِيفَةً كَيَاءِ جَيْلٍ وَيَاءِ يَرْمِي بَاهُ وَاِنْ كَانَ اِلْفَاتُ جَعَلَ بَيْنَ بَيْنٍ لَانَ الْاَلِفُ لَا تَحْمِلُ الْحَرَكَةَ وَالْاِدْغَامَ نَحْوُ قَائِلٍ وَسَائِلٍ وَاِذَا اجْتَمَعَتْ هَمْزَتَانِ وَكَانَتِ الْاُولَى مَفْتُوحَةً الثَّانِيَةُ سَاكِنَةً تَقْلُبُ الثَّانِيَةُ اِلْفَانِ حَوَاجِرًا وَاِذَا كَانَتِ الْاُولَى مَكْسُورَةً تَقْلُبُ الثَّانِيَةُ يَاءً نَحْوُ اَيْسَرُ الْاِفِي اَيْمَةً جَعَلَتْ هَمْزَتَهَا اِلْفًا كَمَا فِي اَجْرْتُمْ جَعَلَتْ يَاءً وَكُسِرَتْ لَا اجْتِمَاعُ السَّاكِنَيْنِ وَعِنْدَ الْكُوفِيِّينَ لَا تَقْلُبُ بِالْاَلِفِ حَتَّى لَا يَلْزَمَ اجْتِمَاعُ السَّاكِنَيْنِ وَقُرِئَ عَنْهُمْ اَيْمَةُ الْكُفْرِ فَاِنْ قِيلَ اجْتِمَاعُ السَّاكِنَيْنِ فِي حَدِّهِمَا جَائِزٌ فَلِمَ لَا يَجُوزُ فِي اَيْمَةٍ قُلْنَا الْاَلِفُ فِي اَيْمَةٍ لَيْسَتْ بِمُدَّةٍ فَكَيْفَ يَكُونُ اجْتِمَاعُ السَّاكِنَيْنِ فِي حَدِّهِمَا وَاَمَّا كُلُّ خُذُو مَرْفُشًا وَهَذَا اِذَا كَانَ فِي كَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ وَاِذَا كَانَتْ فِي كَلِمَتَيْنِ تَخْفَفُ الثَّانِيَةُ عِنْدَ الْخَلِيلِ نَحْوُ قَدْ جَاءَ اَشْرَاطُهَا وَعِنْدَ الْحَجَّازِ تَخْفَفُ كِلَاهُمَا مَعَ وَاعِنْدَ بَعْضِ الْعَرَبِ يُقْحَمُ بَيْنَهُمَا اِلْفٌ نَحْوُ اَيَّ نَبِ طَبِيبَةٍ اَمْ اَمْ سَالِمٌ وَلَا تَخْفَفُ الْهَمْزَةُ فِي اَوَّلِ الْكَلِمَةِ لِقُوَّةِ الْمُتَكَلِّمِ فِي الْاِبْتِدَاءِ وَتَخْفِفُهَا بِالْحَذْفِ فِي نَاسٍ اَصْلُهُ اُنَاسٌ شَاذٌ وَكَذَلِكَ فِي اللّٰهِ اَصْلُهُ اِلَهٌ فَحَذَفُوا الْهَمْزَةَ فَصَارَ لَاهُ ثُمَّ اَدْخَلُوا عَلَيْهِ الْاَلِفَ وَاللَّامَ فَصَارَ اِلَآلَهُ ثُمَّ اُدْغِمَ فِي اللَّامِ فَصَارَ اِلَآلَهُ وَقِيلَ اَصْلُهُ اِلَآلَهُ فَحَذَفَتِ الْهَمْزَةُ فَفُتِلَتْ حَرَكَةُ الْهَمْزَةِ اِلَى اللَّامِ فَصَارَ اِلَآلَهُ ثُمَّ اُدْغِمَ اللَّامُ فِي اللَّامِ فَصَارَ اِلَآلَهُ كَمَا يُقَالُ فِي يَرَى

﴿ترجمہ﴾: اس کو صحیح نہیں کہا جاسکتا ہمزہ کی نرمی کے ساتھ ادائیگی کی وجہ سے حرف علت ہو جانے کی وجہ سے۔ اور یہ تین قسم پر آتا ہے۔ (۱) مہموز الفاء جیسے اَخَذَ، (۲) مہموز العین جیسے سَأَلَ۔ (۳) مہموز اللام جیسے قَرَأَ اور ہمزہ کا حکم حرف صحیح کے حکم کی طرح ہی ہے مگر یہ کہ اس میں کبھی قلب کے ذریعے تخفیف ہو جاتی ہے اور اس کو بین بین رکھا جاتا ہے۔ اور کبھی حذف کے ذریعے تخفیف کی جاتی ہے پہلی یہ کہ جب وہ ساکن ہو اور اس کا ماقبل متحرک ہو تو ہمزہ کو ایسی چیز کے ساتھ بدلا جائے گا کہ جو اس کا ماقبل موافق ہو ایسے لین کے جو ساکن سہارا لیے ہوئے اور اپنے ماقبل کی حرکت کے مطابق ہونے کا مطالبہ کر رہا ہو۔ جیسے رَأْسٌ، بُؤْسٌ، بَشْرٌ۔ اور قلب کی دوسری صورت یہ ہے کہ ہمزہ خود بھی متحرک ہو اور اس کا ماقبل بھی متحرک ہو تو اس کو بدلا نہیں جائے گا بلکہ اس کو اپنے ماقبل کی حرکت کے مطابق بین بین کیا جائے گا۔ سَأَلَ، لَوْمٌ، سُنِّلَ مگر یہ کہ جب وہ خود مفتوح ہو اور اس کا ماقبل مکسور ہو یا مضموم ہو تو اس کو دو ایسا بنا یا جائے گا، جیسے مِثْرٌ، جُوْنٌ اس لیے کہ فتح لین کے حق میں سکون کی طرح ہی ہے پس اسی طرح ہی بدلا جائے گا کہ جس طرح حالت سکون میں بدلا جاتا ہے پس اگر یوں سوال کیا جائے کہ سال میں کیوں نہیں

بدلا گیا حالانکہ اس کا ہمزہ مفتوحہ ضعیف تھا تو اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ اس کا ہمزہ اس فتح کی وجہ سے قوی ہو گیا کہ جو اس کے ماقبل پر تھا اور لَا هُنَاكَ الْمُرْتَعُ ہے یہ شاذ ہے۔ اور تیسری صورت اس کے قلب کے ساتھ تخفیف کی یہ ہے کہ جب وہ ہمزہ خود متحرک ہو اور اس کا ماقبل ساکن ہو اور لیکن اس میں پہلے لین بنانے کی صورت کو اختیار کیا جائے گا۔ اس کو ماقبل کے پڑوسی (حرف ساکن) کی عریکہ (ماقبل کی حرکت) کے لین ہونے کی وجہ سے پھر اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کیا جائے گا۔ پھر اس کو وہ حذف شدہ حرکت دی جائے گی۔ اس کے ماقبل کی وجہ سے جبکہ اس کو ماقبل حرف صحیح ہو یا واو اور یاء اصلی ہوں یا مزید تین ہوں۔ معنوی لحاظ سے۔ جیسے مَسْنَلَةٌ اور مَلَكٌ اس کی اصل مَلَاكٌ ہے جو کہ الْأَلْوَكَةُ سے ہے اور اس الالوكة سے مراد رسالہ ہے۔ وَالْأَحْمَرُ اس میں لَحْمَرٌ پڑھنا بھی جائز ہے۔ اس لیے کہا الف شروع میں لام کے ساکن ہونے کی وجہ سے داخل کی گئی ہے۔ حالانکہ وہ سکون منعدم ہو گیا ہے اور اس میں الْخَمَرُ بھی جائز ہے لام کی حرکت کے نرم ہونے کی وجہ سے۔ اور جَيْلٌ وَخَوْبَةٌ وَأَبُو يُوَيْبٍ وَيَغْزُو خَاهُ وَيَرْمِي بَاهُ وَابْتِغَى مَرَاةً اور ان مواقع پر حروف علت کو حرکت دینا ان کی قوت اور حرکت کی نرمی کی طرف نظر کرتے ہوئے۔ اور جب اس کو ماقبل حرف لین زائدہ ہو تو غور کیا جائے گا۔ پس اگر ہو یا واو اور وہ دونوں مدہ ہوں یا پھر کوئی حرف ایسا ہو کہ جو مدہ کے متشابہ ہو جیسے یائے تغیر تو اس کو اس کے ماقبل کی مثل بنایا جائے گا پھر ادغام کی جائے گا اس لیے کہ ان چیزوں کی طرف حرکت کا نقل کرنا ضعیف کو حرکت برداشت کرنے کی طرف پہنچا دیتا ہے۔ پس ادغام کیا جائے گا۔ جیسے خَطِيئَةٌ مَقْرُوءَةٌ اور أَقْيَسُ۔ پس اگر یوں پوچھا جائے کہ ادغام میں بھی تَحْمِيلُ الضَّعِيفِ (ضعیف حرف کو حرکت برداشت کرانا) لازم آئے گا اور وہ حرف دوسری یاء ہے تو اس کے جواب میں ہم یہ غرض کرتے ہیں دوسری یاء اصلی ہے۔ پس وہ ضعیف نہ ہوئی، جیسے کہ جَيْلٌ اور يَرْمِي بَاهُ کی یاء، اور اگر الف ہو بین بین کیا جائے گا اس لیے کہ الف حرکت اور ادغام کو برداشت کرتا۔ جیسے قَائِلٌ اور سَائِلٌ اور جب دو ہمزے جمع ہو جائیں اور پہلا مفتوح ہو اور دوسرا ساکن ہو تو دوسرے کو الف سے بدلا جائے گا جیسے أَجْرٌ، آذَمٌ اور جب پہلا مضموم ہو تو دوسرے کو واو سے بدلا جائے گا جیسے أَوْجَرٌ، أَوْذَمٌ اور جب پہلا مکسور ہو تو دوسرے کو یاء سے بدلا جائے گا جیسے اَيْسَرٌ مگر آئِمَّةٌ میں اس کے ہمزہ کو الف سے بدلا جائے گا جیسا کہ أَجْرٌ میں تھا، پھر الف کو یاء کیا جائے گا اور اجتماع ساکنین کی وجہ سے کسرہ دیا جائے گا جبکہ کو فیوں کے نزدیک الف سے نہیں بدلا جائے گا۔ تاکہ اجتماع ساکنین واقع نہ ہو جائے اور ان کے نزدیک آئِمَّةٌ الْكُفْرِ پڑھیں گے دونوں ہمزوں کے ساتھ، پس اگر یوں سوال کیا جائے کہ جب اجتماع ساکنین فی حدھا جائز ہے تو پھر آئِمَّةٌ میں کیوں جائز نہیں۔ تو اس کے جواب میں ہم یوں عرض کریں گے کہ آئِمَّةٌ میں الف مدہ نہیں ہے۔ تو اجتماع ساکنین فی حدھا کیسے جائز ہوگا؟ باقی رہی یہ بات کُلُّ، مُرٌ، خُذْ کی تو وہ شاذ ہیں اور یہ صورت اور

طریقہ اس وقت ہے جب وہ ایک کلمہ میں ہو اور جب دو ہمزے دو کلموں میں ہوں تو خلیل نحوی کے نزدیک دوسرے ہمزہ میں تخفیف کیا جائے گی۔ جیسے جَاءَ أَشْرَاطُهَا، اور اہل حجاز کے نزدیک الف دونوں اکٹھی تخفیف کی جائے گی اور بعض اہل عرب کے نزدیک الف برائے فاصلہ داخل کیا جائے گا جیسے أَنْتَ ظَبِيَّةٌ أُمُّ سَالِمٍ اور کلمہ کے شروع میں موجود ہمزے میں تخفیف نہیں کی جائے گی۔ ابتداء میں متکلم کی قوت کے لیے اور اس کی تخفیف حذف کے ساتھ کرنا جیسے کہ نَاسٌ کہ اس کی اصل أَنَاسٌ ہے یہ شاذ ہے۔ اور اسی طرح لفظ اللہ میں کہ اس کی اصل إِلَٰهٌ تھی تو انہوں نے ہمزہ کو حذف کر دیا تو لَاہ ہو گیا پھر انہوں نے اس پر الف اور لام کو داخل کر دیا تو الْإِلَٰهُ ہو گیا پھر لام کا لام میں ادغام کر دیا تو اللہ ہو گیا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی اصل أَلِ إِلَٰهٌ ہے پس دوسرے ہمزہ کو حذف کر دیا گیا پھر ہمزہ کی حرکت لام کی طرف منتقل کر دی تو الْإِلَٰهُ ہو گیا پھر لام کا لام میں ادغام کر دیا گیا تو اللہ ہو گیا۔ جیسا کہ یوٰی میں کہا جاتا ہے۔

﴿تشریح﴾:

الْكَابُ الثَّالِثُ فِي الْمَهْمُوزِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ تیسرا باب مہموز کے متعلق بیان کرنا ہے۔

مہموز کی تعریف و تقسیم:

مہموز وہ کلمہ ہے جس کے حروفِ اصلیہ میں ہمزہ ہو..... اس کی تین قسمیں ہیں۔

- (۱) مہموز الفاء: جس کے فاء کلمہ میں ہمزہ ہو۔ جیسے أَخَذَ۔
- (۲) مہموز العین: جس کے عین کلمہ میں ہمزہ ہو۔ جیسے سَأَلَ۔
- (۳) مہموز اللام: جس کے لام کلمہ میں ہمزہ ہو۔ جیسے قَرَأَ۔

وَلَا يُقَالُ لَهُ صَحِيحُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: مہموز میں تمام حروف صحیح ہوتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ اسے صحیح نہیں کہا جاتا؟

﴿جواب﴾: بعض اوقات ہمزہ کو ماقبل حرف کی حرکت موافق حرف علت سے بدل دیتے ہیں اس لئے اسے صحیح

نہیں کہا جاتا۔

وَهُوَ يَجِيءُ عَلَى الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: مہموز کی کتنی اور کون کونسی اقسام ہیں؟ نیز ہمزہ کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾: اس کی تین اقسام ہیں۔ (۱) مہموز الفاء (۲) مہموز العین (۳) مہموز اللام۔ جیسے ”أَخَذَ سَأَلَ قَرَأَ“

وغیرہ ہمزہ کا حکم وہی ہے جو جو حرف صحیح کا ہے کیونکہ یہ بھی حرف صحیح ہے لہذا اس میں وہی تَصَرُّفَات ہوں گے جو حرف صحیح میں

ہوتے ہیں البتہ اس کی تختی یعنی مخرج میں آواز کے بند ہو جانے کی وجہ سے اس میں تخفیف پائی جاتی ہے۔

ہمزہ میں تخفیف کی صورتیں

إِلَّا أَنَّهُمَا قَدْ خُفِّفَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: ہمزہ میں تخفیف کی کون کون سی صورتیں ہیں؟

﴿جواب﴾: ہمزہ تخفیف کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) قلب! یعنی ہمزہ کو حرف علت سے بدل دینا۔ (۲) بین

ابین یعنی ہمزہ کے مخرج اور اس حرف کے مخرج کے درمیان ہمزہ کو پڑھنا جو ہمزہ کی حرکت کے موافق ہے یعنی ہمزہ پر فتح ہوگا تو

ہمزہ کو اس کے اپنے مخرج اور الف کے مخرج کے درمیان پڑھیں گے، اسی طرح ضمہ اور کسرہ کا مسئلہ ہے۔ (۳) حذف۔

الْأَوَّلُ يَكُونُ إِذَا كَانَتْ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: قلب کب ہوگا؟

﴿جواب﴾: جب ہمزہ ساکن ہو اور اس کا ماقبل متحرک ہو تو ہمزہ کو پہلے حرف کی حرکت کے موافق حرف علت

سے بدلیں گے جیسے ”رَاسٌ بِرَاسٍ لَوْمْ“ جو اصل میں رَاسٌ بِرَاسٍ لَوْمْ تھا۔

لِلْبَيْنِ عَرِيكَةِ السَّائِكَةِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: یہاں ہمزہ کو حرف علت سے بدلنے کی کیا وجہ ہے؟

﴿جواب﴾: چونکہ ساکن حرف کی طبیعت میں نرمی ہوتی ہے اور ماقبل چاہتا ہے کہ اسے اپنے موافق کر لیا جائے

لہذا اسے ماقبل حرکت کے موافق بنا دیتے ہیں۔

وَالثَّانِي يَكُونُ إِذَا كَانَتْ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: بین! بین کب ہوتا ہے؟

﴿جواب﴾: جب ہمزہ متحرک ہو اور اس کا ماقبل بھی متحرک ہو تو چونکہ ہمزہ کے متحرک ہونے کی وجہ سے اس کی

طبیعت میں قوت پائی جاتی ہے لہذا حرف علت سے بدلنے کی بجائے اسے بین بین کے طریقے پر پڑھیں گے جیسے سَأَلَ، لَوْمْ

سُئِلَ۔

إِلَّا إِذَا كَانَتْ مَفْتُوحَةً وَمَا قَبْلَهَا الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: کیا کوئی ایسی صورت بھی ہے کہ ہمزہ کے متحرک ہونے کے باوجود اسے حرف علت سے بدل دیا جائے؟

﴿جواب﴾: ہاں! جب ہمزہ مفتوح ہوگا جیسے مَنَوْ میں ہمزہ کو یا سے اور جَوْنِ میں واو سے بدلتے ہیں۔

فَإِنْ قِيلَ لَمْ لَا تَقْلَبْ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال ذکر کر کے اس کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: سَأَلَ میں بھی ہمزہ مفتوح ہے اور سکون کے حکم میں ہے لہذا اسے حرف علت سے بدلنا چاہیے تو

لیکن بدلائیں گے، آخر نہ بدلنے کی کیا وجہ ہے؟

﴿جواب﴾: چونکہ ہمزہ سے پہلا حرف بھی مفتوح ہے اور سکون کے حکم میں ہے لہذا یہ اپنے ہم جنس سے مل کر قوی ہو جائے گا۔

فَإِنْ قِيلَ لِمَ لَا تُقَلَّبُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ”لَا هُنَاكَ الْمُرْتَبِع“ میں هُنَا اہل میں هُنَا تھا اور یہ ہمزہ مفتوح ہے اور ما قبل بھی مفتوح ہے چاہیے تو یہ تھا کہ سائل کی طرح ہمزہ کو نہ بدلا جاتا لیکن یہاں حرف علت سے بدل دیا گیا اس کی کیا وجہ ہے؟

﴿جواب﴾: یہ شاذ ہے۔

ہمزہ کب حذف کرتے ہیں؟

وَالثَّالِثُ يُكُونُ إِذَا كَانَتْ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ہمزہ کب حذف کرتے ہیں؟

﴿جواب﴾: جب ہمزہ متحرک ہو اور اس سے پہلا حرف ساکن ہو تو ہمزہ کو حذف کر دیں گے لیکن اس طرح کہ پہلے ہمزہ کو ساکن کرینگے، ساکن کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ساکن حروف کی مجاورت کی وجہ سے ہمزہ کی طبیعت میں ضعف آ گیا لہذا اسے ساکن کر دینگے اب اجتماع ساکنین لازم آنے کی وجہ سے ہمزہ حذف کر دیا جائیگا اور وہ حرکت جو ہمزہ سے حذف ہوئی تھی ما قبل کو دی جائیگی۔

﴿سوال﴾: ہمزہ کی حرکت ما قبل کو دینے کی کیا وجہ ہے؟ کوئی دوسری حرکت بھی دی جاسکتی ہے؟

﴿جواب﴾: یہ حرکت اس لئے دی گئی تاکہ ہمزہ محذوفہ پر دلالت کرے۔

ثُمَّ أُعْطِيَ حَرَكَتَهَا بِمَا قَبْلَهَا الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: کیا ہر جگہ ہمزہ کی حرکت ما قبل کو دینا اور ہمزہ کو حذف کرنا جائز ہے یا مخصوص صیغوں میں ایسا ہوتا ہے؟

﴿جواب﴾: یہ اس صورت میں ہوگا جب ہمزہ کا ما قبل حرف صحیح ہو گا یا ”واو“ اور ”یا“ اصلی ہو یا ”واو“ اور ”یا“

کسی معنی کیلئے زائد ہوں محض وزن کیلئے زائد نہ ہوں۔ صحیح کی مثال مَسْلَةٌ اَصْلٌ مَسْئَلَةٌ تَحَا اَوْر مَلَكٌ اَصْلٌ مَلِكٌ تَحَا ”مَلِكٌ اَلْوَكَّةُ“ سے بنا ہے اس کا معنی رسالہ ہے مَلِكٌ میں ہمزہ پہلے تھا قلب کرتے ہوئے ہمزہ کو لام کے بعد لے آئے

اب ہمزہ کی حرکت لام کو دے دی ہمزہ گرا دیا تو مَلِكٌ ہو گیا اَلَا حَمْرٌ میں دوسرے ہمزہ کو ساکن کر کے اجتماع ساکنین کی وجہ سے

ہمزہ کو گرا دینگے اب دو صورتیں ہونگی یا تو لام کے متحرک ہونے کی وجہ سے پہلے ہمزہ کو بھی گرا دینگے لَحْمَرٌ پڑھیں گے یا یہ خیال

کرتے ہوئے کہ لام کی حرکت عارضی ہے، پہلے ہمزہ کو نہیں گرائیں گے اور اَلْحَمْرُ پڑھیں گے واو اور تاء کی مثالیں

جَيْلٌ، حَوْبَةٌ، اَبُو يُوْبٌ يَرْمِيْ بَاہُ اَصْلٌ مِیْن جَيْلٌ حَوْبَةٌ اَبُو اَيُوْبٌ يَرْمِيْ اَبَاہُ تَحَا۔

☆ اَبْتَغِيْ امْرَاَةً يَهْدِيْ (اَبْتَغِيْ) صيغہ واحد متکلم ہے..... اس کی یاء اصلی ہے..... اس مثال میں امراة کے ہمزہ کا کسرہ بھی یاء کو نہیں دیا جائیگا ورنہ توالی اربع کسرات لازم آئیگی بلکہ فتح یاء کو دیا جائیگا جو کہ خفیف حرکت ہے۔ پس اَبْتَغِيْ امْرَاَةً ہو گیا وَ يَجُوزُ تَحْمِيلُ الْحَرْكِ عَلَى الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: آپ نے تخفیف کیلئے ہمزہ کو گرایا لیکن حروف علت کو متحرک کر دیا حالانکہ حروف علت کو تخفیف کے لئے ساکن کیا جاتا ہے۔

﴿جواب﴾: ان مقامات پر حروف علت کو متحرک کرنا اس بنیاد پر ہے کہ وہ قوی ہونے کی وجہ سے حرکت کو برداشت کر سکتے ہیں نیز یہ حرکت دائمی نہیں عارضی ہے۔

وَ اِذَا كَانَ مَاقَبْلَهَا الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے۔

جب ہمزہ متحرک کا ماقبل حرف علت زائد ہو اور وہ الحاق وغیرہ کے لئے بھی نہ ہو تو دیکھا جائے کہ وہ واؤ مدہ یا مدہ ہوں ہوں تو ہمزہ کو ماقبل کی جنس بنا کر ادغام کر دیا جائے..... ایسے ہی اگر ماقبل یائے تفسیر ہو تو ہمزہ کو یاء بنا کر ادغام کر دیا جائے کیونکہ یائے تفسیر مدہ کے مشابہ ہے تو اس صورت میں ہمزہ کو ماقبل کی جنس کر کے ادغام کر دیا جائے گا جیسے خَطِيئَةٌ اَصْلٌ مِّنْ خَطِيئَةٍ تَحَا مَقْرُوَّةٌ، اُفَيْسٌ اَصْلٌ مِّنْ مَّقْرُوَّةٍ، اُفَيْسٌ تَحَا۔

لَاَنَّ نَقَلَ الْحَرْكِ اِلَى الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: ہمزہ کی حرکت ماقبل حرف علت کو دینا اور ہمزہ کو گرا دینا کیوں اختیار نہیں کیا گیا؟

﴿جواب﴾: اگر ہمزہ کی حرکت نقل کر کے حرف علت کو دی جاتی تو ضعیف کو حرکت دینا لازم آتا۔

فَاِنْ قِيلَ يَلْزَمُ تَحْمِيلُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال ذکر کر کے اس کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: ضعیف پر حرکت اب بھی لازم آرہی ہے کیونکہ ادغام کی صورت میں یائے ثانی اور واؤ ثانی متحرک

ہونگے حالانکہ حرف علت ہونے کی وجہ سے یہ ضعیف ہیں؟

﴿جواب﴾: چونکہ یائے ثانی اور واؤ ثانی حرف اصلی یعنی ہمزہ سے بدلے ہوئے ہیں اس لئے یہ اصلی کہلاتے

ہیں اور اصلی ہونے کی صورت میں ضعیف نہیں کہلاتے جیسا کہ جَيْلٌ اور يَوْمِيَّ بَآءٌ اصلی ہے اور اس پر حرکت آرہی ہے۔

وَ اِنْ كَانَ اَلْفَاتُ جَعَلَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے۔

اگر ہمزہ متحرک سے پہلے الف ہو تو وہاں بین بین کیا جائے گا کیونکہ الف حرکت کو برداشت نہیں کرتا لہذا ہمزہ کی

حرکت الف کو دے کر ہمزہ کو گرا دیں یا ہمزہ کو الف سے بدل کر ادغام کریں یہ دونوں صورتیں ناممکن ہیں کیونکہ ادغام کی صورت

میں بھی حرکت الف پر آئیگی لہذا بین بین کر کے پڑھیں گے جیسے قَائِلٌ، سَائِلٌ۔ میں ہمزہ کو یاء اور ہمزہ کے مخرج کے درمیان

پڑھیں گے کیونکہ ہمزہ دونوں مثالوں میں مکسور ہے۔

اگر دو ہمزے جمع ہوں تو؟

وَإِذَا اجْتَمَعَتْ هَمْزَتَانِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اگر دو ہمزے جمع ہوں تو کیا کریں گے؟

﴿جواب﴾: اگر دو ہمزے جمع ہو جائیں اور ان میں سے پہلا مفتوح اور دوسرا ساکن ہو تو دوسرے ہمزہ کو الف سے بدل دیں گے جیسے اجَرَ، اَدَمَ اصل میں اءُ جَرَ اور اءُ دَمَ تھا، اگر مضموم ہو تو دوسرے کو واو سے بدل دیں گے جیسے اَوْجَرَ اور اَوْدَمَ اور اگر پہلا ہمزہ مکسور ہو تو دوسرے کو یاء سے بدل دیں گے جیسے اِيسَرَ جو اصل میں اِءُ سَرَ تھا۔

إِلَّا فِيْ اِئْمَةٍ جُعِلَتْ هَمْزُهَا الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ہمزہ ساکن سے پہلے ہمزہ متحرک مفتوح ہو تو ہمزہ ساکن کو الف سے بدلا جاتا ہے، جیسے اَجَرَ اور اَدَمَ میں ہوا لیکن اِئْمَةٍ میں یہ صورت کیوں اختیار نہیں کی گئی؟

﴿جواب﴾: دوسرے ہمزہ کو تو الف سے بدلا جاتا ہے لیکن پھر اس الف کو یاء سے بدل کر اجتماع ساکنین کی وجہ سے یاء کو کسرہ دیتے ہیں اس طرح اِئْمَةٍ بن جاتا ہے اصل میں یہ لفظ اءُ مِمَّةٌ تھا پہلے میم کو ساکن کر کے دوسرے میں ادغام کر دیا پھر دوسرے ہمزہ کو الف سے بدل کر الف کو یاء سے بدل دیا اور یاء کو کسرہ دے دیا کیونکہ یاء بھی ساکن اور میم مدغم بھی ساکن ہے اب اِئْمَةٍ ہو گیا یہ نظریہ بصریوں کا ہے۔ کو فیوں کے نزدیک دوسرے الف کو ہمزہ سے نہیں بدلا جائیگا (تاکہ اجتماع ساکنین لازم نہ آئے) بلکہ میم کی حرکت ہمزہ کو دے کر میم کا میم میں ادغام کریں گے اور دونوں ہمزوں کو برقرار رکھتے ہوئے اِئْمَةٍ پڑھیں گے۔

فَإِنْ قِيلَ اجْتِمَاعُ السَّاكِنَيْنِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال ذکر کر کے اس کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اِئْمَةٍ میں جب دوسرے ہمزے کو الف سے بدلا جائے تو اِئْمَةٍ ہو جائیگا اب اس کو اسی حال پر رہنے دیا جائے تو اجتماع ساکنین اگرچہ لازم تو آرہا ہے لیکن یہ جائز ہے کیونکہ پہلا ساکن الف مدہ اور دوسرا مدغم کلمہ ایک ہے۔ یہ اجتماع ساکنین علی حدہ ہے جو کہ جائز ہے۔

﴿جواب﴾: اس میں پہلا ساکن مدہ نہیں..... کیونکہ مدہ وہ ہوتا ہے جو کسی کا بدل نہ ہو جبکہ یہ بدل ہے لہذا اسے مدہ نہیں کہا جائے گا۔

أَمَّا كُلُّ خُذٍّ وَمُرٍّ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ”كُلُّ، خُذٍّ، مُرٍّ“ جو اصل میں اءُ كُلُّ، اءُ خُذٍّ، اءُ مُرٍّ تھے یہاں قانون کے مطابق ہمزہ کو واو سے بدلنا اور اَوُ كُلُّ اَوُ خُذٍّ اَوُ مُرٍّ پڑھنا چاہیے تھا لیکن آپ نے دونوں ہمزوں کو گرا دیا کس قانون کے تحت؟

﴿جواب﴾: یہ شاذ ہے۔

وَهَذَا إِذَا كَانَ فِيْ كَلِمَةٍ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: یہ قواعد اس صورت سے متعلق ہیں جب دونوں ہمزے ایک کلمہ میں ہوں اگر وہ دو کلموں میں ہوں تو کیا طریقہ کار اختیار کیا جائے گا؟

﴿جواب﴾: اگر دونوں ہمزے دو کلموں میں ہوں یعنی ایک ہمزہ پہلے کلمہ کے آخر میں اور دوسرا ہمزہ دوسرے کلمہ کے شروع میں ہو تو یہاں تین طریقے اختیار کئے جاتے ہیں۔

(۱) دوسرے ہمزہ کو گرا دیں گے جیسے قَدْ جَاءَ شَرَّ أَطْهًا جَوَّاصِلٌ مِثْلُ قَدْ جَاءَ أَشْرَ أَطْهًا تَهَايَ خَلِيلٌ كَانْدُ هَبْ ہے۔

(۲) دونوں ہمزوں کو گرا دیں گے جیسے قَدْ جَاءَ شَرَّ أَطْهًا تَهَايَ اہل مجاز کا مسلک ہے۔

(۳) دونوں ہمزوں کے درمیان الف فاصل لائیں گے جیسے ءَ اَنْتَ طَبِيَّةٌ اُمُّ سَالِمٍ میں شروع میں پائے جانے

والے دونوں ہمزوں کے درمیان الف پڑھا جائیگا البتہ لکھنے میں نہیں آئیگا کیونکہ تین الف جمع ہونا مکروہ ہے۔

وَلَا تُخَفَّفُ الْهَمْزَةُ فِي الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک ضابطہ بیان کرنا ہے کہ کلمہ کے شروع میں پائے جا

نے والے ہمزہ کو حذف نہیں کیا جائیگا کیونکہ ابتداء میں متکلم کو قوت حاصل ہوتی ہے لہذا تخفیف کی ضرورت نہ ہوگی۔

لفظ اللہ کی اصل:

وَتَخْفِيفُهَا بِالْحَذْفِ فِي نَاسٍ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: آپ کا یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کیونکہ اُنَّاسُ کے شروع سے ہمزہ کو حذف کر کے نَاسُ پڑھتے ہیں؟

﴿جواب﴾: یہ شاذ ہے۔ اسی طرح لفظ اللہ کے شروع کا ہمزہ بطور شاذ حذف کیا گیا ہے کیونکہ یہ اصل میں اِلَآءُ

تھا حذف ہمزہ کے بعد لَا ءُ ہوا پھر الف لام داخل کیا تو اِلَآءُ ہو گیا پھر لام کالام میں ادغام کیا تو ”اَلَّءُ“ ہو گیا لیکن بعض لوگوں

کے نزدیک شروع سے ہمزہ گرایا ہی نہیں گیا کیونکہ اصل ”اَلُ اِلَءُ“ تھا دوسرا ہمزہ گرا دیا اور اس کی حرکت لام کو دی اِلَآءُ ہو گیا

اب لام کالام میں ادغام کیا تو ”اَلَّءُ“ ہو گیا۔ اَلُ اِلَءُ میں ہمزہ کی حرکت لام کی طرف منتقل کرنا ایسے ہی ہے جیسے یَرَى میں جو

اصل میں یَرِءُ تھا ہمزہ کی حرکت را کو دے دی۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

﴿عبارت﴾: أَصْلُهُ يَرَأَى فَقُلِبَتْ الْيَاءُ الْفَالِ فَتَحَتْ مَا قَبْلَهَا ثُمَّ لَيَنْتِ الْهَمْزَةُ فَاجْتَمَعَ

ثَلَاثُ سَوَاقِنَ فَحُذِفَ الْأَلِفُ وَأُعْطِيَ حُرُكَتُهَا لِلرَّاءِ فَصَارَ يَرَى وَهَذَا التَّخْفِيفُ وَاجِبٌ فِي

يَرَى دُونَ أَخَوَاتِهِ مَعَ اجْتِمَاعِ حَرْفِ عِلَّةٍ بِالْهَمْزَةِ فِي الْفِعْلِ الثَّقِيلِ لِكَثْرَةِ الْإِسْتِعْمَالِ

وَمِنْ ثُمَّ لَا يَجِبُ يَنْبِئِي فِي يَنْبَأُ وَيَسْئَلُ فِي يَسْئَلُ مَرَى فِي مَرَأَى وَتَقُولُ فِي الْحَقِ

الضَّمَائِرِ رَأَى رَأْيًا أَوْ رَأَتْ رَأْيًا إِلَى آخِرِهِ وَأَعْلَالُ الْيَاءِ سَيَجِيءُ فِي بَابِ النَّاقِصِ

الْمُسْتَقْبَلِ يَرَى يَرِيَانِ يَرُونَ تَرَى تَرِيَانِ تَرُونَ تَرِيَانِ تَرِيَانِ تَرِيَانِ

نَرَى وَحُكْمُ يَرُونَ كَحُكْمٍ يَرَى وَلَكِنْ حُدِفَ الْأَلِفُ الَّذِي فِي يَرُونَ لِاجْتِمَاعِ
السَّاكِنِينَ الْأَلِفِ وَوَاوِ الْجَمْعِ وَحَرَكَةُ يَاءٍ يَرِيَان طَارِيَةً وَلَا تَقْلِبُ إِلَّا لِأَنَّ لَوْ قَلِبَتْ يَجْتَمِعُ
السَّاكِنَانِ ثُمَّ يُحْدَفُ أَحَدُهُمَا فَيَلْتَبِسُ بِالْوَاوِ حِدْفِي مِثْلُ لَنْ يَرَى وَأَنْ يَرَى وَأَصْلُ تَرَيْنَ
تَرَائِينَ عَلَى وَزْنِ تَفْعَلِينَ فَحُدِفَتِ الْهَمْزَةُ ثُمَّ نُقِلَ حَرَكَةُ الْهَمْزَةِ إِلَى الرَّاءِ كَمَا فِي تَرَى
فَصَارَ تَرَيْنَ ثُمَّ جُعِلَتِ الْيَاءُ الْفَالِثَةُ مَاقْبَلَهَا فَصَارَ تَرَائِينَ ثُمَّ حُدِفَتِ الْأَلِفُ لِاجْتِمَاعِ
السَّاكِنِينَ فَصَارَ تَرَيْنَ وَسَوَّى بَيْنَهُ وَبَيْنَ جَمْعِهِ وَاکْتَفَى بِالْفَرْقِ التَّقْدِيرِي كَمَا فِي تَرْمِينَ
وَسَيَجِيءُ فِي النَّاقِصِ وَإِذَا دَخَلَتِ النُّونُ الثَّقِيلَةُ فِي الشَّرْطِ كَمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى فَاِمَّا تَرِينَ
مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا حُدِفَتِ النُّونُ عَنْهُ عَلَامَةٌ لِلْجَزْمِ وَكُسِرَتْ يَاءُ التَّانِيَةِ حَتَّى يَطْرُقَ دَبْجَمِيعُ
النُّونَاتِ لِلتَّائِيدِ كَمَا فِي اخْشِينَ وَسَيَجِيءُ تَمَامُهُ فِي بَابِ اللَّفِيفِ الْأَمْرُ رَرِيَارُ وَارَى
رِيَارِينَ وَلَا يُجْعَلُ الْيَاءُ الْفَافِي رِيَاتِبَعًا لَرِيَان وَيَجُوزُ بِهَا الْوُقُوفُ مِثْلُ رَهْ فَحُدِفَتْ هَمْزَتُهُ
كَمَا فِي تَرَى ثُمَّ حُدِفَتِ الْيَاءُ لِاجْلِ السُّكُونِ وَبِالنُّونِ الثَّقِيلَةِ رَيْنَ رِيَان رُونَّ رَيْنَ رِيَانَّ
رَيْنَانَّ وَيَجِيءُ بِالْيَاءِ فِي رَيْنَ لِانْعِدَامِ السُّكُونِ كَمَا فِي اِرْمِينَ وَلَمْ تُحْدَفْ وََاوُ الْجَمْعِ فِي
رُونَّ لِانْعِدَامِ ضَمَّةٍ مَاقْبَلَهَا بِخِلَافِ اُغْزَنَ وَارْمَنَ وَبِالنُّونِ الْخَفِيفَةِ رَيْنَ رُونَّ رَيْنُ وَالْفَاعِلُ
رَاءُ إِلَى آخِرِهِ وَلَا يُحْدَفُ هَمْزَتُهُ كَمَا يَجِيءُ فِي الْمَفْعُولِ وَقِيلَ لَا تُحْدَفُ لِأَنَّ
مَاقْبَلَهَا اَلِفٌ وَالْأَلِفُ لَا تَقْبَلُ الْحَرَكَةَ وَلَكِنْ يَجُوزُ لَكَ أَنْ تَجْعَلَ بَيْنَ بَيْنَ كَمَا فِي سَأَلَ
يَسْأَلُ وَقَسَّ عَلَى هَذَا اَرَى يَرَى اِرَاءَةً وَالْمَفْعُولُ مَرَّيٌّ إِلَى آخِرِهِ أَصْلُهُ مَرَّءٌ وَى فَاعِلٌ
كَمَا فِي مَهْدِيٍّ وَلَا يَجِبُ حَذْفُ الْهَمْزَةِ لِأَنَّ وَجُوبَ الْهَمْزَةِ فِي فِعْلِهِ غَيْرُ قِيَاسِيٍّ
كَأَمْرِ فَلَا يُسْتَتَبَعُ الْمَفْعُولُ وَغَيْرُهُ وَتُحْدَفُ فِي نَحْوِ مَرَى لِكثْرَةِ مُسْتَتَبِعِيهِ وَهُوَ اَرَى
يَرَى وَآخَوَاتِهِمَا وَالْمَوْضِعُ مَرَّيٌّ وَالْأَلَةُ مَرَّيٌّ وَإِذَا حُدِفَتِ الْهَمْزَةُ فِي هَذِهِ الْأَشْيَاءِ
يَجُوزُ بِالْقِيَاسِ عَلَى نَظَائِرِهَا إِلَّا أَنَّهُ غَيْرُ مُسْتَعْمَلٍ الْمَجْهُولُ رِيَّ يَرَى إِلَى آخِرِهِ

ترجمہ: جیسا کہ یوای میں کہا جاتا ہے، اس لیے کہ اس کی اصل یوای تھی، تو یاء کو الف سے بدل دیا گیا اس کے ماقبل کے مفتوح ہونے کی وجہ سے پھر ہمزہ کو لین بنایا گیا تو پس تین ساکن جمع ہو گئے تو الف کو حذف کر دیا گیا اور اس کی حرکت راء کو دے دی گئی۔ تو یوای ہو گیا اور یہ تخفیف یوای میں واجب ہے نہ کہ اس کے اخوات میں باوجود جمع حرف علت کے ہمزہ کے ساتھ فعل ثقیل میں کثرت استعمال کی وجہ سے۔ اور اسی وجہ سے واجب نہیں یئنی یئائی میں اور یئسل یئسل میں مَرَّی مَرَّی میں اور تو کہے گا ضمیر کے الحاق کرنے کے متعلق کہے گا، یوای،

یُرّای الخ ہے۔

﴿تشریح﴾:

أَصْلُهُ يَرُؤَى فَقُلِبَتْ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ”یَرُؤَى“ اصل میں کیا تھا اور اس میں تعلیل کس صورت میں ہوئی؟

﴿جواب﴾: یَرُؤَى اصل میں یَرُؤَى تھا یا متحرک ماقبل مفتوح یا ء کو الف سے بدلا پھر ہمزہ کو ساکن کر دیا گیا اب

تین ساکن اکٹھے ہو گئے۔ (۱) را..... (۲) ہمزہ..... (۳) الف..... ہمزہ کو گرا دیا اور چونکہ اب اجتماع ساکنین ہو گیا لہذا ہمزہ والی حرکت را کو دے دی یَرُؤَى ہو گیا۔

وَهَذَا التَّخْفِيفُ وَاجِبُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ یہ تخفیف جو کہ یَرُؤَى میں ہوئی یہ یَرُؤَى میں ہی واجب ہے اس کے اخوات یعنی ماضی، اسم فاعل اور اسم مفعول وغیرہ میں واجب نہیں، کیونکہ ان میں مضارع جیسا ثقل نہیں، اور ان کا استعمال زیادہ نہیں حالانکہ وہاں تخفیف کا سبب پایا جاتا ہے یعنی حرف علت اور ہمزہ کا فعل ثقیل میں جمع ہونا

﴿سوال﴾: یَرُؤَى میں دو تعلیلیں ہو گئیں، حذف اور بدل یہ تو الیٰ اعلا لیں کہلاتا ہے جو منع ہے؟

﴿جواب﴾: یہاں خلاف قیاس تو الیٰ اعلا لیں کو جائز قرار دیا گیا اور یہ شاذ ہے لیکن اس کے باوجود فصیح ہے کیونکہ

شاذ فصاحت کے خلاف نہیں ہے۔

﴿سوال﴾: اس کی کیا وجہ ہے کہ پہلے یا ء کو الف سے بدلا گیا اور بعد میں ہمزہ کو حذف کیا گیا اس کا الٹ ہو جاتا

تو کیا حرج تھا؟

﴿جواب﴾: کیونکہ یا ء طرف میں واقع تھی اور طرف میں اعلا ل پہلے ہوتا ہے اور اگر یہ اعلا ل پہلے نہ ہوتا اور ہمزہ

کو پہلے حذف کر دیا جاتا تو اب یا ء کو الف سے نہیں بدلا جاسکتا تھا کیونکہ اب یا ء کا ماقبل ساکن ہوتا..... مفتوح نہ ہوتا۔

وَمِنْ ثَمَّ لَا يَجِبُ يَنْى الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: کوئی ایسی مثال بتائیں جہاں ان شرائط کے باوجود محض کثرت استعمال نہ ہونے کی وجہ سے ہمزے

کا حذف واجب نہیں۔

﴿جواب﴾: يَنْأَى يَسْتَلُّ اور مُرُؤَى میں حرف علت اور ہمزہ جمع ہیں لیکن حذف واجب نہیں۔

وَحُكْمُ يَرُؤُنَ كَحُكْمِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ”يَرُؤُنَ“ میں تعلیل کی کیا صورت ہے؟

﴿جواب﴾: ”يَرُؤُنَ“ کا حکم بھی یَرُؤَى کی طرح ہے یعنی يَرُؤُنَ اصل میں ”يَرُؤَى يُونُ“ تھا یا متحرک ماقبل مفتوح یا ء کو

الف سے بدلا اور ہمزہ کو ساکن کر کے گرا دیا اور اس کی حرکت را کو دے دی لیکن یا ء سے بدلا ہوا الف گرا دیا جائے گا کیونکہ الف

اور واؤ دو ساکن جمع ہونے سے اجتماع ساکنین لازم آتا ہے البتہ یَرُؤَى میں جو الف یا ء سے بدل کر آیا ہے وہ حذف نہیں ہوگا۔

وَحَرْكَتِ يَاءٍ يَوَيَّانِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ”یَوَيَّانِ“ میں یاء متحرک ماقبل مفتوح ہے لہذا اسے الف سے بدلنا چاہیے تھا تو کیوں نہیں بدلا گیا؟

﴿جواب﴾: یاء کی حرکت عارضی ہے نیز اگر اسے الف سے بدل دیا جائے تو اجتماع ساکنین لازم آئے گا یعنی ثثنیہ کا

الف اور یاء سے بدلا ہوا الف جمع ہو جائیں گے اور یہ دونوں ساکن ہوں گے اور جب اجتماع ساکنین کی وجہ سے ایک الف کو گرایا جائے تو نفی تاکید بن اور حرف جزم داخل ہونے کی صورت میں واحد کے صیغے سے التباس لازم آئے گا لہذا ثثنیہ کے صیغے سے یاء کو حذف نہیں کریں گے۔

وَأَصْلُ تَرَيْنَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ”تَرَيْنَ“ اصل میں کیا تھا اور اس کی تعلیل کیسے ہوئی؟

﴿جواب﴾: ”تَرَيْنَ“ صیغہ واحد مؤنث حاضر اصل میں ”تَرْتَيْنَ“ تھا ہمزہ کو ساکن کر کے گرایا اور اس کی

حرکت راء کو دے دی تَرْتَيْنَ ہو گیا اب یاء متحرک ماقبل مفتوح یاء کو الف سے بدلا تو الف اور یاء دو ساکن جمع ہونے کی وجہ سے الف کو گرایا تَرْتَيْنَ ہو گیا۔

وَسُوَّى بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: واحد مؤنث حاضر اور جمع مؤنث حاضر کے صیغے بظاہر ایک جیسے ہیں فرق کیسے ہوگا؟

﴿جواب﴾: بظاہر واحد مؤنث حاضر اور جمع مؤنث حاضر دونوں کیلئے تَرَيْنَ کا صیغہ استعمال ہوتا ہے لیکن اس میں

تقدیری فرق ہے کیونکہ واحد مؤنث حاضر کے صیغہ میں نون اعرابی ہے اور جمع مؤنث حاضر میں نون ضمیر کا ہے اسی طرح تَرَيْنَ کی یاء واحد مؤنث حاضر کی ضمیر ہے جبکہ جمع مؤنث حاضر میں یہ یاء حرف اصلی ہے شرط کے موقع پر جب ”تَرَيْنَ“ کے آخر میں نون ثقلیہ داخل کیا جائے تو علامت جزم کے طور پر نون اعرابی گر جائیگا اور یاء تانیث کو کسرہ دیا جائیگا تاکہ ہر قسم کے نون تاکید کیساتھ اس کی موافقت ہو جائے جیسا کہ اخشیں میں یاء کو کسرہ دیا گیا، مثال فَاَمَّا تَرَيْنَ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا۔

وَلَا يُجْعَلُ الْيَاءُ اِلْفًا الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: رَيَا میں یاء متحرک ماقبل مفتوح ہے لہذا یاء کو الف سے بدلنا چاہیے تھا کیوں نہیں بدلا گیا؟

﴿جواب﴾: چونکہ رَيَا تَرِيَانِ کے تابع ہے اور تَرِيَانِ میں یاء کو الف سے نہیں بدلا گیا جس کی وجہ ماقبل میں گزر

چکی ہے لہذا ”رَيَا“ میں بھی الف سے نہیں بدلا گیا واحد مذکر حاضر امر کا صیغہ ”رَ“ اِدْعُی سے بنتا ہے سکون کی وجہ سے یاء کو گرایا اور ہمزہ کی حرکت راء کو دے کر ہمزہ کو بھی حذف کر دیا راء کے متحرک ہونے کی وجہ سے پہلا ہمزہ بھی گرایا تو ”رَ“ بن گیا۔

﴿نوٹ﴾: امر بانون ثقلیہ میں یاء واپس آ جائیگی کیونکہ سکون باقی نہیں رہے گا جیسے رَيْنَ۔

وَلَمْ تُحْدَفْ وَاَوَّلُ الْجَمْعِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: بانون ثقیلہ یا خفیفہ کی صورت میں جمع کی واو بھی گر جاتی ہے رَوْنٌ میں کیوں نہیں گرائی گئی؟
 ﴿جواب﴾: یہ واو اس وقت گرتی ہے جب اس سے پہلے ضمہ ہو جیسے اُغْزُوْنَ اور اِرْدُمُوْنَ سے واو کو گرا کر اُغْزُنْ اور اِرْدُمُنْ پڑھتے ہیں۔

راء کا ہمزہ کیوں حذف نہیں کیا گیا؟

﴿سوال﴾: اسم فاعل راء کا ہمزہ کیوں حذف نہیں کیا گیا؟
 ﴿جواب﴾: چونکہ اسکے فعل یروی میں ہمزہ کو غیر قیاسی طور پر محض اس کے کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کیا گیا

لہذا، اسم فاعل، اسم مفعول اور اسم مکان وغیرہ میں اس کو حذف نہیں کیا جائے گا۔ بعض نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ چونکہ اس کا ما قبل الف ہے اور وہ حرکت کو قبول نہیں کرتا البتہ اسے سَأَلْ یَسْئَلْ کی طرح بین بین کر کے پڑھ سکتے ہیں۔
 ﴿نوٹ﴾: ہمزہ کے مخرج اور ہمزہ کی حرکت کے موافق حرف علت کے مخرج کے درمیان پڑھنا ”بین بین“ کہلاتا ہے۔

مَرُوءٌ ہمزہ کو حذف نہ کرنے کی وجہ:

﴿سوال﴾: اسم مفعول مَرُوءٌ کی تعلیل واضح کریں اور ہمزہ کو حذف نہ کرنے کی وجہ لکھیں۔
 ﴿جواب﴾: اسم مفعول میں مَرُوءٌ وئی تھا، واؤ اور یاء جمع ہوئے ان میں سے پہلا ساکن ہے لہذا واؤ کو یاء سے

بدل کر ادغام کیا مَرُوءٌ ہو گیا اب یاء کی مناسبت سے ہمزہ کو کسرہ دیا تو مَرُوءٌ ہو گیا۔
 یہاں ہمزہ کو حذف نہ کرنے (یعنی حذف واجب نہ ہونے) کی وجہ یہی ہے جو اسم فاعل کے ضمن میں ذکر کی گئی کہ چونکہ اس کے فعل میں ہمزہ کو غیر قیاسی طور پر حذف کیا گیا لہذا یہاں بطور واجب حذف نہیں کیا جاتا۔

﴿سوال﴾: وَلَا یَجِبُ حَذْفُ الِہْمَزَةِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
 ﴿جواب﴾: جب راء اسم فاعل میں ہمزہ حذف نہیں ہوا تو مَرُوءٌ (باب افعال کا اسم مفعول) جو اصل میں مَرُوءٌ

ہو گیا تھا، میں ہمزہ کو کیوں حذف کیا گیا؟
 ﴿جواب﴾: مجرد کے اسم فاعل و مفعول میں ہمزہ حذف نہیں کیا گیا کیونکہ ان کے فعل یعنی یری میں ہمزہ کو کثرت استعمال کی وجہ سے غیر قیاسی طور پر حذف کیا جاتا ہے اس لئے فعل اسم فاعل و مفعول وغیرہ کو اپنے تابع نہیں بناتا، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ اگر کسی کلمہ میں غیر قیاسی طور پر اعلال وغیرہ کیا جائے تو اس پر کسی اور کو قیاس نہیں کیا جاتا جبکہ باب افعال کے اسم مفعول

وغیرہ میں ہمزہ کو حذف کر دیا جاتا ہے کیونکہ انہیں اپنے فعل کی کثیر تابداری حاصل ہے، کیونکہ یہ ان کی طرح کثیر الاستعمال ہیں
وَإِذَا حُذِفَتِ الْهَمْزَةُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: جب ہمزہ کویری وغیرہ میں حذف کرتے ہیں تو آلہ اور ظرف وغیرہ میں بھی حذف کر سکتے ہیں یا نہیں؟
﴿جواب﴾: جی ہاں! آلہ اور ظرف وغیرہ میں بھی حذف کرنا جائز تو ہے لیکن یہ کثیر الاستعمال نہیں، لہذا ان میں ہمزہ کو حذف کرنا واجب نہیں، اور ہمزہ کو حذف کرنا مستعمل بھی نہیں۔

الْمَجْهُولُ رُءْيَا يَرَى الْخ: ماضی مجہول تابع ہے ماضی معلوم کے..... اسی وجہ سے اس میں تخفیف نہیں ہوتی، جیسے ماضی معلوم میں تخفیف نہیں ہوتی، اور مضارع مجہول! مضارع معلوم کے تابع ہے اس لئے مضارع معلوم کی طرح مجہول میں بھی تخفیف ہوتی ہے۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

﴿عبارت﴾: الْمَهْمُوزُ الْفَاءُ يَجِيءُ مِنْ خَمْسَةِ أَبْوَابٍ نَحْوُ أَخَذَ يَأْخُذُ وَأَدَبَ يَأْدُبُ
وَأَهَبَ يَأْهَبُ وَارْجَ يَارْجُ وَأَسْلَ يَأْسُلُ وَالْمَهْمُوزُ الْعَيْنُ يَجِيءُ مِنْ ثَلَاثَةِ أَبْوَابٍ نَحْوُ رَأَى
يَرَى وَيَيْسَسُ يَيْسَسُ وَلَوْمْ يَلُومُ وَالْمَهْمُوزُ اللَّامُ يَجِيءُ مِنْ أَرْبَعَةِ أَبْوَابٍ نَحْوُ هُنَا يَهْنِيءُ
وَسَبَّأَ يَسْبَأُ وَصَدَى يَصْدِيءُ وَجَرَّوْ يَجْرُو وَلَا يَجِيءُ فِي الْمَضَاعِفِ إِلَّا الْمَهْمُوزُ الْفَاءُ
نَحْوُ أَنْ يَأْنٍ وَلَا تَقَعُ الْهَمْزَةُ مَوْضِعَ حُرُوفِ الْعِلَّةِ وَمِنْ ثَمَّ لَا يَجِيءُ فِي الْمِثَالِ
إِلَّا الْمَهْمُوزُ الْعَيْنُ وَاللَّامُ نَحْوُ أَدَوْ جَاوْ وَفِي الْأَجُوفِ إِلَّا الْمَهْمُوزُ الْفَاءُ وَاللَّامُ نَحْوُ أَنْ وَجَاءَ
وَفِي النَّاقِصِ إِلَّا الْمَهْمُوزُ الْفَاءُ وَالْعَيْنُ نَحْوُ أَرَى وَرَأَى وَفِي اللَّفِيفِ الْمَفْرُوقِ
إِلَّا الْمَهْمُوزُ الْعَيْنُ نَحْوُ أَوَى وَفِي الْمَقْرُونِ إِلَّا الْمَهْمُوزُ الْفَاءُ نَحْوُ أَوَى وَتَكْتُبُ الْهَمْزَةُ فِي
الْأَوَّلِ عَلَى صُورَةِ الْأَلِفِ فِي كُلِّ الْأَحْوَالِ نَحْوُ أَبْ وَأَمَّ وَأَبْلَ لِخَفَةِ الْأَلِفِ وَقُوَّةِ الْكَاتِبِ
عِنْدَ الْإِبْتِدَاءِ عَلَى وَضْعِ الْحَرَكَاتِ وَفِي الْوَسْطِ إِذَا كَانَتْ سَاكِنَةً عَلَى وَفْقِ
حَرَكَةٍ مَاقْبَلَهَا نَحْوُ أَسْ وَلَوْمْ وَذِئْبٌ لِلْمُشَاكَلَةِ إِذَا كَانَتْ فِي آخِرِ الْكَلِمَةِ تَكْتُبُ عَلَى وَفْقِ
حَرَكَةٍ مَاقْبَلَهَا لَا عَلَى وَفْقِ حَرَكَةِ نَفْسِهَا لِأَنَّ الْحَرَكَةَ الطَّرْفِيَّةَ عَارِضِيَّةٌ نَحْوُ
قَرَأَوْ جَرَوْ وَفَتِيءٌ وَإِذَا كَانَتْ مَاقْبَلَهَا سَاكِنًا لَا تَكْتُبُ عَلَى صُورَةِ شَيْءٍ لَطَرَوْ حَرَكَتِهَا وَعَدَمَ
حَرَكَتِ مَاقْبَلَهَا نَحْوُ حَبْءٍ وَدَفْءٍ وَبُرْءٍ۔

”مہموز الفاء پانچ ابواب سے آتا ہے..... جیسے أَخَذَ يَأْخُذُ، أَدَبَ يَأْدُبُ، أَهَبَ يَأْهَبُ، اِرْجَ يَارْجُ، أَسْلَ
يَأْسُلُ اور مہموز العین تین ابواب سے آتا ہے نَحْوُ رَأَى يَرَى، يَيْسَسُ يَيْسَسُ، وَلَوْمْ يَلُومُ اور مہموز اللام چار

ابواب سے آتا ہے جیسے هُنَا يَهْنَأُ، سَبَا يَسْبَأُ، صَدِي يَصْدِي، جَرِي يَجْرِي اور مضاعف میں صرف مہوز الفاء جیسے اَنَّ يَأَنَّ..... اور اہم بات یہ ہے کہ ہمزہ حروف علت کی جگہ واقع نہیں ہوتا اور اسی وجہ سے وہ مثال میں صرف مہوز العین اور مہوز اللام آتا ہے جیسے وَأَذْ، وَجَأْ..... اور اجوف میں صرف مہوز الفاء اور لام سے آتا ہے جیسے اَنَّ اور جَاءْ اور ناقص میں صرف مہوز الفاء سے آتا ہے نحو اَرَى، رَاً اور لفیف مفروق میں صرف مہوز الفاء سے آتا ہے جیسے وَأَلْ اور لفیف مقرون میں صرف مہوز الفاء سے آتا ہے جیسے اَوَى اور شروع میں ہمزہ لکھا جاتا ہے اور تمام احوال میں الف کی صورت پر جیسے اَبْ، اَمْ، اِبْلُ الف کے خفیف ہونے اور لکھنے والے کی قوت کی وجہ سے ابتداء کے وقت الف پر حرکت رکھنے پر اور درمیان میں اس وقت جبکہ ساکن ہو اور اپنے ماقبل کی حرکت کے موافق ہو، جیسے رَأْسٌ، لَوْمٌ، ذَنْبٌ، مشاکلہ کی وجہ سے اور جب متحرک ہو اور اپنی ذاتی حرکت کے موافق ہو یہاں تک کہ اس کی حرکت معلوم ہو جائے۔ جیسے سَأَلَ، لَوْمٌ، سَنِمَ اور جب وہ کلمہ کے آخر میں ہو تو وہ اپنے ماقبل کی حرکت مطابق لکھا جائے گا نہ کہ اپنی ذاتی حرکت کے موافق اس لیے کہ طرف کی حرکت عارضی ہوتی ہے جیسے، قَرَأَ، جَرَوْ، فَتَيَّ اور جب اس کا ماقبل ساکن ہو تو اسے ہمزہ کی حرکت کے مطابق حرف علت کی شکل میں لکھا نہیں جاتا کہ ہمزہ کی حرکت برطرف اور عارضی ہے، اس کا کوئی اعتبار نہیں، جیسے خَبَّءُ (چھپانا) دَفَّءُ (سخت گرمی) بَرَّءُ (بری ہونا)۔“

﴿تشریح﴾:

اَلْمَهْمُوزُ الْفَاءُ يَجِيءُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرتا ہے کہ مہوز الفاء سے پانچ باب آتے ہیں..... مہوز العین سے تین..... اور مہوز اللام سے چار باب آتے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہیں۔

مہوز الفاء سے آنے والے ابواب:

مہوز الفاء! مندرجہ ذیل پانچ ابواب سے آتا ہے۔

نمبر شمار	ابواب	امثلہ	معانی
1	نَصَرَ يَنْصُرُ	أَخَذَ يَأْخُذُ	پکڑنا
2	ضَرَبَ يَضْرِبُ	أَدَبَ يَأْدِبُ	دعوت کا کھانا تیار کرنا
3	فَتَحَ يَفْتَحُ	أَهَبَ يَأْهَبُ	ثابت ہونا
4	سَمِعَ يَسْمَعُ	أَرَجَ يَأْرَجُ	خوشبودینا
5	كَرَّمَ يَكْرُمُ	أَسْلَ يَأْسُلُ	نرم و ہموار ہونا

مہوز العین سے آنے والے ابواب:

مہوز العین: مندرجہ ذیل تین ابواب سے آتا ہے۔

نمبر شمار	ابواب	امثلہ	معانی
1	فَتَحَ يَفْتَحُ	رَأَى يَرَى	دیکھنا
2	سَمِعَ يَسْمَعُ	يَسَّ يَسْسُ	مایوس ہونا
3	كَرُمَ يَكْرُمُ	لَوُمَ يَلُومُ	ذلیل ہونا

مہوز اللام سے آنے والے ابواب:

مہوز اللام مندرجہ ذیل چار ابواب سے آتا ہے۔

نمبر شمار	ابواب	امثلہ	معانی
1	ضَرَبَ يَضْرِبُ	هَنَأَ يَهْنِئُ	خوراک کا خوشگوار ہونا
2	سَمِعَ يَسْمَعُ	صَدَى يَصْدَى	لوہے کا رنگ آلود ہونا
3	فَتَحَ يَفْتَحُ	سَبَأَ يَسْبَأُ	شراب کو پینے کے لئے خریدنا
4	كَرُمَ يَكْرُمُ	جَرَوُ يَجْرُو	دلیر ہونا

کیا مضاعف اور مہوز اکٹھے ہو سکتے ہیں؟

وَلَا يَجِئُ فِي الْمُضَاعَفِ النُّونُ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: کیا مضاعف اور مہوز اکٹھے ہو سکتے ہیں؟

﴿جواب﴾: مضاعف! ثلاثی میں صرف مہوز الفاء کے ساتھ جمع ہوتا ہے اَنَّ يَأْنُ اِنْيَا۔

کیا معتل اور مہوز اکٹھے ہو سکتے ہیں؟

وَلَا تَقَعُ الْهَمْزَةُ مَوْضِعَ النُّونِ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: کیا معتل اور مہوز اکٹھے ہو سکتے ہیں؟

﴿جواب﴾: جی ہاں! ایک فعل یا اسم معتل اور مہوز دونوں ہو سکتا ہے لیکن اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مثال مہوز

الفاء نہیں ہو سکتی اجوف مہوز العین نہیں ہو سکتا اور ناقص مہوز اللام نہیں ہو سکتا، یعنی جس جگہ حرف علت ہوگا وہاں ہمزہ نہیں ہوگا اسی لفیف مقرون میں صرف فاء کلمہ کی جگہ ہمزہ ہوتا ہوا ولفیف مفروق میں صرف عین کلمہ کی جگہ ہمزہ ہو سکتا ہے۔

ہمزہ لکھنے کی کیا صورتیں ہیں؟

وَكُتِبَ الْهَمْزَةُ فِي الْأَوَّلِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ہمزہ لکھنے کی کیا صورتیں ہیں؟

جواب: اگر ہمزہ شروع میں ہو تو ہر حال میں الف کی صورت میں لکھا جائیگا جیسے اَب، اُم، اِبْل کیونکہ الف

خفیف ہوتا ہے اور ابتداء میں حرکت ڈالنے کے سلسلہ میں کاتب قوی ہوتا ہے۔

(۲): ہمزہ درمیان میں ہو اور ساکن ہو تو اس صورت میں ماقبل حرف کی حرکت کے موافق حرف علت کی شکل میں لکھا جائیگا جیسے رَأْس، لَوْم، ذَنْب وغیرہ۔

(۳): ہمزہ درمیان میں ہو اور ساکن ہو تو اس صورت میں ماقبل حرف کی حرکت کے موافق حرف علت کی شکل میں لکھا جائیگا جیسے سَمَاء، لَوْم، سَنَم وغیرہ ایسا اسلئے کرتے ہیں کہ اس کی اپنی حرکت کا علم ہو جائے۔

(۴): ہمزہ کلمہ کے آخر میں ہو تو اس صورت میں ہمزہ کو ماقبل حرف کی حرکت کے موافق حرف علت کی شکل میں لکھا جائیگا اس کی اپنی حرکت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ حرف طرفیہ عارضی ہے جیسے قَرَأَ، جَرَأَ، فَتَيَ وغیرہ۔

(۵): ہمزہ آخر میں ہو اور اس کا ماقبل ساکن ہو تو اس صورت میں کسی بھی حرف کی شکل میں نہیں لکھا جائے گا کیونکہ ہمزہ کی اپنی حرکت عارضی ہے اور ماقبل ساکن ہے مثلاً خَبْ (چھپانا)..... دَفْء (سخت گرمی)..... اور بُرء (بری ہونا)۔

ان مثالوں میں ہمزہ کی علامت لکھی گئی ہے کیونکہ یہ ہمزہ کی اصلی شکل نہیں ہے وہ حروف لین کی صورت میں لکھا جاتا ہے۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

مثال کا بیان

﴿عبارت﴾: الْبَابُ الرَّابِعُ فِي الْمِثَالِ وَيُقَالُ لِلْمُعْتَلِ الْفَاءِ مِثَالٌ لِأَنَّ مَاضِيَهُ مِثْلُ مَاضِي الصَّحِيحِ وَقِيلَ لِأَنَّ أَمْرَهُ مِثْلُ أَمْرِ الْأَجُوفِ نَحْوُ عَدَوَزَنْ وَهُوَ يَجِيءُ مِنْ خَمْسَةِ أَبْوَابٍ وَلَا يَجِيءُ مَنْ فَعَلَ يَفْعُلُ إِلَّا وَجَدَ يَجْدُفِي لُغَةً بِنِي عَامِرٍ فَحُذِفَ الْوَاوُ فِي يَجْدُفِي لُغَتِهِمْ لِثِقَلِ الْوَاوِ مَعَ ضَمَّةٍ مَابَعْدَهَا وَقِيلَ هَذِهِ لُغَةٌ ضَعِيفَةٌ فَاتَّبَعَ لِيَعْدُفِي الْحَذْفِ وَحُكْمُ الْوَاوِ وَالْيَاءِ إِذَا وَقَعَتَا فِي أَوَّلِ الْكَلِمَةِ كَحُكْمِ حَرَفِ الصَّحِيحِ نَحْوُ وَعَدَوْ وَعَدَوْ وَقَرَوِ يَنْعَ لِقُوَّةِ الْمُتَكَلِّمِ عِنْدَ الْإِبْتِدَاءِ وَقِيلَ إِنَّ الْإِعْلَالَ إِنَّمَا يَكُونُ بِالسُّكُونِ أَوْ بِالْقَلْبِ إِلَى حَرَفِ الْعِلَّةِ أَوْ بِالْحَذْفِ وَثَلَاثَتُهَا لَا تُمْكِنُ أَمَّا السُّكُونُ فَلِتَعَدُّهُ لِأَنَّهُ مُبْتَدَأٌ أَوْ الْإِبْتِدَاءُ مِنَ السَّاكِنِ مُتَعَدُّ وَكَذَا الْقَلْبُ لِأَنَّ الْمَقْلُوبَ بِهِ غَالِبًا يَكُونُ بِحَرَفِ الْعِلَّةِ السَّاكِنَةِ وَأَمَّا الْحَذْفُ فَلِنَقْصَانِهِ مِنَ الْقَدْرِ الصَّالِحِ فِي الثَّلَاثِي وَأَمَّا فِي الْمَزِيدِ فَلِاتِّبَاعِ الثَّلَاثِي فِي الزَّوَائِدِ نَحْوَ أَوْلَجَ يُولِجُ إِيْلَا جَاوَلَا يَعْوِضُ بِالتَّاءِ فِي الْأَوَّلِ وَالْآخِرِ حَتَّى لَا يَلْتَبَسَ بِالْمُسْتَقْبَلِ وَالْمَصْدَرِ فِي نَفْسِ الْحُرُوفِ وَمِنْ ثَمَّ لَا يَجُوزُ ادْخَالُ التَّاءِ فِي الْأَوَّلِ فِي الْعِدَّةِ لِلِالْتِبَاسِ بِالْمُسْتَقْبَلِ وَيَجُوزُ فِي التَّكْلَانِ لِعَدَمِ الْإِلْتِبَاسِ وَعِنْدَ سَبْيُوهِ يَجُوزُ حَذْفُ التَّاءِ كَمَا فِي قَوْلِ الشَّاعِرِ ع وَخَلَفُوكَ عِدَا أَمْرًا لَدِي وَعَدُوا لِأَنَّ التَّعْوِضَ مِنَ الْأُمُورِ الْجَائِزَةِ عِنْدَهُ وَعِنْدَ الْفَرَاءِ لَا يَجُوزُ الْحَذْفُ لِأَنَّهَا عَوِضٌ مِنَ الْحُرُوفِ الْأَصْلِيَّةِ إِلَّا فِي الْإِضَافَةِ لِأَنَّ الْإِضَافَةَ تَقُومُ مَقَامَهَا وَكَذَلِكَ حُكْمُ الْإِقَافَةِ وَالِاسْتِقَامَةِ وَنَحْوِهِمَا وَمِنْ ثَمَّ حُذِفَتِ التَّاءُ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَأَقَامِ الصَّلَاةَ وَتَقُولُ فِي الْحَقِ الضَّمَائِرِ وَعَدُوا وَعَدُوا إِلَى آخِرِهِ وَيَجُوزُ فِي وَعَدْتُ إِدْغَامُ الدَّالِ فِي التَّاءِ لِقُرْبِ الْمَخْرَجِ الْمُسْتَقْبَلِ يَعْدُ إِلَى آخِرِهِ أَصْلُهُ يُوْعِدُ فَحُذِفَ الْوَاوُ لِأَنَّهُ يَلْزَمُ الْخُرُوجُ مِنَ الْكُسْرَةِ التَّقْدِيرِيَّةِ إِلَى الضَّمَّةِ التَّقْدِيرِيَّةِ إِلَى الْكُسْرَةِ الْحَقِيقَةِ وَمِثْلُ هَذَا ثَقِيلٌ وَمِنْ ثَمَّ لَا يَجِيءُ لُغَةً عَلَى وَزْنِ فَعْلٍ وَفِعْلٍ إِلَّا حَبْكٌ وَدُئِلٌ وَحَذِفَ فِي تَعَدُّوْا خَوَاتِمَهُ

اَيْضًا لِّلْمُشَاكَلَةِ وَحُذِفَ فِي مِثْلِ يَضَعُ لِأَنَّ أَصْلَهُ يَوْضَعُ فَحُذِفَ الْوَاوُ ثُمَّ جُعِلَ تَضَعُ مَفْتُوحًا نَظَرًا إِلَى حَرْفِ الْخَلْقِ لِأَنَّ حَرْفَ الْخَلْقِ ثَقِيلٌ وَالْكَسْرَةُ اَيْضًا ثَقِيلَةٌ فَأَبْدَلَتْ الْكَسْرَةَ فَتَحَةً وَلَا تُحَذَفُ فِي يَوْعِدُ لِأَنَّ أَصْلَهُ يَاوَعِدُ الْأَمْرُ عِدَالِي إِخْرِهِ الْفَاعِلُ وَاعِدُ الْمَفْعُولُ مَوْعِدُ الْمَوْضِعِ مَوْعِدُ الْآلَةِ مِيعَدُ أَصْلُهُ مَوْعِدُ فَقِيلَتْ الْوَاوُ يَاءٌ لِّكَسْرَةِ مَا قَبْلَهَا وَهُمْ يَقْلُبُونَ بِالْحَاجِزِ فِي نَحْوِ قَنِيةٍ فَبَغِيرِ حَاجِزٍ يَكُونُ أَقْلَبَ.

ترجمہ: چوتھا باب مثال کے بیان میں ہے ”معتل فاء کو مثال اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی ماضی ہمیشہ صحیح کی ماضی مثل ہوتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا امر اجوف کے امر کی طرح ہوتا ہے، جیسے عِدُ اور زِنُ اور مثال پانچ ابواب سے آتا ہے اور فَعَلَ یَفْعَلُ سے نہیں آتا مگر وَجَدَ یَجِدُ بنی عامر کی لغت میں آتا ہے، پس ان کی لغت میں اس کی ا کو مابعد کے ضمہ کی وجہ سے ثقل کے لازم آنے کی وجہ سے حذف کر دیا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لغت ضعیف ہے پس آپ حذف کرنے میں یَعِدُ کی اتباع کریں اور وہ واؤ اور یاء جو کہ کلمہ کے شروع میں واقع ہوں ان کا حکم صحیح کے حکم کی طرح ہیں۔ جیسے وَعَدَ، وَعَدَ، وَقَرَّ، یَنْعَ، ابتداء کے وقت متکلم کی قوت کی وجہ سے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اعلال صرف سکون کی وجہ سے یا حرف علت کی طرف قلب کی وجہ سے یا حذف کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس کی ثلاثت ممکن نہیں ہے۔ بہر حال سکون جو ہے وہ تو اس کے محذّر ہونے کی وجہ سے ہے، اس لیے کہ اس سے ابتداء ہوتی ہے اور ساکن سے ابتداء مشکل ہوتی ہے اور اسی طرح ہی قلب ہے اس لیے کہ وہ حرف جس کو بدلا جاتا ہے اکثر اوقات حرف علت ساکن ہوتا ہے اور جبکہ حذف وہ اس وجہ سے ثلاثی میں درست مقدار سے کم ہو جانے کی وجہ سے۔

اور جبکہ مزید فیہ میں حروف زوائد میں ثلاثی کی اتباع کی وجہ سے جیسے اَوَّلَجَ یَوُلِّجُ اِبْلَاجًا اور تاء کے عوض میں شروع یا آخر میں کوئی چیز نہیں لائی جاتی تاکہ نفس حروف میں مستقبل کے شروع میں اور مصدر کے آخر میں التباس لازم نہ آئے۔ اسی وجہ سے عِدَّة کے شروع تاء کا داخل کرنا جائز نہیں ہے مستقبل کے ساتھ التباس کی وجہ سے اور جبکہ التَّكْلَانِ میں یعنی اس کے شروع باء کو داخل کرنا جائز ہے التباس کے لازم نہ آنے کی وجہ سے اور سیبویہ کے نزدیک تاء کا حذف کرنا جائز جیسا کہ شاعر کے قول میں ہے وَأَخْلَفُوكَ عِدَا الْأَمْرِ الَّذِي وَعَدُوا (انہوں نے تمہارے ساتھ جن معاملات پر وعدہ کیا تھا اس کی مخالفت کی) اس لیے کہ کسی عوض میں حرف کو لانا یہ امور جائزہ میں سے ہے سیبویہ کے نزدیک جبکہ فراء کہتے ہیں کہ حذف کرنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ عوض حرف اصلی سے ہوتا ہے مگر اضافت میں، اس لئے کہ اس کے قائم مقام ہوتی ہے اور اسی طرح اِقَامَةٌ اِسْتِقَامَةٌ اور ان دونوں کی مثل کا حکم ہے اور اسی وجہ تاء حذف کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول وَاقِمْ الصَّلَاةَ اور آپ ضمیروں کے الحاق کے وقت

یوں کہیں گے وَعَدَ، وَعَدَا، وَعَدُوا الخ اور وَعَدْتُ میں دال کا تاء میں ادغام جائز ہے مخرج کے قریب ہونے کی وجہ سے، مستقبل یَعِدُ الخ اس کی اصل یَاوُعِدُ ہے پس واؤ کو حذف کر دیا گیا، اس لیے کہ کسرہ تقدیری سے ضمہ تقدیری کی طرف خروج لازم آتا ہے اور اس طرح ضمہ تقدیری سے کسرہ تقدیری کی طرف خروج لازم آتا ہے اور اسی کی مثل ثقیل ہے اور اس وجہ سے کوئی لغت فَعَلُ اور فَعِلُ کے وزن پر نہیں آتی مگر جَبُکُ اور دُنُلُ میں اور تعد اور اس کے اخوات میں بھی مشاکلت کی وجہ سے حذف کر دیا گیا تَضَعُ کی مثل میں بھی حذف کر دیا گیا اس لیے اس کی اصل تَوَضَعُ ہے، پس واؤ کو حذف کر دیا گیا پھر تَضَعُ کو مفتوح بنا دیا گیا حرف حلقی کی طرف غور و فکر کرتے ہوئے اس لیے ہ حرف حلقی ثقیل ہے اور کسرہ بھی ثقیل ہے پس کسرہ کو فتح سے بدل دیا گیا اور یَاوُعِدُ میں واؤ کو حذف نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ اس کی اصل یَاوُعِدُ آتی ہے جو کہ بات افعال سے ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ اس سے امر عِدُ الخ اسم فاعل وَاِعِدْ اسم مفعول مَوْعُوذٌ، اسم ظرف مَوْعِدٌ اور اسم آلہ مِیْعِدٌ آتا ہے کہ جس کی اصل مَوْعِدُ ہے واؤ کو ماقبل کے کسرہ کی وجہ سے یاء سے بدل دیا حالانکہ اہل عرب قَنِیۃً جیسی مثال میں حجاز کے ساتھ سے تبدیل کرتے ہیں پس بغیر حجاز کے قلب زیادہ مناسب ہے۔

﴿تشریح﴾:

وَيَقَالُ لِلْمُعْتَلِ الْفَاءُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

مثال کی وجہ تسمیہ:

﴿سوال﴾: مثال کو مثال کیوں کہا جاتا ہے؟

﴿جواب﴾: چونکہ معتل الفاء کی ماضی! صحیح کی ماضی کی طرح ہوتی ہے یعنی اس میں تعلیل نہیں ہوتی، پس اسی

مماثلت کی وجہ سے اسے مثال کہتے ہیں۔

☆ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کا امر اجوف کے امر کے مثل ہوتا ہے جیسے زَانٌ يَزِينُ اور وَزَنٌ يَزِنُ سے امر کا صیغہ "زَنٌ" آتا ہے گویا معتل الفاء کا امر اجوف کے امر کی مثل ہے اس مثلیت کی بناء پر اسے مثال کہتے ہیں۔

مثال کتنے اور کون سے ابواب سے آتا ہے؟

وَهُوَ يَجْنِيءُ مِنْ خَمْسَةِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: مثال کتنے اور کون کون سے ابواب سے آتا ہے؟

﴿جواب﴾: مثال پانچ ابواب سے آتا ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

نمبر شمار	ابواب	امثله	معانی
1	ضَرَبَ يَضْرِبُ	وَعَدَّ يَعْدُ	وعدہ کرنا
2	سَمِعَ يَسْمَعُ	وَجَلَّ يُوْجِلُّ	ڈرنا
3	فَتَحَ يَفْتَحُ	وَجَعَ يُوْجِعُ	درد مند ہونا
4	كَرَّمَ يَكْرُمُ	وَجَّهَ يُوْجِهُ	عالی مرتبہ ہونا
5	حَسِبَ يَحْسِبُ	وَرِثَ يَرِثُ	وارث بننا

❁ صرف فَعَلَ يَفْعُلُ سے نہیں آتا..... البتہ بنوعا مرکی لغت میں ”وَجَدَّ يَجْدُ“ فَعَلَ يَفْعُلُ سے آتا ہے ان کے نزدیک يُوْجِدُ سے واؤ کو گرایا گیا کیونکہ واؤ بھی ثقیل ہے لیکن دوسرے لوگ اس لغت کو ضعیف قرار دیتے ہوئے اس کا اعتبار نہیں کرتے اور يَعْدُ کی اتباع میں واؤ کو حذف کرتے ہیں اگرچہ وہ قاعدہ یہاں پایا جاتا یعنی واؤ، یا اور کسرہ کے درمیان واقع نہیں ہوتی۔

کلمہ کے شروع میں واؤ اور یاء واقع ہو تو ان کا حکم:

وَحُكْمُ الْوَاوِ وَالْيَاءِ إِذَا وَقَعَتَا الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: کلمہ کے شروع میں واؤ اور یاء واقع ہو تو ان کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾: کلمہ کے شروع میں واؤ اور یاء کا حکم وہی ہے جو حرف صحیح کا ہے یعنی تعلیل نہیں ہوگی

جیسے وَعَدَوْعَدَ، وَقَرَّاور يَنْعَ وغیرہ۔

بِقُوَّةِ الْمُتَكَلِّمِ عِنْدَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اس کی وجہ کیا ہے کہ ان حروف کے حرف علت ہونے کے باوجود تعلیل نہیں ہوتی؟

﴿جواب﴾: اس کی دو وجوہات ہیں۔

(۱): چونکہ ابتداء میں متکلم کو قوت حاصل ہوتی ہے لہذا وہ ثقل محسوس نہیں کرتا۔

(۲): اعلال کی تین صورتیں ہیں۔ ساکن کرنا، دوسرے حرف سے بدلنا، حذف کرنا۔

یہ تینوں یہاں ناممکن ہیں کیونکہ سکون کی صورت میں ساکن سے ابتداء محال ہے اور اگر دوسرا حرف علت سے بدلا جائے تو وہ بھی عام طور پر ساکن ہوتا ہے لہذا اس صورت میں بھی ساکن سے ابتداء لازم آئے گی اور اگر اسے حذف کر دیا جائے تو ثلاثی مجرد میں قدر صالح سے حرف کم ہو جائیگے اور ثلاثی مزید فیہ میں اگرچہ حروف کم نہیں ہوتے لیکن ثلاثی مجرد کی اتباع کی جائے۔

وَلَا يَعْوَضُ بِالتَّاءِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: حرف علت کو گرا کر اس کی جگہ تاء کو لایا جاسکتا ہے جس طرح مصدر میں کیا گیا ہے؟

﴿جواب﴾: تاء لانے کی دو صورتیں ہوتی ہیں اور دونوں صورتوں میں التباس لازم آتا ہے۔

(۱): اگر شروع میں التباس لائی جائے تو مضارع سے التباس لازم آئے گا۔

(۲): اگر آخر میں التباس لائی جائے تو مصدر سے التباس لازم آئے گا۔

وَيَجُوزُ فِي التَّكْلَانِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: آپ کے بیان کردہ ضابطہ کے مطابق مصدر کے شروع میں تاء لگانے سے مضارع سے التباس

لازم آتا ہے یہ صحیح نہیں کیونکہ تَکْلَانِ میں تاء مصدر کے شروع میں لگائی گئی ہے؟

﴿جواب﴾: یہاں مضارع کیساتھ التباس کا کوئی ڈر نہیں کیونکہ مضارع اس وزن پر نہیں آتا۔

مصدر کے آخر میں لائی گئی تاء کا حذف:

وَعِنْدَ سَيَوِيهِ يَجُوزُ حَذْفُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: کیا مصدر کے آخر میں لائی گئی تاء کو حذف کیا جاسکتا ہے؟

﴿جواب﴾: سیبویہ کے نزدیک مصدر کے آخر میں لائی گئی تاء تائے عوض کو حذف کرنا جائز ہے جیسا کہ ایک

شعر میں ”وَأَخْلَفُوكَ عِدَّ الْأَمْرِ الَّذِي وَعَدُوا“ یہاں پر عِدَّ الْأَمْرِ میں عِدَّة کی تاء کو گرا دیا گیا، سیبویہ کی دلیل یہ ہے کہ کسی

حرف کے عوض میں حرف لانا جائز ہے، واجب نہیں۔ لیکن فرا کے نزدیک حرف عوض یہ کو حذف کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ

حرف اصلی کے عوض میں آتا ہے سیبویہ کی طرف سے پیش کی گئی مثال کا جواب فرماتے یوں دیا ہے کہ اضافت میں حرف عوض کو

گرا سکتے ہیں کیونکہ مضاعف الیہ اس حرف کا قائم مقام ہو جاتا ہے الْقَائِمَةُ، وَالْإِسْتِقَامَةُ اور اس کے مثل صیغوں میں یہی حکم ہو

گا یعنی اضافت کی وجہ سے عوض میں لایا گیا حرف گر سکتا ہے ورنہ نہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں اِقَامَةِ الصَّلَاةِ کی بجائے

اِقَامَ الصَّلَاةِ آتا ہے۔

وَيَجُوزُ فِي وَعَدْتُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ”وَعَدْتُ“ میں ادغام کیوں کیا گیا؟

﴿جواب﴾: وَعَدْتُ میں چونکہ دال اور تاء قریب الخرج ہیں اس لئے دال کو تاء سے بدل کر ادغام کرنا جائز ہے۔

يَعِدُّ إِلَىٰ أَخِيهِ أَصْلُهُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: يَعِدُّ کی تعلیل بیان کریں۔

﴿جواب﴾: يَعِدُّ اصل میں يَوْعِدُ تھا یا ع کسرہ تقدیری ہے واؤ ضمہ تقدیری ہے اور اس کے بعد عین کے نیچے کسرہ

حقیقی ہے چونکہ کسرہ تقدیری سے ضمہ تقدیری ہے اور ضمہ تقدیری سے کسرہ حقیقی کی طرف خروج لازم آتا ہے اور عرب اسے ثقیل

سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے فَعْلٌ اور فُعْلٌ کے وزن پر کوئی لغت نہیں آتی سوائے جَبْكَ اور وُئِلْ کے، لہذا واؤ کو گرا دیا۔
حَذَفَ فِي تَعْدُوَ أَخَوَاتِهِ النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: تَعْدُوَ اور اس کے اخوات میں یہ ثقیل نہیں تھا پھر کیوں واؤ کو حذف کیا گیا؟

﴿جواب﴾: محض يَعْدُوَ کی اتباع کرتے ہوئے۔

وَحَذَفَ فِي مِثْلِ يَضَعُ النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: يَضَعُ میں واؤ کو کیوں حذف کیا گیا جبکہ یہاں عین کلمہ مکسور نہیں بلکہ مفتوح ہے؟

﴿جواب﴾: يَضَعُ اصل میں يَوْضَعُ تھا، عین کلمہ مکسور تھا لہذا يَعْدُوَ کی طرح یہاں بھی واؤ کو گرا دیا اب يَضَعُ ہو گیا چونکہ کسرہ بھی ثقیل ہے اور عین حرف حلقی بھی ثقیل ہے لہذا اس ثقیل کو دور کرنے کیلئے کسرہ کو فتح سے بدلا تو يَضَعُ ہو گیا۔

وَلَا تَحْذَفُ فِي يُوْعِدُ النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: يُوْعِدُ میں واؤ کو حذف کیوں نہیں کرتے؟

﴿جواب﴾: يُوْعِدُ جو اصل میں يَأْوِعِدُ تھا اس میں واؤ کو حذف نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہاں وہ سبب نہیں پایا گیا جو يُوْعِدُ میں تھا یعنی واؤ یاء، اور کسرہ کے درمیان واقع نہیں ہوئی۔ اسم آلہ مِيعِدُ اصل میں مَوْعِدُ تھا واؤ کسرہ کے بعد واقع ہوئی اسے یاء سے بدل دیا کیونکہ اہل عرب کے ہاں کسرہ اور واؤ ساکن کے درمیان کوئی رکاوٹ ہو تو پھر بھی واؤ کو یاء سے بدل دیتے ہیں جیسے قَنِیۃ اصل میں قَنُوءۃ تھا کسرہ اور واؤ کے درمیان نون کی رکاوٹ تھی پھر بھی واؤ کو یاء سے بدل دیا تو یہاں درمیان میں رکاوٹ بھی نہیں لہذا بدرجہ اولیٰ واؤ کو یاء سے بدلا جائیگا۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

اجوف کا بیان

﴿عبارت﴾: الْبَابُ الْخَامِسُ فِي الْأَجُوفِ وَيُقَالُ لَهُ أَجُوفٌ لِيُخْلَوْ جُوفُهُ عَنِ الْحَرْفِ الصَّحِيحِ وَيُقَالُ لَهُ ذُو الثَّلَاثَةِ لِصَيَرُورَتِهِ عَلَى ثَلَاثَةِ أَحْرَفٍ فِي الْمَاضِي الْمُتَكَلِّمِ تَحَوُّقُلْتُ وَبَعْتُ وَهُوَ يَجِيءُ مِنْ ثَلَاثَةِ أَبْوَابٍ نَحْوُ قَالَ يَقُولُ وَبَاعَ يَبِيعُ وَخَافَ يَخَافُ وَأَمَّا طَالَ يَطُولُ فَهُوَ طَوِيلٌ مِنْ كَرَمٍ يَكْرُمُ فَلُغَةً بَنِي تَمِيمٍ فِي هَذَا الْبَابِ وَقَالَ بَعْضُ الصَّرْفِيِّينَ أَصْلًا شَامِلًا فِي بَابِ الْإِعْلَالِ يَخْرُجُ جَمِيعُ الْمَسَائِلِ مِنْهُ وَهُوَ قَوْلُهُمْ أَنَّ الْإِعْلَالَ فِي حُرُوفِ الْعِلَّةِ فِي غَيْرِ الْفَاءِ يَتَصَوَّرُ عَلَى سِتَّةَ عَشَرَ وَجْهًا لِأَنَّهُ يَتَصَوَّرُ فِي حُرُوفِ الْعِلَّةِ أَرْبَعَةً أَوْجُهُ الْحَرَكَاتِ الثَّلَاثِ وَالسُّكُونِ وَفِيمَا قَبْلَهَا أَيْضًا كَذَلِكَ فَاضْرِبِ الْأَرْبَعَةَ فِي الْأَرْبَعَةِ حَتَّى يَحْصُلَ لَكَ سِتَّةَ عَشَرَ وَجْهًا ثُمَّ أَتْرَكَ السَّائِكَةَ الَّتِي فَوْقَهَا سَاكِنٌ لَتَعَذَّرَ اجْتِمَاعُ السَّائِكَيْنِ فَبَقِيَ لَكَ سِتَّةَ عَشَرَ وَجْهًا الْأَرْبَعَةُ إِذَا كَانَ مَا قَبْلَهَا مَفْتُوحًا نَحْوُ الْقَوْلِ وَبِيعَ وَخُوفٌ وَطُولٌ وَلَا يَعْلُ الْأُولَى لِأَنَّ حَرْفَ الْعِلَّةِ إِذَا سَكَنَتْ جَعَلَتْ مِنْ جَنْسِ حَرَكَةِ مَا قَبْلَهَا لِئِنْ عَرَبِيَّةً السَّائِكِينَ وَاسْتِدْعَاءِ مَا قَبْلَهَا نَحْوُ مِيزَانٍ أَصْلُهُ مُوزَانٌ وَيُوسِرُ أَصْلُهُ يُيسِرُ إِذَا انْفَتَحَ مَا قَبْلَهَا لَا تَقْلُبُ لِخِفَةِ الْفَتْحَةِ وَالسُّكُونِ وَعِنْدَهُمْ يَجُوزُ الْقَلْبُ نَحْوُ الْقَالَ وَيَعْلُ نَحْوُ أَغْرَيْتُ أَصْلُهُ أَغْرَوْتُ بِوَائِ سَاكِنَةٍ تَبْعًا لِيُغْرَى وَيَعْلُ فِي نَحْوِ كَيْنُونَةٍ مَعَ سُكُونِ الْوَائِ وَانْفِتَاحِ مَا قَبْلَهَا لِأَنَّ أَصْلَهُ كَوَيْنُونَةٌ عِنْدَ الْخَلِيلِ فَأَبْدَلَ الْوَائِيَاءَ فَأَدْغَمَتْ كَمَا فِي مَيْتٍ ثُمَّ خَفَّفَتْ فَصَارَ كَيْنُونَةٌ كَمَا خَفَّفَتْ فِي مَيْتٍ وَقِيلَ أَصْلُهُ كُونُونَةٌ بِضَمِّ الْكَافِ ثُمَّ فَتَحَ حَتَّى لَا يَصِيرَ وَائِيًا فِي نَحْوِ الصَّيَرُورَةِ وَالْغَيْبُورَةِ وَالْقَيْلُولَةِ ثُمَّ جُعِلَتْ الْوَائِيَاءُ تَبْعًا لِلْيَائِيَّاتِ لِكَثْرَتِهَا وَمِنْ ثُمَّ قِيلَ لَا يَجِيءُ مِنْ الْوَائِيَّاتِ غَيْرُ الْكَيْنُونَةِ وَالذَّيْمُومَةِ وَالسَّيْدُودَةِ وَالْهَيْعُوعَةِ قَالَ ابْنُ جَنِيٍّ فِي الثَّلَاثَةِ الْآخِرَةِ تُسَكَّنُ حُرُوفُ الْعِلَّةِ لِلْخِفَةِ ثُمَّ

تُقَلَّبُ الْفَالِ اسْتِدْعَاءِ الْفَتْحَةِ وَلَيْنِ عَرِيكَةِ السَّاكِنِ إِذَا كُنَّ فِي فِعْلٍ أَوْ فِي اسْمٍ عَلَى وَزْنِ فِعْلٍ إِذَا كَانَ حَرَكَتُهُنَّ غَيْرَ عَارِضِيَّةٍ وَتَكُونُ فَتْحَةً مَاقْبَلَهَا لَا فِي حُكْمِ السُّكُونِ وَلَا يَكُونُ فِي مَعْنَى الْكَلِمَةِ اضْطِرَابٌ وَلَا يَجْتَمِعُ فِيهَا اِعْلَالَانُ وَلَا يَلْزَمُ ضَمُّ حُرُوفِ الْعِلَّةِ فِي الْمُضَارَعَةِ وَلَا يَتْرُكُ لِلدَّلَالَةِ عَلَى الْأَصْلِ وَمَنْ ثُمَّ يَعْلُ نَحْوُ قَالَ أَصْلُهُ قَوْلٌ وَنَحْوُ دَارَ أَصْلُهُ دَوْرٌ لَوْ جُودَ الشَّرَائِطِ الْمَذْكُورَةِ وَيَعْلُ مِثْلُ دِيَارٍ تَبْعَالُو أَحَدِهِ وَمِثْلُ قِيَامٍ تَبْعَالِفِعْلِهِ وَمِثْلُ سِيَاطٍ تَبْعَالُو أَحَدِهِ وَهِيَ مُشَابِهَةٌ بِالْفِ دَارَ فِي كَوْنِهَا مِيتَةً أَعْنَى تَعْلُ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ فِعْلًا وَلَا اسْمًا عَلَى وَزْنِ فِعْلٍ لِلْمُتَابَعَةِ وَلَا يَعْلُ نَحْوُ الْحَوَكَةِ وَالْخَوْنَةِ وَجَيْدَى وَصَوْرَى لِخُرُوجِهِنَّ عَنْ وَزْنِ الْفِعْلِ لِعَلَامَةِ التَّائِيثِ وَنَحْوُ دَعَا الْقَوْمِ لَطَرٌ وَالْحَرَكَةُ وَنَحْوُ عَوْرٍ وَاجْتَوَرَ لَأَنَّ حَرَكََةَ الْعَيْنِ وَالتَّاءِ فِي حُكْمِ السُّكُونِ أَيْ فِي حُكْمِ عَيْنِ اعْوَرَّ وَالْفِ تَجَاوَزَ وَنَحْوُ حَيَوَانٍ حَتَّى يَدُلَّ حَرَكَتُهُ عَلَى اضْطِرَابِ مَعْنَاهُ وَالْمَوْتَانِ مَحْمُولٌ عَلَيْهِ لَا تَهْ نَقِيضُهُ وَنَحْوُ طَوَى حَتَّى لَا يَجْتَمِعَ فِيهِ اِعْلَالَانُ وَطَوَى مَحْمُولٌ عَلَيْهِ وَإِنْ لَمْ يَجْتَمِعْ فِيهِ اِعْلَالَانُ وَنَحْوُ حَيَى حَتَّى لَا يَلْزَمَ ضَمُّ الْيَاءِ فِي الْمُسْتَقْبَلِ أَعْنَى إِذَا قُلْتَ حَايَ يَجِيءُ مُسْتَقْبَلُهُ يَحَايُ وَنَحْوُ الْقَوْدِ حَتَّى يَدُلَّ عَلَى الْأَصْلِ الْأَرْبَعَةُ إِذَا كَانَ مَاقْبَلَهَا مَضْمُومًا نَحْوُ مُسَرَّوْبِعَ وَيَغْزُو وَلَنْ يَدْعُو تَجْعَلُ فِي الْأَوَّلَى وَأَوَّلِ الضَّمَّةِ مَاقْبَلَهَا وَلَيْنِ عَرِيكَةِ السَّاكِنِ فَصَارَ مُوسِرًا أَوْ فِي الثَّانِيَةِ تُسَكِّنُ لِلْخِفَّةِ ثُمَّ تَجْعَلُ وَأَوَّلِ الضَّمَّةِ مَاقْبَلَهَا وَلَيْنِ عَرِيكَةِ السَّاكِنِ فَصَارَ يُوعَ وَإِذَا جُعِلَتْ حَرَكََةُ مَاقْبَلِ حَرْفِ الْعِلَّةِ مِنْ جَنْبِهِ فَصَارَ حِينَئِذٍ بَيْعَ وَتُسَكِّنُ فِي الثَّالِثَةِ لِلْخِفَّةِ فَصَارَ يَغْزُو وَلَا يَعْلُ فِي الرَّابِعَةِ لِلْخِفَّةِ الْفَتْحَةِ وَمَنْ ثُمَّ لَا يَعْلُ غَيْبَةً وَنَوْمَةً

﴿ترجمہ﴾: پانچواں باب اجوف کے بیان میں ”اس کو اجوف اس وجہ سے کہا جاتا ہے کیونکہ اس کو پیٹ حرف صحیح سے خالی ہوتا ہے اور اس کو ثلاثی بھی کہا جاتا ہے۔ بوجہ ہونے اس کے ماضی واحد متکلم میں تین حرفی۔ جیسے قُلْتُ اور بَعْتُ اور وہ تین ابواب سے آتا ہے۔ جیسے قَالَ يَقُولُ، بَاعَ يَبِيعُ اور خَافَ اور جبکہ طَالَ يَطُولُ فَهُوَ طَوِيلٌ اَكْرَمُ يَكْرُمُ سے ہے، پس اس باب میں بنی تمیم کی لغت ہے اور بعض صرفیوں نے کہا ہے کہ ایسا قاعدہ جو کہ اعلال کے باب میں شامل ہے کہ اس سے تمام، مسائل نکلتے ہیں۔ حالانکہ ان کا قول یہ ہے کہ اعلال حروف علت میں فاء کے علاوہ میں ہوتا ہے جس کی سولہ قسمیں تصور کی جاتی ہیں۔ اس لیے کہ وہ متصور ہوتا ہے حروف علت میں چار صورتوں پر یعنی تین حرکات اور ایک سکون اور حروف علت سے ماقبل میں بھی اسی طرح ہے۔ پس آپ

چار کو چار سے ضرب دیں تو یہ کل سولہ صورتیں حاصل ہوتی ہیں پھر اس ساکن کو چھوڑ دیا جاتا ہے کہ جس کے اوپر سکون ہوتا ہے اجتماع ساکن کے مشکل ہونے کی وجہ سے پس باقی پندرہ صورتیں بچ گئیں چار اس وقت کہ جب اس کا ماقبل مفتوح ہو جیسے اَفْشُولُ، بَنِيْعٌ، خُوفٌ، طُولٌ اور پہلے میں تعلیل نہیں کی جائے گی اس لیے کہ جب حرف علت ساکن ہو جائے تو اپنے ماقبل کی حرکت کی جنس ہونے کی وجہ سے اس کی جنس ہو جاتا ہے ساکن کی طبعیت کے لین ہونے کی وجہ سے اور اپنے ماقبل کے مطالبے کی وجہ سے جیسے مِيزَانٌ کہ اس کی اصل مِوزَانٌ ہے اور يُوَسِّرُ اس کی اصل يُوَسِّرُ ہے۔

مگر جبکہ اس کا ماقبل مفتوح ہو تو فتح اور سکون کی خفت کی وجہ سے نہیں بدلا جائے گا اور بعض اہل صرف کے نزدیک قلب جائز ہے جیسے اَلْقَالَ اور تعلیل کی جائے گی جیسے اَغْزَيْتُ کہ اس کی اصل اَغْذَوْتُ تھی لِیَغْزِي کے تابع ہوتے ہوئے اور کُنُونَةٌ کی مثل میں تعلیل کی جائے گی باوجود اس کے ماقبل کے مفتوح اور واؤ کے ساکن ہونے اس لیے کہ اس کی اصل کُوْنُونَةٌ ہے خلیل کے نزدیک پس واؤ کو یاء سے بدل دیا گیا پھر اسی طرح ادغام کر دیا گیا کہ جس طرح میث میں ادغام کیا گیا تھا، پھر تخفیف کی گئی تو کُنُونَةٌ ہو گیا جیسا کہ میت میں تخفیف کی گئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی اصل کُونُونَةٌ یہ کاف کے ضمہ کے ساتھ پھر اس کو فتح دیا گیا تاکہ واؤ ہو جائے جیسے اَلصَّيْرُورَةُ، اَلْغَيُوبَةُ، اَلْقِيلُورَةُ پھر واؤ کو یاء سے بدل دیا گیا یا نیات کی اتباع کرتے ہوئے ان کی کثرت کی وجہ سے اور اسی سے کہا گیا ہے کہ وہ واویات سے نہیں آتا سوائے اَلْکِنُونَةُ، اَلْدِّيمُومَةُ اَلسَّيْدُوْدَةُ اور اَلْهَيْعُوعَةُ کے۔

جبکہ ابن جنی نے کہا ہے کہ آخری تین میں حروف علت کو خفت کی غرض سے ساکن کیا جائے گا پھر ان کو فتح کے مطالبے اور ساکن کی طبعیت کے لین ہونے کی وجہ سے الف سے بدلا جائے گا۔ جب کہ یہ کسی فعل میں ہوں یا کسی اسم میں ہوں جو کہ فعل کے وزن پر ہو جب کہ ان کی حرکت عارضی نہ ہو اور ان کے ماقبل کا فتح سکون کے حکم میں نہ ہو اور نہ ہی ایسے کلمہ کے معنی میں ہو کہ جس میں اضطراب ہو اور نہ ہی اس میں دواعلال جمع ہو سکیں اور نہ ہی مضارع میں حروف علت پر ضمہ لازم آئے اور نہ ہی اس کو اصل پر دلالت کرنے کی وجہ سے چھوڑ جائے گا اور اسی وجہ سے تعلیل کی جائے گی جیسے کہ قَالَ کہ اس کی اصل قَوْلٌ اور جیسے دَارٌ کہ اس کی اصل دَوْدٌ ہے گویا کہ مذکورہ شرائط پائے جانے کی وجہ سے تعلیل کی جائے گی اور دِیَارٌ میں تعلیل اس کے واحد کی اتباع کرتے ہوئے کی جائے گی اور مِيسَاطٌ جیسی مثال میں اس کے واحد کی اتباع کرتے ہوئے تعلیل کی جائے گی اور وہ دَارٌ میں موجود الف کے مشابہہ ہے بوجہ اس کے ساکن ہونے کے یعنی ان اشیاء میں تعلیل کی جائے گی اگرچہ متابعت کے لیے کوئی فعل اور کوئی اسم فعل کے وزن پر نہ ہو۔ اور اَلْحَوَاكِمَةُ، اَلْخَوَاكِمَةُ، جَعْدَايُ، اور صَوْرَايُ جیسے کلمات میں تعلیل نہیں کی جائے گی ان کے

وزن فعل سے نکل جانے کی وجہ سے بوجہ علامت تانیہ پائے جانے کے اور جیسے دَعَوُ الْقَوْمُ لِمَا حَرَّمَ حرکت یعنی حرکت کے خلاف نہ ہونے کی وجہ سے اور جیسے غَوْرًا اور اجْتَوْرًا لیے کہ عین کی حرکت اور تاسکون کے حکم میں ہیں۔ یعنی اَعْوَرَ کے عین اور تَجَاوَرَ کے الف کے حکم میں اور جیسے حَيَوَان تاکہ اس کی حرکت اس کے معنی کے اضطراب پر دلالت کرے اور اَلْمَوْتَان اسی پر ہی محمول ہے اس لیے کہ وہ اس کی لقیض ہے۔ اور جیسے طَوَّاهُ تاکہ اس میں دواعِلال جمع نہ ہو سکیں اور طَوَّاهُ اسی پر محمول ہے اگرچہ اس میں دواعِلال جمع نہیں ہیں اور جیسے حَيَّ تاکہ مستقبل میں یاء کا ضمہ لازم نہ آئے یعنی جب آپ حَیٰ کہیں گے تو اس کا مستقبل یَحَیٰ آئے گا اور جیسے اَلْقَوْدُ ہے تاکہ وہ اصل پر دلالت کرتے۔ اور دوسرے چار کہ ان کا ماقبل جب مضموم ہو جیسے مُبَسِّرٌ، بَيْعٌ، يَغْزُو، اور لَنْ يَدْغُو پہلی مثال میں ماقبل ضمہ کی وجہ سے واؤ سے بدلا جائے گا اور ساکن کے تابع کے لین ہونے کی وجہ سے پس مُوَسِّرٌ ہو گیا اور دوسری مثال میں ساکن کیا جائے گا خفت کی وجہ پھر ماقبل ضمہ اور مُوَسِّرٌ ساکن کے تابع کے لین ہونے کی وجہ سے واؤ سے بدلا جائے گا۔ تو ہُوْعٌ ہو جائے گا اور جب حرف علت کے ماقبل کی حرکت اس کی جنس سے کر دی گئی تو اس وقت یہ بیج ہو گیا۔ اور تیسری مثال میں حرف علت کو ساکن کیا جائے گا، خفت کی وجہ سے پس وہ يَغْزُو ہو جائے گا اور چوتھی مثال میں تعلیل نہیں کی جائے گی۔ فتح کے خفیف ہونے کی وجہ سے، اسی وجہ سے غُيْبَةٌ اور نُومَةٌ میں تعلیل نہیں کی جاتی۔

﴿تشریح﴾:

وَيَقَالُ لَهُ أَجُوفٌ لِيُخْلُو الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

اجوف کے نام اور ان کی وجہ تسمیہ:

﴿سوال﴾: اجوف کے اور کون کون سے نام ہیں؟ ان کی وجہ تسمیہ بیان کریں۔

﴿جواب﴾: اجوف کے تین نام ہیں۔ (۱) اجوف (۲) معتل العین (۳) ذو ثلاثہ۔

اسے اجوف کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا عین کلمہ (یعنی درمیان والا کلمہ) حرف صحیح سے خالی ہوتا ہے۔

اسے معتل العین اسلئے کہا جاتا ہے کہ اس کا عین کلمہ حرف علت ہوتا ہے۔

اسے ذو ثلاثہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ ماضی متکلم میں اس کے تین حروف ہو جاتے ہیں مثلاً قُلْتُ، بَعْتُ وغیرہ۔

﴿نوٹ﴾: اگرچہ ماضی مخاطب میں بھی تین حروف ہوتے ہیں لیکن چونکہ کلام متکلم سے شروع ہوتا ہے اس لئے

صاحب کتاب نے صرف متکلم کا ذکر کیا ورنہ متکلم کی تخصیص نہیں۔

وَهُوَ يَجِيءُ مِنْ ثَلَاثَةِ أَبْوَابٍ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

اجوف! تین ابواب سے آتا ہے:

﴿سوال﴾: اجوف کتنے اور کون کون سے ابواب سے آتا ہے؟

﴿جواب﴾: اجوف تین ابواب سے آتا ہے۔

نمبر شمار	ابواب	امثلہ
1	فَعَلَ يَفْعُلُ	قَالَ يَقُولُ
2	فَعَلَ يَفْعِلُ	بَاعَ يَبِيعُ
3	فَعَلَ يَفْعَلُ	خَافَ يُخَافُ

وَأَمَّا طَالَ يَطُولُ فَهُوَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: طَالَ يَطُولُ (طَوَّلَ يَطْوِلُ) باب فَعَلَ يَفْعُلُ سے آرہا ہے اور یہ بھی اجوف ہے لہذا آپ کا بیان

کردہ قاعدہ درست نہیں؟

﴿جواب﴾: یہ صرف بنو تمیم کی لغت ہے (لہذا شاذ ہے)۔

تعلیل کے سلسلے میں بعض صرفیوں کا بیان کردہ جامع قاعدہ:

وَقَالَ بَعْضُ الصَّرَفِيِّينَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: تعلیل کے سلسلے میں بعض صرفیوں کا بیان کردہ جامع قاعدہ بیان کیجئے۔

﴿جواب﴾: بعض صرفیوں نے اعلال کے بیان میں ایک ایسا قاعدہ بیان کیا ہے جس کی رعایت سے تعلیل کے

تمام مسائل حل ہو جاتے ہیں وہ قاعدہ یہ ہے کہ فاء کلمہ کے علاوہ جہاں بھی حرف علت واقع ہو اس میں تعلیل کی سولہ صورتیں بنتی ہیں کیونکہ حروف علت میں چار طریقے ہونگے فتح، ضمہ، کسرہ، سکون۔ نیز حروف علت سے ماقبل میں بھی یہی چار صورتیں ہونگی اس طرح چار کو چار سے ضرب دیں تو سولہ صورتیں حاصل ہوتی ہیں لیکن ان میں سے ایک کو چھوڑ دیا جاتا ہے یعنی جب حرف علت ساکن ہو تو اسے چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ اس سے اجتماع ساکنین لازم آتا ہے۔ باقی پندرہ صورتیں رہ گئیں۔

پہلی چار صورتیں:

حرف علت! ساکن، مفتوح، مکسور یا مضموم ہو اور اس سے پہلا حرف مفتوح ہو جیسے قَوْلٌ، بَيْعٌ، خَوْفٌ طَوَّلَ ان میں

سے پہلی صورت یعنی قَوْلٌ میں تعلیل نہیں ہوگی..... کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب حرف علت ساکن ہو تو اسے ماقبل حرف کی حرکت کے مطابق حرف علت سے بدل دیتے ہیں اسلئے کہ ساکن کی طبیعت میں ضعف ہوتا ہے اور ماقبل کا تقاضا ہوتا ہے کہ اسے بدل دیا جائے جیسے مِيزَانٌ اصل میں مِوزَانٌ تھا البتہ حرف علت ساکن سے پہلے والا حرف مفتوح ہو تو حرف علت کو نہیں بدلا

جایگا کیونکہ فتحہ ضعیف ہوتا ہے لیکن بعض لوگوں کے نزدیک بدلنا جائز ہے جیسے قَوْلُ كَوْفَالٍ پڑھا جائے۔

نَحْوُ وَيَعْلُ أَغْزَيْتُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: آپ کا بیان کردہ قاعدہ صحیح نہیں ہے کیونکہ أَغْزَوْتُ میں واو ساکن ماقبل مفتوح ہے اس کے باوجود واو کو یاء سے بدل کر أَغْزَيْتُ پڑھتے ہیں۔

﴿جواب﴾: اس میں واو کا بدلنا اس وجہ سے نہیں کہ واو ساکن ماقبل مفتوح ہے بلکہ يُغْذِي (مضارع) کی اتباع میں واو کو یاء سے بدلا گیا۔ يُغْذِي اصل میں يُغْزَوُ تھا..... واو طرف میں کسرہ کے بعد واقع ہوئی تو اسے یاء سے بدل دیا، پھر یاء پر ضمہ ثقیل تھا اسے گرا دیا تو يُغْزِي ہو گیا، پس اسی کی وجہ سے ماضی میں بھی تعلیل کر دی گئی۔

وَيَعْلُ فِي نَحْوِ كَيْنُونَةَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: كَيْنُونَةَ اصل میں واو ساکن ماقبل مفتوح كَوْنُونَةُ تھا آپ نے واو کو یاء سے بدل دیا کیوں؟

﴿جواب﴾: خلیل کے نزدیک یہ اصل میں كَوْنُونَةُ تھا واو کو یاء سے بدلا پھر یاء کا یاء میں ادغام کیا بعد ازاں تخفیف کی غرض سے ایک یاء کو گرا دیا كَيْنُونَةُ ہو گیا جیسے مَيْتُ اصل میں مَيُوتُ تھا واو کو یاء سے بدل کر ادغام کیا مَيْتُ ہو گیا یہاں بھی تخفیف کی خاطر یاء کو گرا نا جائز ہے بعض لوگوں کے نزدیک كَيْنُونَةُ اصل كُونُونَةُ تھا کاف کو فتحہ دے دیا تا کہ صَيْرُودَةً، غَيُوبَةً قِيلُولَةً جیسے مصادر میں یاء کو واو سے بدلنا نہ پڑے پھر یائی مصادر کی اتباع کرتے ہوئے كَوْنُونَةُ کی واو کو یاء سے بدل دیا كَيْنُونَةُ ہو گیا۔

یائی مصادر کی اتباع:

تَبَعًا لِلْيَائِيَّاتِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: یائی مصادر کی اتباع کیوں ضروری سمجھی گئی؟

﴿جواب﴾: چونکہ یائی مصادر کثیر ہیں اور یہی وجہ ہے کہ واوی مصادر کے صرف چند الفاظ ہیں كَيْنُونَةُ، وَيَهُومَةُ، سَيْدُودَةُ، هَيَعُوعَةُ اس لئے یائی کی اتباع کی گئی۔

ابن جنی (یہ کنیت ہے ابو یعقوب یوسف سکا کی کی، جو کہ صاحب ”مفتاح العلوم“ ہیں) نے آخری تین یعنی بَيْعَ، خَوْفَ، طَوْلَ کے بارے میں کہا ہے کہ حرف علت کو بدلنے کیلئے پہلے اسے ساکن کرنا پڑے گا تا کہ اس میں تخفیف پائی جائے اور پھر ماقبل کے فتحہ کے تقاضا کے مطابق اسے الف سے بدل دیا جائیگا لیکن اس قلب کیلئے سات شرائط ہیں۔

1: حرف علت فعل میں ہو یا ایسے اسم میں ہو جو فعل کے وزن پر ہو۔

2: اس کی حرکت عارضی نہ ہو۔ لہذا اَدْعَوُ الْقَوْمَ میں اعلال نہیں ہوگا کیونکہ واو پر حرکت التقائے ساکنین کی وجہ سے ہے۔

3: ماقبل کا فتحہ سکون کے حکم میں نہ ہو۔ جیسے عَوْرَ بمعنی اَعْوَرَ، لہذا عَوْرَ میں اعلال نہیں ہوگا کیونکہ عَوْرَ میں واو کے

ماہل

کافقہ سکون کے حکم میں ہے یعنی اَعُوذَ میں عین ساکن ہے اور عُوذَ اس کے معنی میں ہے۔

4: حرف علت کی حرکت اضطراب پر دلالت نہ کر رہی ہو۔ یاد رہے اضطراب سے مراد تحرک ہے، جیسے حیوان میں یا ع کی حرکت حیوان کی زندگی اور اس کے حرکت کرنے پر دلالت کر رہی ہے لہذا اس میں اعلال نہیں ہوگا۔

5: اس میں دو تعلیلیں جمع نہ ہوں۔ جیسے طوی کہ اس میں ایک اعلال لام کلمہ میں ہوا، اب دوسرا اعلال عین کلمہ میں نہیں ہو سکتا تا کہ دو اعلال جمع نہ ہو جائیں۔

6: اعلال کی وجہ سے اگر مضارع پر ضمہ لازم آئے تو اعلال نہیں کریں گے اور نہ لازم آئے تو اعلال کریں گے جیسے حییٰ میں اگر پہلی یاء کو الف سے تبدیل کریں تو حای ہو جائیگا اور مضارع یحای ہوگا، یاء پر ضمہ لازم آئیگا جو کہ جائز نہیں، پس اعلال نہیں کریں گے تا کہ ضمہ لازم نہ آئے۔

7: اسے اصل پر دلالت کرنے کیلئے بغیر تعلیل کے نہ چھوڑا گیا، پس اگر اعلال کریں گے تو مقصد فوت ہو جائیگا۔ جیسے قُوذ میں اعلال نہیں کیا جاتا تا کہ پتہ چلے کہ اس کا معنی قصاص لینا ہے، اور قَاذ کا معنی قیادت کرنا ہے۔

وَمِنْ ثَمَّ يُعَلُّ نَحْوُ قَالَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ یہ بیان کرنا ہے کہ حرف علت متحرک ہو، اور اس کی حرکت لازمی ہو ماقبل اس کا مفتوح ہو فعل ہو یا اسم ہو لیکن فعل کے وزن پر ہو تو اسے الف سے تبدیل کر دیا جاتا ہے جبکہ اس میں تمام شرائط پائی جائیں، تو اسی وجہ ہے کہ قَالَ جیسے صیغہ میں جو کہ اصل میں قَوْل تھا اور دَار جو کہ اصل میں دَوْر تھا تعلیل ہوتی ہے کیونکہ ان میں شرائط مذکورہ پائی جاتی ہیں۔

وَيُعَلُّ مِثْلُ دِيَارِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: دِيَارٌ، قِيَامٌ اور سَيَاطِمُ ہیں اور وزن فعل پر بھی نہیں ہیں اس کے باوجود ان میں تعلیل کیوں کی گئی؟ جبکہ ان کی اصل دَوَارٌ، قَوَامٌ، سَوَاطِمُ ہے۔

﴿جواب﴾: دِيَارٌ میں واحد کی اتباع میں تعلیل کی گئی..... قِيَامٌ میں فعل کی اتباع کی گئی..... اور سَيَاطِمُ میں واحد کی اتباع کی گئی..... یعنی اگرچہ یہ اسماء نہ فعل ہیں اور نہ ہی فعل کے وزن پر ہیں لیکن متابعت کی وجہ سے تعلیل ہوئی مَوْطِی کی واو ساکن ہونے کی وجہ سے دَار کے الف کے مشابہ ہے۔

وَلَا يُعَلُّ نَحْوُ الْحَوَاكَةِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: الْحَوَاكَةُ، الْخَوْنَةُ، جَيْدَاي، صُورُ لَهْيَیْ اسم ہیں جو فعل کے وزن پر ہیں یہاں تعلیل کیوں نہیں ہوئی؟

﴿جواب﴾: آخر میں علامت تانیث آنے کی وجہ سے یہ وزن فعل سے نکل گئے۔

وَنَحْوُ عَوَا الْقَوْمِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: دَعَوُ الْقَوْمِ مِی دَعَوُ اَفْعَل ہے یہاں تعلیل کیوں نہیں ہوئی؟

﴿جواب﴾: یہاں حرکت عارضی ہے جیسے عَوِد اور اَجْتَوَز میں حرف علت کی حرکت عارضی ہے کیوں کہ عَوِد کی عین اَعَوَز کی عین کے حکم میں ہے اور اَجْتَوَز کی واو تَجَاوَز کے الف کے حکم میں ہے اور یہ دونوں یعنی اَعَوَز کی عین اور تَجَاوَز کا الف ساکن ہیں۔

حَيَوَانٌ مِی تعلیل کیوں نہیں ہوئی؟

وَنَحْوُ حَيَوَانٍ حَتّٰی يَدُلَّ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: حَيَوَانٌ مِی تعلیل کیوں نہیں ہوئی؟

﴿جواب﴾: حَيَوَانٌ مِی تعلیل اس لئے نہیں ہوئی تاکہ اس کی حرکت اس کے اضطراب معنی پر دلالت کرے۔ یاد رہے اضطراب سے مراد تحرک ہے، جیسے حَيَوَان مِی یاء کی حرکت حَيَوَان کی زندگی اور اس کے حرکت کرنے پر دلالت کر رہی ہے لہذا اس مِی اعلال نہیں ہوگا۔

وَالْمَوْتَانِ مَحْمُولٌ عَلَيْهِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: مَوْتَانِ مِی تعلیل نہ ہونے کی کیا وجہ ہے حالانکہ حرف علت متحرک ماقبل مفتوح ہے؟

﴿جواب﴾: مَوْتَانِ مِی تعلیل اس لئے نہیں کی گئی کہ اسے حَيَوَان پر محمول کیا گیا کیونکہ وہ اس کی نفیض ہے اور اہل عرب نقیضین کو ایک دوسرے پر محمول کرتے ہیں۔

وَنَحْوُ طَوٰی حَتّٰی الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: طَوٰی مِی تعلیل کر کے واو کو الف سے کیوں نہیں بدلا؟

﴿جواب﴾: طَوٰی کی واو مِی اس لئے تعلیل نہیں کی گئی کہ دو اعلال جمع نہ ہو جائیں کیونکہ پہلے یاء کو الف سے بدلا گیا ہے طَوٰی مِی اگرچہ دو اعلال جمع نہیں ہوتے لیکن طَوٰی پر محمول کرتے ہوئے اس مِی تعلیل نہیں کرتے۔

وَنَحْوُ حَيّٰی حَتّٰی لَا يَلْزَمُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: حَيّٰی مِی تعلیل کر کے یاء کو الف سے کیوں نہیں بدلا؟

﴿جواب﴾: حَيّٰی مِی پہلی یاء کو الف سے اس لئے نہیں بدلا کہ اس صورت مِی حَیّ بن جاتا اور پھر مستقبل مِی یَعَیّ ہو کر آخر مِی ضمہ آ جاتا اور ناقص مضارع کے آخر مِی ضمہ نہیں آتا اور دوسری یاء کا ماقبل مفتوح نہیں۔

وَنَحْوُ الْقَوْدِ حَتّٰی يَدُلَّ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: قَوْدِ مِی تعلیل نہ کرنے کی کیا وجہ ہے حالانکہ حرف علت متحرک ماقبل مفتوح ہے؟

﴿جواب﴾: اسے اصل پر دلالت کرنے کے لئے تعلیل کے بغیر چھوڑا گیا، کیونکہ بغیر اعلال کے قَوْد کا معنی قصاص لینا

ہے اور اعلال کے بعد یہ معنی برقرار نہیں کیونکہ پھر لفظ فاؤ بن جاتا ہے اور اس کا معنی قیادت کرنا ہے۔

دوسری چار صورتیں:

- 1: جب حرف علت کا ماقبل مضموم ہو جیسے مُبْسِرٌ، بَعِ يَغْزُو، لَنْ يَدْعُو پہلی صورت میں یا کو ماقبل ضمہ کی وجہ سے واؤ سے بدل دیا جائے گا جیسے مُبْسِرٌ سے مُوسِرٌ ہو جائیگا۔
- 2: دوسری صورت میں یا کو آسانی کیلئے ساکن کر کے پھر اسے واؤ سے بدلیں گے کیونکہ اس کا ماقبل مضموم ہے اور ساکن کی طبیعت میں نرمی ہوتی ہے یہ بُوعٌ ہو جائیگا یا یا کی مناسبت سے باء کو کسرہ دیں گے۔
- 3: تیسری صورت میں تخفیف کی غرض سے حرف علت کو ساکن کر دیا جائے گا جیسے يَغْزُو۔
- 4: چوتھی صورت میں چونکہ حرف علت پر فتح ہے اور فتح خفیف حرکت ہوتی ہے لہذا تعلیل نہیں ہوگی لَنْ يَدْعُو پڑھیں گے جیسے غُبَّةٌ اور نُومَةٌ میں تعلیل نہیں ہوتی۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

﴿عبارت﴾: الْأَرْبَعَةُ إِذَا كَانَ مَاقَبْلَهَا مَكْسُورٌ أَوْ نَحْوُ مُوزَانَ وَدَاعِيَةٍ وَرَضِيٍّ أَوْ تَرْمِيْنٍ فَفِي الْأُولَى تُجْعَلُ يَاءٌ لِمَا مَرَّ فِي الثَّانِيَةِ تُجْعَلُ يَاءٌ لَا سِدْعَاءَ مَاقَبْلَهَا وَلَيْنَ عَرِيكَةِ الْفَتْحَةِ فَصَارَ دَاعِيَةٌ وَلَا يَعْلُ مِثْلُ دَوْلٍ لِأَنَّ الْأَسْمَاءَ الَّتِي لَيْسَتْ بِمُشْتَقَّةٍ مِنَ الْفِعْلِ لَا يَعْلُ لِحَقِّقِهَا إِلَّا إِذَا كَانَ عَلَى وَزْنِ الْفِعْلِ فَحِينَئِذٍ يُجُوزُ الْإِعْلَالُ فِيهِ وَهُوَ لَيْسَ عَلَى وَزْنِ الْفِعْلِ وَفِي الثَّالِثَةِ تُسَكَّنُ لِلْخَفَةِ ثُمَّ تُحَذَفُ لِاجْتِمَاعِ السَّاكِنِينَ فَصَارَ رَضُوا وَالرَّابِعَةُ مِثْلُهَا فِي الْإِعْلَالِ الثَّلَاثَةُ إِذَا كَانَ مَاقَبْلَهَا سَاكِنًا نَحْوِ يَخُوفٍ وَيَبِيعُ وَيَقُولُ تُعْطَى حُرُكَاتُهُنَّ إِلَى مَاقَبْلَهُنَّ لِضَعْفِ حَرْفِ الْعِلَّةِ وَقُوَّةِ الْحَرْفِ الصَّحِيحِ وَلَكِنْ يُجْعَلُ فِي يَخُوفٍ الْفَتْحَةُ مَاقَبْلَهَا وَلَيْنَ عَرِيكَةِ السَّاكِنِ الْعَارِضِيِّ بِخِلَافِ الْخَوْفِ فَصِرْنَ يَخَافُ وَيَبِيعُ وَيَقُولُ وَلَا يَعْلُ فِي نَحْوِ أَدُورٍ وَأَعْيُنٍ حَتَّى لَا يَلْتَبِسَ بِأَفْعَالٍ وَنَحْوِ جَدُولٍ حَتَّى لَا يُبْطِلَ الْإِلْحَاقُ وَنَحْوِ قَوْمٍ حَتَّى لَا يَلْزَمَ الْإِعْلَالُ فِي الْإِعْلَالِ وَنَحْوِ الرَّمِي حَتَّى لَا يَلْزَمَ السَّاكِنُ فِي آخِرِ الْمُعْرَبِ وَنَحْوِ تَقْوِيمٍ وَتَبْيَانٍ وَمَقُولٍ وَمَخِيَّاطٍ حَتَّى لَا يَجْتَمِعَ السَّاكِنَانِ بِتَقْدِيرِ الْإِعْلَالِ وَمَخِيَّاطٍ مَنُوقٍ مِنَ الْمَخِيَّاطِ فَلَا يَعْلُ تَبْعَالَهُ فَإِنْ قِيلَ لِمَ تَعْلُ الْإِقَامَةُ مَعَ حُصُولِ اجْتِمَاعِ السَّاكِنِينَ إِذَا أَعْلَتْ كَالْإِعْلَالِ أَخَوَاتِهَا قُلْنَا تَبْعًا لِأَقَامَ فَإِنْ قِيلَ لِمَ لَا يَعْلُ التَّقْوِيمُ تَبْعًا لِأَقَامَ وَهُوَ ثَلَاثِي أَصِيلٌ فِي الْإِعْلَالِ قُلْنَا أَبْطَلَ قَوْلُهُ قَوْمٌ اسْتَبَاعَ قَامَ وَإِنْ كَانَ أَصِيلًا فِي الْإِعْلَالِ لِقُوَّةِ قَوْمٍ فِي الْأَخَوَةِ مَعَ التَّقْوِيمِ وَلَا يَصْلَحُ أَقَامَ أَنْ يَكُونَ

مَقُولًا لِقَامٍ لَّانَّهُ لَيْسَ مِنْ ثَلَاثِي أَصِيلٍ وَلَا يَعْلُ مِثْلُ مَا أَقُولُهُ وَأَغْيَلَّتِ الْمَرْأَةُ وَأَسْتَحْوَذَتْ حَتَّى
يَذْلُكُنَّ عَلَى الْأَصْلِ وَتَقُولُ فِي الْحَقِّ الضَّمَائِرُ قَالَ فَلَا قَالُوا إِلَى آخِرِهِ أَصْلُ قَالَ قَوْلُ
فَجَعَلَ الْوَاوُ الْفَالِمَامَرَّ وَأَصْلُ قُلْنَ قَوْلُنَّ فَقَلْبَتِ الْوَاوُ الْفَالِمَامَرَّ حُدِثَتْ لِاجْتِمَاعِ السَّاكِنِينَ
فَصَارَ قُلْنَ ثُمَّ ضَمَّ الْقَافُ حَتَّى يَذُلَّ عَلَى الْوَاوِ وَلَا يَضُمُّ خِيفَةً لَأَنَّ الْأَصْلَ فِي هَذَا الْقَلْبِ
نَقْلُ حَرَكَةِ الْوَاوِ الْمَحْذُوفَةِ لِسَهُولَتِهَا وَلَا يُمَكِّنُ هَذَا فِي قُلْنَ لَأَنَّهُ يَلْزَمُ
فَتْحَةُ الْمَفْتُوحَةِ وَلَا يَفْرُقُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ فِي الْأَمْرِ لَأَنَّهُمْ لَا يَعْتَبِرُونَ الْإِشْتِرَاكَ
الضَّمْنِيَّ وَهُوَ مُشْتَرِكٌ بَيْنَ الْمَعْلُومِ وَالْمَجْهُولِ وَيَكْتَفُونَ بِالْفَرْقِ التَّقْدِيرِيِّ كَمَا فِي بَعْنَ
أَوْ وَقَعَ مِنْ غُرَّةِ الْوَاضِعِ كَمَا فِي الْإِثْنَيْنِ وَالْجَمَاعَةِ مِنَ الْأَمْرِ وَالْمَاضِي فِي تَفَعَّلَ وَتَفَاعَلَ
وَتَفَعَّلَ وَيُفْرَقُ بَيْنَ فَعَلْنِ وَفَعَلْنَ نَحْوُ طُلْنَ وَقُلْنَ لَأَنَّهُ يَعْلَمُ مِنَ الطَّوِيلِ أَنَّ أَصْلَ طُلْنَ
طَوَّلْنَ لِأَنَّ الْفَعِيلَ يَجِيءُ مِنْ فَعُلَ غَالِبًا كَمَا يَعْلَمُ الْفَرْقُ بَيْنَ خِفْنَ وَبَعْنَ مِنْ
مُسْتَقْبَلِيهِمَا أَعْنَى يَعْلَمُ مِنْ يَخَافُ أَنَّ أَصْلَ خِفْنَ خَوْفَنَ لِأَنَّ بَابَ فَعَلَ يَقَعَلُ لَا يَجِيءُ
الْأَمِنْ حُرُوفِ الْحَلْقِ وَيَعْلَمُ مِنْ يَبِيعُ أَنَّ أَصْلَ بَعْنَ يَبِيعُنَ لِأَنَّ الْأَجُوفَ لَا يَجِيءُ مِنْ بَابِ
فَعَلَ يَقَعَلُ الْمُسْتَقْبَلُ يَقُولُ إِلَى آخِرِهِ أَصْلُهُ يَقُولُ وَاعْلَالُهُ مَرَّ فَحُذِفَ الْوَاوُ فِي يَقُلْنَ
لِاجْتِمَاعِ السَّاكِنِينَ

﴿ترجمہ﴾: اور ان میں سے چوتھی قسم یہ ہے کہ جب حرف علت کا قبل کسور ہو جیسے مَوْزَانُ ، دَاعِيَةٌ ، رَضِيُوْا اور تَسْرِيْمِيْنَ پس ان مثالوں میں سے پہلی مثال میں حرف علت کو یاء سے بدلا جائے گا اسی قانون اور شرط کی وجہ سے کہ جو گذر چکی ہے اور دوسری مثال میں واؤ کو یاء سے بدلا جائے گیا اس کے ماقبل کے تقاضے اور فتح کے تابع لین کی وجہ سے تو پس داعیہ ہو گیا اور دول کی مثل میں تعلیل نہیں کی جائے گی اس لیے کہ وہی اسماء کہ جو فعل سے مشتق نہیں ہیں۔ ان کے خفیف ہونے کی وجہ سے تعلیل نہیں کی جائے گی، مگر جبکہ وہ فعل کے وزن پر ہو پس اس وقت اس میں اعلال جائز ہے، حالانکہ وہ فعل کے وزن پر نہیں۔ اور تیسری مثال میں حرف علت کو تخفیف کی غرض سے ساکن کیا جائے گا پھر اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا جائے گا تو پس یہ رَضُوْا ہو جائے گا اور چوتھی مثال میں تیسری مثال جیسا ہی اعلال ہوگا جبکہ اس کا ماقبل ساکن ہو جیسے يَخُوْفُ ، يَبِيعُ ، يَقُوْلُ ، تو ان میں حروف علت کی حرکات اس کے ماقبل حرف کو دے دی جائیں گی حروف علت کے ضعف کی وجہ سے اور حرف صحیح کو قوت کی وجہ سے لیکن يَخُوْفُ میں واؤ کو الف سے بدلا جائے گا اس کے ماقبل کے فتح اور عارضی سکون کے تابع لین کی وجہ سے بخلاف الْخَوْفِ کے پس وہ يَخَافُ ، يَبِيعُ اور يَقُوْلُ ہو جائیں گے۔ اور اذْوَ ر اور اَعْيُن جیسی مثالوں میں

تقلیل نہیں کی جائے گی تاکہ افعال کے ساتھ التماس نہ ہو اور جیسے جَدُول تاکہ الحاق باطل نہ ہو اور جیسے قوم تاکہ اعلال میں اعلال لازم نہ آئے اور جیسے تَقْوِیْم، تَبْیَان، مَقْوَال، اور مَخْیَاط تاکہ اعلال کی تقدیر سے اجتماع ساکنین لازم نہ آئے۔ اور مَخْیَاط، اَلْمَخْیَاط سے منقوص ہے پس اس میں اسی کے تابع سمجھتے ہوئے اعلال نہیں ہوگا۔ پس اگر یوں کہا جائے کہ اجتماع ساکنین کے باوجود اِلَاقَامَة میں اعلال کیوں کیا گیا، جبکہ اعلال اس کے اخوات کے اعلال ہی طرح کیا گیا ہے۔

تو اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ قَام کی اتباع کرتے ہوئے۔ پس اگر یوں کہا کہ جائے اَلتَقْوِیْم میں قَام کی اتباع کرتے ہوئے تقلیل کیوں نہ کی حالانکہ ثلاثی اعلال میں اصل ہے تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے قول قَوْمِ اسْتَبَاعُ قَام کو باطل کر دیا اگرچہ وہ اصل ہے اعلال میں باوجود تقویم کے اخوات کے ساتھ قَوْم کی قوت کی وجہ سے اور اِقَام میں صلاحیت کو قدرت نہیں ہے کہ وہ قَام کے لیے مقوی ہو اس لیے کہ وہ ثلاثی میں اصل نہیں ہے اور مَا أَقْوَلَهُ، أَغْيَلَتِ الْمَرْأَةُ اور وَاسْتَحْوَذَ کی مثل کلمات میں اعلال نہیں ہوگا تاکہ وہ اصل پر دلالت کریں اور تو ضمیروں کے الحاق کے وقت یوں کہے گا۔ قَالَ، قَالَا، قَالُوا الخ قَالَ کی اصل قَوْل تھی تو واو کوالف سے بدلا دیا گیا اسی قانون کی وجہ سے کہ جو پہلے گزر چکا ہے۔

اور قُلْنَ کی اصل قَوْلُن ہے پس واو کوالف سے بدلا، پھر اجتماع ساکنین کی وجہ سے اس کو حذف کر دیا تو قُلْنَ ہو گیا پھر قاف کو ضمہ دے دیا تاکہ وہ واو پر دلالت کے قَوْلُن ہو گیا خَفُن میں ضمہ نہیں دیا گیا اس لیے کہ اس قلب کے اندر اصل میں نقل حرکت ہے اس واو کی کہ جو حذف ہو گئی ہے اس کی سہولت کے لیے، اور جبکہ یہ طریقہ قُلْنَ میں ممکن نہیں اس لیے کہ اس صورت میں مفتوح کلمے کو فتح دینا لازم آتا ہے اور ماضی کے جمع مَوْنُث اور امر جمع مَوْنُث میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس لیے کہ وہ ضمنی اشتراک کا اعتبار نہیں کرتے اور قُلْنَ معلوم اور مجہول دونوں میں مشترک ہے۔ اور وہ تقدیری فرق پر ہی اکتفاء کرتے ہیں جیسا کہ بَعْن میں یا جو واضح کی غفلت سے واقع ہوا ہے جیسا کہ ماضی اور امر میں تشبیہ اور جمع میں باب تَفْعَل، تَفَاعُل، اور تَفَعَّل سے اور فَعْلُن اور فَعْلُن کے درمیان فرق کیا جاتا ہے جیسا کہ قُلْنَ اور طُلْنَ میں فرق کیا جاتا ہے اس لیے کہ وہ اَلطَّوِيل سے معلوم ہو جاتا ہے کہ طُلْنَ کی اصل طَوْلُن ہے، اس لیے کہ فَعِيل اکثر اوقات فَعْل سے آتا ہے جیسا کہ خَفُن اور بَعْن میں فرق ان دونوں کے مضارع سے معلوم یعنی يَخَاف سے معلوم ہو جاتا ہے کہ خَفُن کی اصل خَوْفُن ہے اس لیے کہ فَعْل يَفْعَلُ باب کا عین کلمہ یا لام کلمہ حرف حلقی سے ہوتا ہے اور يَبِيعُ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بَعْن کی اصل بَيْعُن ہے اس لیے کہ اجوف فَعْل يَفْعَلُ باب سے نہیں آتا۔ يَقُولُ الخ اس کی اصل يَقُولُ ہے اور اس کی تقلیل گزر چکی ہے، يَقُلْنَ میں واو کو اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا گیا۔

﴿تشریح﴾:

الْأَرْبَعَةُ إِذَا كَانَ مَا قَبْلَهَا سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ماقبل کا تسلسل بیان کرنا ہے، ماقبل میں مصنف علیہ الرحمۃ نے تعلیل کے سلسلے میں بعض صرفیوں کا جامع قاعدہ بیان کیا تھا، جس کے تحت تعلیل کی 15 صورتیں بنیں، جن میں سے 8 کا تذکرہ ہو گیا ہے اب بقیہ 7 صورتوں کا تذکرہ یہاں سے کیا جا رہا ہے۔

تیسری چار صورتیں:

جب حرف علت کا ماقبل مکسور ہو جیسے مَوْزَانٌ، ذَاعِوَةٌ، رَضِيُوْا، تَرْمِيْنٌ۔

1: پہلی صورت میں واو ساکن ماقبل مکسور ہے لہذا واو کو یاء سے بدلیں گے تو مِيْزَانٌ ہو جائیگا۔

2: دوسری صورت میں حرف علت کے مفتوح ہونے کی وجہ سے اس کی طبیعت میں کمزوری پائی گئی اور ماقبل مکسور ہے جو اس کی تبدیلی کو چاہتا ہے لہذا واو کو یاء سے بدلا دیا جائیگا۔

وَلَا يَعْلُ مِثْلُ دَوْلِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: دَوْلٌ میں حرف علت کے مفتوح ماقبل مکسور ہے اسے یاء سے کیوں نہیں بدلا؟

﴿جواب﴾: وہ اسماء جو کسی فعل سے مشتق نہیں ہیں ان کے خفیف ہونے کی وجہ سے ان میں تعلیل نہیں ہوتی البتہ اگر وزن فعل پر ہو تو اس وقت ان میں تعلیل جائز ہے۔ لیکن دَوْلٌ وزن فعل پر نہیں ہے۔

3: تیسری صورت یعنی رَضِيُوْا میں تخفیف کی غرض سے حرف علت یاء کو ساکن کرینگے اتقائے ساکنین کی وجہ سے یاء کو گرا دیا جائے گا اس کے بعد چونکہ واو ماقبل مکسور ہے لہذا اضافہ کو ضمہ دیں گے اب یہ رَضُوْا ہو جائے گا۔

4: چوتھی صورت یعنی تَرْمِيْنٌ میں تیسری صورت کی طرح تعلیل ہوگی یاء کو ساکن کر کے اجتماع ساکنین کی وجہ سے ایک یا کو گرا دیں گے۔

چوتھی تین صورتیں:

جب حرف علت کا ماقبل ساکن ہو جیسے يَخُوْفٌ، يَبِيْعُ، يَقُوْلُ یہاں ان حروف علت کی حرکت ماقبل کو دیں گے کیونکہ حرف علت میں ضعف ہوتا ہے اور حرف صحیح قوی ہوتا ہے لہذا حرکت حرف کی طرف منتقل ہوگی البتہ يَخُوْفٌ میں چونکہ حرف علت واو کا ماقبل مفتوح ہو جائیگا لہذا واو کو الف سے بدل دیں گے اگرچہ ماقبل کو حرکت دینے سے واو ساکن ہے لیکن یہ سکون عارضی ہے۔

بِخِلَافِ الْيَخُوْفِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: يَخُوْفٌ میں واو ساکن ہے اور اس کا ماقبل مفتوح اسے الف سے کیوں نہیں بدلا؟

﴿جواب﴾: خَوْفٌ میں تعلیل اس لئے نہیں ہوئی کہ واؤ کا سکون اصلی ہے اور ماقبل مفتوح ہے لہذا اس میں تخفیف پائی جاتی ہے اور تعلیل ثقل کو دور کرنے کیلئے ہوتی ہے۔

وَلَا يُعَلُّ فِي نَحْوِ أَذْوَرُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: أَذْوَرُ اور أَعْيُنُ میں حرف متحرک ماقبل ساکن ہے یہاں تعلیل کیوں نہیں ہوئی؟

﴿جواب﴾: ان مثالوں میں تعلیل سے باب افعال کیساتھ التباس لازم آنے کا خدشہ تھا مثلاً أَذَارُ سے أَوَارُ اور أَعْيُنُ سے أَعَانُ بن جاتا اور یوں باب افعال کی ماضی سے التباس لازم آتا۔

وَنَحْوِ جَدْوَلِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: جَدْوَلٌ میں واو متحرک ماقبل ساکن ہے یہاں تعلیل نہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟

﴿جواب﴾: اگر یہاں واؤ کی حرکت ماقبل کو دیتے تو وزن باقی رہنے کی وجہ سے الحاق باطل ہو جاتا کیونکہ یہ ملحق ہے۔

وَنَحْوِ قَوْمٍ حَتَّى الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: قَوْمٌ میں واو متحرک اور ماقبل ساکن ہے یہاں تعلیل کیوں نہیں ہوتی؟

﴿جواب﴾: یہاں تعلیل کرنے سے اعلال میں اعلال لازم آتا کیونکہ ادغام کی وجہ سے پہلے تعلیل ہو چکی ہے۔

وَنَحْوِ الرَّمْيِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: رَمَىٰ میں یاء متحرک ماقبل ساکن ہے تعلیل نہ کرنے کی کیا وجہ ہے؟

﴿جواب﴾: یہاں تعلیل سے معرب کے آخر میں سکون لازم آتا ہے جو نہیں ہونا چاہیے اس لئے تعلیل نہیں ہوئی۔

نَحْوِ تَقْوِيمٍ وَتَبْيَانِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: تَقْوِيمٌ، تَبْيَانٌ، مَقْوَالٌ اور مَخِيَّاطٌ میں تعلیل کیوں نہیں ہوئی؟

﴿جواب﴾: چونکہ یہاں حرف علت کے بعد والاحرف ساکن ہے اس حرف علت کی حرکت ماقبل کو دینے سے اجتماع ساکنین لازم آتا ہے لہذا تعلیل نہیں کی گئی۔

مَخِيَّاطٌ مَنقُوصٌ مِنَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: مَخِيَّاطٌ میں حرف علت کے بعد والاحرف ساکن نہ ہونے کی وجہ سے تعلیل کی صورت میں اجتماع

ساکنین کا خطرہ نہیں تھا پھر تعلیل کیوں نہیں کی گئی؟

﴿جواب﴾: مَخِيَّاطٌ، مَخِيَّاطٌ میں کمی کر کے بنایا گیا ہے لہذا مَخِيَّاطٌ کی اتباع میں یہاں بھی تعلیل نہیں ہوتی۔

فَإِنْ قِيلَ لِمَ تَعَلُّ الْإِقَامَةَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: اگر کہا جائے کہ الْإِقَامَةُ میں اقوام تھا، تعلیل کی وجہ سے بھی اجتماع ساکنین لازم آتا

ہے پھر کیوں تعلیل کی گئی؟

جواب :- اقامۃ میں تعلیل اقامہ کی اتباع میں کی گئی۔

فَاِنْ قِيلَ لِمَ لَا تَكْمَلُ الْخُبْرَةَ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال ۱۰: قلم جو عثمائی مجروح ہے اور تحلیل میں اصل ہے اس کی اتباع کرتے ہوئے تقویم میں تحلیل کی جاسکتی

تھی کیوں نہیں کی گئی؟

چونکہ تقویٰ ہی ماضی قوت ہے لہذا اہام کی اتباع باطل ہو گئی اگرچہ قدامتِ تعلیل میں اصل ہے اور اس کی

وجہ یہ ہے کہ **قَوْلُكَ تَقْوِيْمٌ** کیساتھ اخوت میں جرات حاصل ہے وہ قائم کو حاصل نہیں ہے۔

وَلَا يَصْلَحُ أَقَامَ أَنَّ الْح: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال ۴: چونکہ اگام میں تعلیل ہوتی ہے بنا بریں اگام کی وجہ سے فام کو قوت حاصل ہو گئی لہذا اس کی اتباع

میں تھوڑے میں تعلیل کی جانی چاہیے؟

﴿جواب﴾: اگام، اگام کو تقویت پہنچانے کی صلاحیت نہیں رکھتا کیونکہ اگام کلائی مجرد نہیں اور نہ ہی تعلیل میں

اصل ہے۔

وَلَا يَعْلُ مِثْلُ مَا أَهْوَاۥ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: مَا أَقُولُهُ اور أَغْيَلَّتِ الْمَرْأَةُ میں حرف علت کی حرکت ما قبل کو دینے سے اجتماع ساکنین لازم نہیں

آتا تھا پھر تعلیل کیوں نہیں کی گئی؟

﴿جواب﴾: ان میں تعلیل نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اپنی اصل پر دلالت کرنے کیلئے بغیر تعلیل کے چھوڑا گیا۔

وَأَصْلُ قَالٍ قَوْلَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: قَالَ اور قُلْنَ کی تعلیل واضح کیجئے۔

﴿جواب﴾: قَالَ اَصْلٌ فِي قَوْلِ تَهَاوَا وَتَحَرَّكَ مَا قَبْلُ مَفْتُوحٌ هُوَ وَاوُكُو الْفَاءِ سَيِّدٌ بَدَلَ دِيَا، قُلْنَا اَصْلٌ فِي قَوْلِنَا تَهَاوَا وَكُو

الذ سے بدل کر اجتماع سائنسین کی وجہ سے گردیا قلن ہو گیا اب قاف کو ضمہ دیا تاکہ واؤ محذوفہ پر دلالت کرے تو قلن ہو گیا۔

وَلَا يُضْمَمُ نَحْفَنَ لِأَنَّ النّحَ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: یحٰقنَ میں تعلیل کے بعد خاء کو ضمہ کیوں نہیں دیا گیا؟

﴿جواب﴾: یہاں حرف کو بدلنے کی صورت میں اصل بات یہ ہے کہ واؤ محذوفہ کی حرکت ماقبل کو دی جائے

لیکن قُلن کی صورت میں یہ ممکن نہیں تھا کیونکہ واؤ کا فتحہ قاف کو دیتے تو قاف پہلے سے ہی مفتوح ہے لہذا مفتوح کو فتحہ دینا لازم

آتا لیکن یحٰیٰیؑ میں جو اصل میں یٰحْیٰیؑ تھا واؤ کی حرکت خاء کو دے دی کیونکہ یہاں قُلُوبِی والی خرابی لازم نہیں آتی۔

وَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَهُ وَيَبِينُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: جمع مؤنث ماضی اور جمع مؤنث امر حاضر دونوں صیغے قلن ہیں، ان میں فرق کیوں نہیں کیا گیا؟

﴿جواب﴾: صرفی لوگ ضمنی اشتراک کا کوئی اعتبار نہیں کرتے، یعنی تعلیل کے بعد اگر بعض صیغوں کی شکل ایک

جیسی ہو تو وہ اس کی پرواہ نہیں کرتے، بلکہ اصل کو دیکھتے ہیں کہ اور اسی فرق پر اکتفاء کرتے ہیں جو ان صیغوں میں تقدیر پایا جاتا ہے، اسی طرح ماضی معروف اور مجہول میں بھی فرق تقدیری کا لحاظ رکھا گیا ہے جیسے بعن میں ہے ان صیغوں کی تقدیر یہ ہے ماضی معروف قولن مجہول قولن امر حاضر معروف اقولن۔

✽ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں جو اشتراک پایا گیا ہے وہ واضح کی غفلت کی وجہ سے ہے بشرطیکہ واضح انسان کو تسلیم کیا جائے کیونکہ مجہول انسان سے واقع ہوتی ہے اسی طرح کا اشتراک باب تفعل تفاعل اور تفعلل کی ماضی اور امر میں تثنیہ، جمع کے صیغوں میں بھی پایا جاتا ہے مثلاً تطهروا، تقابلوا، تسربلوا ماضی کیلئے بھی استعمال ہوتے ہیں اور امر کیلئے بھی۔

طُلُنْ اور قُلُنْ کے ابواب کی معرفت:

وَيُفَرِّقُ بَيْنَ فَعْلُنْ وَفَعْلُنْ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: طُلُنْ اور قُلُنْ بظاہر ایک جیسے صیغے ہیں کیسے پتہ چلے گا کہ ان کے ابواب مختلف ہیں؟

﴿جواب﴾: ان میں فرق کرنا آسان ہے کیونکہ طُلُنْ کی پہچان طَوِيلُ سے ہو جاتی ہے اسلئے کہ طَوِيلُ صفت

مشبہ ہے یہ وزن عام طور پر باب فَعْلَ يَفْعُلُ سے آتا ہے جبکہ قُلُنْ فَعْلَ يَفْعُلُ سے ہے اسی طرح خَفْنُ اور بَعْنُ میں ان کے مضارع سے فرق معلوم ہو جائے گا کیونکہ يَخَافُ سے پتہ چلتا ہے کہ خَفْنُ کی اصل خَوْفُنْ ہے کیونکہ فَعْلَ يَفْعُلُ کا عین کلمہ یا لا م کلمہ حرف حلقی ہوتا ہے اور يَبِيعُ سے پتہ چلتا ہے کہ بَعْنُ کی اصل يَبِيعُنْ ہے یعنی ماضی مفتوح العین ہے کیونکہ اجوف فَعْلَ يَفْعُلُ سے نہیں آتا۔

الْمُسْتَقْبَلُ يَقُولُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اجوف سے فعل مضارع کا بیان کرنا ہے۔

کہ يَقُولُ اصل میں يَقُولُ تھا واؤ کا ضمہ قاف کو دیا يَقُولُ ہو گیا يَقُلْنَ اصل میں يَقُولُنْ تھا واؤ کا ضمہ قاف کو دیا واؤ اور

لام میں اجتماع ساکنین ہو گیا واؤ کو گرا دیا يَقُلْنَ ہو گیا۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

﴿عبارت﴾: الْأَمْرُ قُلْ إِلَىٰ آخِرِهِ أَصْلُهُ الْقَوْلُ ثُمَّ حُذِفَ الْوَأُولَا جُمُوعُ السَّاكِنِينَ
ثُمَّ حُذِفَ الْأَلِفُ لِانْعِدَامِ الْإِحْتِيَاجِ إِلَيْهَا وَتُحَذَفُ الْوَأُولَى قُلِ الْحَقُّ وَإِنْ لَمْ يَجْتَمِعْ فِيهِ
السَّاكِنَانِ لِأَنَّ الْحَرَكَةَ فِيهِ حَصَلَتْ بِالْخَارِجِيِّ فَيَكُونُ فِي حُكْمِ السُّكُونِ
تَقْدِيرًا بِخِلَافِ قَوْلَا وَقَوْلَنَّ لِأَنَّ الْحَرَكَةَ فِيهِمَا حَصَلَتْ بِالْدَاخِلِيِّنَ وَهُمَا أَلِفُ الْفَاعِلِ
وَنُونُ التَّأَكِيدِ وَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الدَّاخِلِيِّ وَمِنْ ثَمَّ جَعَلُوْا مَعَهُ آخِرَ الْمُضَارِعِ مُبَيِّنًا نَحْوَهُ لِيَفْعَلَنَّ
وَتُحَذَفُ الْأَلِفُ فِي دَعَاوَانِ حَصَلَ الْحَرَكَةُ بِالْفَاعِلِ لِأَنَّ التَّاءَ لَيْسَتْ مِنْ نَفْسِ
الْكَلِمَةِ بِخِلَافِ اللَّامِ فِي قَوْلَا وَتَقُولُ بِنُونِ التَّأَكِيدِ قَوْلَنَّ قَوْلَانِ قَوْلَنَّ قَوْلَانِ قُلْنَا
وَبِالْخَفِيفَةِ قَوْلَنَّ قَوْلَنَّ قَوْلَنَّ الْفَاعِلُ قَائِلٌ إِلَىٰ آخِرِهِ أَصْلُهُ قَاوُلٌ فَقُلِبَتْ
الْوَاوُ لِتَحَرُّكِهَا وَفَتْحَةُ مَا قَبْلَهَا كَمَا فِي كِسَاءٍ وَلَا أَعْتَبَارَ لِأَلِفِ الْفَاعِلِ لِأَنَّهَا لَيْسَتْ
بِحَاجِرَةٍ حَصِينَةٍ فَاجْتَمَعَ الْأَلِفَانِ وَلَا يُمْكِنُ اسْقَاطُ الْأُولَى لِأَنَّهُ يَلْتَبَسُ بِالْمَاضِي وَكَذَلِكَ
فِي الثَّانِيَةِ فَحُرِّكَتْ فَصَارَتْ هَمْزَةً وَيَجِيءُ فِي الْبَعْضِ بِالْحَذْفِ نَحْوُ هَاعٍ وَلَا عٍ وَالْأَصْلُ
هَائِعٌ وَمِنْهُ قَوْلُهُ تَعَالَىٰ بُنْيَانُهُ عَلَىٰ شَفَا جُرْفٍ هَارٍ أَيْ هَائِرٍ وَيَجِيءُ بِالْقَلْبِ نَحْوُ شَاكٍ
وَأَصْلُهُ شَاوِكٌ وَحَادٍ أَصْلُهُ وَاحِدٌ وَيَجُوزُ الْقَلْبُ فِي كَلَامِهِمْ نَحْوُ الْقَيْسِيِّ أَصْلُهُ
قُووسٌ فَقُدِّمَ السِّينُ فَصَارَ قُسُوًّا وَنَحْوُ عَصُوٍّ ثُمَّ جُعِلَ قِيَالُ الْقُوْعِ الْوَأَوَيْنِ فِي الطَّرْفِ ثُمَّ
كُسِرَ الْقَافُ اتِّبَاعًا لِمَا بَعْدَهَا كَمَا فِي عِصَىٍّ وَمِنْهُ أَنْيَقُ أَصْلُهُ أَنْوَقٌ ثُمَّ قُدِّمَ الْوَأَوُ عَلَى النَّوْنِ
فَصَارَ أَنْوَقٌ ثُمَّ جُعِلَ الْوَأَوِيَاءُ عَلَى غَيْرِ قِيَاسِ الْمَفْعُولِ مَقُولٌ إِلَىٰ آخِرِهِ أَصْلُهُ مَقُولٌ فَاعِلٌ
كَأَعْلَالٍ يَقُولُ فَصَارَ مَقُولٌ فَاجْتَمَعَ السَّاكِنَانِ فَحُذِفَ الْوَأُولَا الزَّائِدُ عِنْدَ سَبْيُوِيهِ لِأَنَّ
حَذْفَ الزَّائِدِ أَوْلَىٰ وَالْوَاوِ الْأَصْلِيَّ عِنْدَ الْأَخْفَشِ لِأَنَّ الزَّائِدَ عِلَامَةٌ وَالْعِلَامَةُ لَا تُحَذَفُ
وَقَالَ سَبْيُوِيهِ فِي جَوَابِهِ لَا تُحَذَفُ الْعِلَامَةُ إِذَا لَمْ تَوْجَدْ عِلَامَةً أُخْرَىٰ وَفِيهِ
تَوْجِدُ عِلَامَةٍ أُخْرَىٰ وَهُوَ الْمِيمُ فَيَكُونُ وَزْنُهُ عِنْدَهُ مَفْلَاوٌ عِنْدَ الْأَخْفَشِ
مَفْوَلًا وَكَذَا مَبِيعٌ يَعْنِي أَعْلٌ إِعْلَالٌ يَبِيعُ فَصَارَ مَبِوْعًا وَبِالْوَاوِ وَالْيَاءِ السَّاكِنِينَ فَحُذِفَ
الْوَاوُ عِنْدَ سَبْيُوِيهِ فَصَارَ مَبِيعًا ثُمَّ كُسِرَ الْبَاءُ حَتَّىٰ تَسْلَمَ الْيَاءُ وَعِنْدَ الْأَخْفَشِ حُذِفَ الْيَاءُ
فَاعْطَى الْكُسْرَةَ لِمَا قَبْلَهَا كَمَا فِي بَعَتْ فَصَارَ مَبِوْعًا ثُمَّ جُعِلَ الْوَأَوِيَاءُ كَمَا فِي مِيزَانٍ فَيَكُونُ
وَزْنُهُ مَفْعَلًا عِنْدَ سَبْيُوِيهِ وَعِنْدَ الْأَخْفَشِ مِفْعَلًا الْمَوْضِعُ مَقَالٌ أَصْلُهُ مَقُولٌ فَاعِلٌ كَمَا فِي
يَخَافُ وَكَذَلِكَ مَبِيعٌ أَصْلُهُ مَبِيعٌ فَاعِلٌ كَمَا فِي يَبِيعُ وَاكْتَفَى بِالْفَرْقِ التَّقْدِيرِي مَنْ

الْمَوْضِعِ وَبَيْنَ اسْمِ الْمَفْعُولِ وَهُوَ مَعْتَبَرٌ عَنْدهُمْ كَمَا فِي الْفُلْكِ إِذَا قَدَرْتَ سُكُونَهُ
كَسُكُونِ أُسْدٍ يَكُونُ جَمْعًا كَقَوْلِهِ تَعَالَى حَتَّى إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ
وَأَذَقْتُمْ سُكُونَهُ كَسُكُونِ قُرْبٍ يَكُونُ وَاحِدًا نَحْوُ قَوْلِهِ تَعَالَى فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ
الْمَجْهُولُ قِيلَ إِلَى آخِرِهِ أَصْلُهُ قَوْلٌ فَاسْكِنِ الْوَاوُ لِلْخِفَةِ فَصَارَ قَوْلٌ وَهُوَ لُغَةٌ ضَعِيفَةٌ لِثِقَلِ
الضَّمَّةِ وَالْوَاوِ فِي كَلِمَةٍ وَفِي لُغَةٍ أُخْرَى أُعْطِيَ كَسْرَةٌ الْوَاوِ إِلَى مَا قَبْلَهَا فَصَارَ قَوْلٌ ثُمَّ
صَارَ الْوَاوُ يَاءً لِكَسْرَةِ مَا قَبْلَهَا فَصَارَ قِيلَ وَفِي لُغَةٍ يَشْمُ حَتَّى يُعْلَمَ أَنَّ
أَصْلَهَا مَضْمُومٌ وَكَذَابِيعَ وَاخْتِيرُوا أَنْقِيدُوا قُلْنَ وَبَعْنَ يَعْنِي يَجُوزُ فِيهِنَّ ثَلَاثُ لُغَاتٍ
وَلَا يَجُوزُ إِلَّا شَمَامٌ فِي أَقِيمَ لَا نَعْدَامَ ضَمَّةٍ مَا قَبْلَ الْيَاءِ وَلَا يَجُوزُ بِالْوَاوِ أَيْضًا لِأَنَّ
جَوَازَ الْوَاوِ لَا نَضَمَامَ مَا قَبْلَ حَرْفِ الْعِلَّةِ وَهُوَ لَيْسَ بِمَوْجُودٍ وَسَوَّى فِي مِثْلِ قُلْنَ بَيْنَ
الْمَعْلُومِ وَالْمَجْهُولِ اكْتِفَاءً بِالْفَرْقِ التَّقْدِيرِيِّ وَأَصْلُ يَقَالُ يَقُولُ فَاعِلٌ مِثْلُ إِعْلَالِ
يَخَافُ -

﴿ترجمہ﴾: ”اور اس سے امر: قُلْ الخ آتا ہے جس کی اصل اقُولُ ہے پھر واؤ کو اجتماع ساکنین کی وجہ سے
حذف کر دیا گیا پھر الف کو اس کی طرف احتیاج نہ ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا۔ اور واؤ کو قُلِ الْحَقِّ میں
حذف کیا گیا ہے، اگرچہ اس میں اجتماع ساکنین نہیں ہوا اس لیے کہ اس میں حرکت حاصل ہوئی ہے وہ خارجی ہے
پس وہ تقدیر اسکون کے حکم میں ہی ہوگا۔ بخلاف قَوْلًا اور قَوْلُنَّ کے ان دونوں میں حرکت داخلی طور پر حاصل ہوتی
ہے اور وہ دونوں الف فاعل اور نون تاکید نہیں۔ اور وہ بمنزل داخلی کے ہیں اور اسی وجہ سے انہوں نے مضارع کے
آخر جوئی بنایا ہے۔ جیسے هَلْ يَفْعَلْنَ اور الف کو حذف کیا گیا ہے دَعَتَا میں اگرچہ فاعل کے الف کی وجہ سے
حرکت حاصل ہوئی ہے۔ اس لیے کہ تاء نفس کلمہ کی نہیں ہے۔ بخلاف اس لام کے کہ جو قولا میں ہے۔ اور تونون
تاکید کے ساتھ یوں کہے گا قَوْلُنَّ، قَوْلَانِ، قَوْلَيْنِ، قَوْلَانِ، قُلْنَا، قُلْنَا، اور نون خفیفہ کے ساتھ یوں کہے گا قَوْلُنْ
قَوْلْنِ، قَوْلْنِ ہے۔

اور اسم فاعل اس سے قَائِلُ الخ آتا ہے اس کی اصل قَاوِلُ ہے، پس واؤ کو الف سے بدل دیا گیا اس کے
متحرک ہونے کی وجہ سے اور اس کے ما قبل کے مفتوح ہونے کی وجہ سے جیسے کہ كَسَاءٌ میں الف ہے۔ اور الف
فاعل کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اس لیے کہ وہ کوئی قوی مانع نہیں ہے، پس وہ الف جمع ہو گئے اور ان میں سے کسی ایک
کو گرانا ممکن نہیں ہے، اس لیے کہ وہ ماضی کے ساتھ ملتبس ہو جائے گا اور اسی طرح دوسری الف میں ہے پس اس
کو حرکت دی گئی تو وہ ہمزہ ہو گئی اور بعض میں الف کے حذف کے ساتھ بھی آتا ہے، جیسے هَاعِ اور لَا عِ اور ان

دونوں کی اصل ھائع اور لائع ہے۔ اور اسی سے ہے اللہ تعالیٰ کا قول بُنْيَانَهُ عَلٰی شَفَا جُرُفٍ ھَاوِی ھَآئِرٍ اور اسم فاعل قلب کے ساتھ بھی آتا ہے، جیسے شَاكَ کہ اس کی اصل شَاوِكَ ہے اور حَادَا س کی اصل وَاحِدٌ ہے اور ان کی کلام میں قلب جائز ہے جیسے قِیْسِی کہ اس کی اصل قُوُوسٌ ہے پس اس میں سین کو مقدم کیا گیا تَوْقُسُوْا ہو گیا نَحْوُ عَصُوْ و پھر قِیْسِی ہو دو! واؤں کے طرف میں واقع ہونے کی وجہ سے پھر قاف کو اس کے مابعد کی اتباع کرتے ہوئے کسرہ دے دیا گیا جیسا کہ عِصِی میں ہے اور اسی سے اِیْنُقُ ہے کہ اس کی اصل اَنْوُقُ ہے، پھر واؤ کو مقدم کیا گیا نون پر تَوَاوُنُقُ ہو گیا پھر واؤ کو یاء کیا بغیر قیاس کے۔

باقی اس سے مفعول مَقُوْلُ الخ آتا ہے کہ جس کی اصل مَقُوْلُ آتی ہے پس اس میں یَقُوْلُ کے اعلال کی طرح اعلال کیا گیا تَوَمَقُوْلُ ہو گیا تو اجتماع ساکنین ہوا تو واؤ زائدہ حذف کر دیا گیا سیبویہ کے نزدیک اس لیے زائدہ کا حذف اولیٰ ہے۔ اور انخس کے نزدیک واؤ اصلی کو حذف کیا جائے گا اس لیے کہ واؤ زائدہ علامت ہے اور علامت حذف نہیں کیا جاتی تو سیبویہ نے اس کے جواب میں کہا کہ علامت کو حذف نہیں کیا جائے گا، جب کوئی دوسری علامت نہ پائی جائے اور یہاں دوسری علامت پائی جاتی ہے اور وہ علامت میم ہے۔ پس ان کے نزدیک وزن مَفْعَلٌ ہوگا اور انخس کے نزدیک مَقُوْلٌ ہوگا اور اسی طرح مَبِیْعٌ میں اعلال کیا گیا یَبِیْعٌ کے اعلال کی طرح تو مَبِیْعٌ ہو گیا واؤ اور یاء کے ساکن ہونے کے ساتھ پھر سیبویہ کے نزدیک واؤ کو حذف کر دیا گیا تَوَمَبِیْعٌ ہو گیا پھر باء کو کسرہ دے دیا گیا تاکہ یاء سلامت رہے اور انخس کے نزدیک یاء کو حذف کر دیا گیا اور اس کے ماقبل کو کسرہ دے دیا گیا جیسا کہ بَعُثٌ میں ہوا اور مَبِیْعٌ ہو گیا پھر یاء واؤ کر دیا گیا جیسا کہ مِیْزَانٌ میں ہوا تو اس کا وزن مَفْعَلٌ ہو گیا سیبویہ کے نزدیک اور انخس کے نزدیک اس وزن مَفِیْلٌ ہو گیا اس سے اسم ظرف مَقَالٌ آتا ہے جس کی اصل مَقُوْلٌ ہے۔ پس اس میں یَخَافُ کی طرح تعلیل کی گئی اور اسی طرح مَبِیْعٌ ہے کہ اس کی مَبِیْعٌ ہے پس اس یَبِیْعٌ کی طرح تعلیل کی گئی اور اسم مفعول اور اسم ظرف کے درمیان صرف فرق تقدیری پر ہی اکتفاء کیا گیا اور ان کے نزدیک یہ معتبر ہے جیسا کہ اَلْفُلُکَ میں ہے، جب اس کے سکون کو مقدم کر دیا گیا اُسْدُ کے سکون کی طرح تو یہ جمع ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے حَتّٰی اِذَا کُنْتُمْ فِی الْفُلْکِ وَجَرْتُمْ بِہُمْ اور جب مقدم کر دیا گیا اس کے سکون کو ظرف کے سکون کی طرح تو یہ واحد ہوگا جیسے اللہ کا قول فِی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنُ اور اس سے مجہول قَبِلُ الخ آتا ہے اس کی اصل قَبُولٌ ہے۔ اس میں واؤ کو ساکن کیا گیا تخفیف کی غرض سے تَوْقُوْلٌ ہو گیا اور یہ ضعیف لغت ہے ضمہ کے ثقل کی وجہ سے اور واؤ کے ایک کلمہ میں ہونے کی وجہ سے اور دوسری لغت میں واؤ کا کسرہ اس کے ماقبل کو دیا گیا تَوْقُوْلٌ ہو گیا پھر واؤ کو ماقبل کسرہ کی وجہ سے یاء سے بدل دیا تو قَبِلُ ہو گیا اور ایک لغت میں یہ ہے کہ اشام کیا جائے گا، میں تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس کی اصل مضموم ہے اور اسی طرح یَبِیْعٌ، اُخْتِیْرُ، اَنْقِیْدُ، قُلْنَا، بَعْنُ ہیں

یعنی ان میں تینوں لغات جائز ہیں اور اشام جائز نہیں ہے۔ اِفْهِمَ میں یاء سے ما قبل کے ضمہ کے منعدم ہونے کی وجہ سے اور واؤ کے ساتھ بھی جائز نہیں اس لیے کہ واؤ کا جواز حرف علت کے ما قبل کو مضمون کرنے کے لیے ہے کہ وہ موجود نہیں ہے۔ سوائے معلوم اور مجہول کے قُلْنَ کے صرف فرق تقدیری را کتفاء کرتے ہوئے اور یُقَالُ کی اصل یَقُولُ ہے۔ پس اس میں یُنْخَفُفُ کے اعلال کی طرح ہوگا۔“

﴿تشریح﴾:

الْأَمْرُ قُلْ إِلَىٰ آخِرِهِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ اجوف سے فعل کی امر کی تعلیل کرنی ہے۔
☆ قُلْ اصل میں اَقُولُ تھا واؤ کا ضمہ قاف کو دیا پھر اجتماع ساکنین کی وجہ سے واؤ کو حذف کر دیا اور شروع سے ہمزہ وصل کو بھی گرا دیا کیونکہ اب اس کی ضرورت باقی نہ رہی تھی تو قُلْ ہو گیا۔
وَتُحْدَفُ الْوَاوُ فِي الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
﴿سوال﴾: قُلْ الْحَقُّ فِي لَامِ كَيْسَ تَحْرُكُ هُوَ فِي الْوَجْهِ سَوَالِ مَقْدَرِ كَا جَوَابِ دِيْنَا هِے۔
وجود آپ نے واؤ کو گرا دیا..... کیوں؟

﴿جواب﴾: یہاں لام تقدیر اساکن ہے اگرچہ بظاہر مکسور ہے لیکن یہ حرکت خارج سے آئی ہے یعنی اَلْحَقُّ کے شروع میں لام ساکن تھی لہذا ضرورت کے تحت قُلْ کی لام کو کسرہ دیا جبکہ قَوْلًا قَوْلُكُنَّ میں واؤ کو اسلئے حذف نہیں کیا گیا کہ یہاں لام کی حرکت داخلی چیزوں یعنی فاعل کے الف اور نون تاکید کیساتھ حاصل ہوئی ہے، نون تاکید داخلی شمار ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کیساتھ مضارع کا آخر مبنی ہوتا ہے جیسے هَلْ يَفْعَلْنَ۔
وَتُحْدَفُ الْاَلِفُ فِي دَعَا الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: دَعَا فِي الْاَلِفِ كَيْسَ تَحْرُكُ هُوَ فِي الْوَجْهِ سَوَالِ مَقْدَرِ كَا جَوَابِ دِيْنَا هِے۔
اور وہ داخلی ہے؟

﴿جواب﴾: تاء نفس کلمہ سے نہیں یہ تانیث فاعل کے بیان کے لئے آئی ہے لہذا تاء کو داخلی نہیں شمار کیا جائے گا لیکن قَوْلًا میں لام اصلی ہے۔
قَائِلُ اسْمِ فاعِلِ كَيْسَ تَحْرُكُ هُوَ فِي الْوَجْهِ سَوَالِ مَقْدَرِ كَا جَوَابِ دِيْنَا هِے۔

قَائِلُ إِلَىٰ آخِرِهِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: قَائِلُ اسْمِ فاعِلِ كَيْسَ تَحْرُكُ هُوَ فِي الْوَجْهِ سَوَالِ مَقْدَرِ كَا جَوَابِ دِيْنَا هِے۔

﴿جواب﴾: قَائِلُ اصل میں قَاوِلُ تھا واؤ متحرک ما قبل یعنی قاف مفتوح واؤ کو الف سے بدلا دیا جیسا کہ كَسَاءُ

اصل میں کَسَاوُتھا قَاوِل کی واؤ کو الف سے بدلنے کے بعد دو الف ساکن جمع ہو گئے لیکن ان میں سے کسی ایک الف کو گرا نہیں سکتے کیونکہ اس صورت میں ماضی کیساتھ التباس لازم آتا ہے لہذا واؤ سے بدلے ہوئے الف کو حرکت دی وہ ہمزہ بن گیا۔

وَلَا اَعْتَبَارَ لَالِفِ الْفَاعِلِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾ قَاوِل میں واؤ متحرک ہے لیکن اس کا ماقبل مفتوح نہیں ہے بلکہ الف ساکن ہے پھر کیسے واؤ الف سے بدل گئی؟

﴿جواب﴾ الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے لہذا وہ کوئی مضبوط رکاوٹ نہیں بنتا۔

وَيَجِيءُ فِي الْبَعْضِ بِالْحَذْفِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾ کیا واؤ اور یاء سے بدلے ہوئے ہمزہ کو گرا سکتے ہیں؟

﴿جواب﴾ بعض کلمات میں واؤ اور یاء سے بدلے ہوئے ہمزہ کو گرا بھی دیتے ہیں جیسے هَاعٍ لَا عٍ جو کہ اصل میں

هَاتِعٌ لَا نَعٍ تھے اسی سے اللہ تعالیٰ کا قول ہے بُنِيَانُهُ عَلَى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ هَارٍ اصل میں هَاتِعٌ تھایا کو ہمزہ سے بدل کر گرا دیا۔

وَيَجِيءُ بِالْقَلْبِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾ اسم فاعل میں قلب بھی ہوتا ہے اس کی مثال بتائیں۔

﴿جواب﴾ بعض اوقات اسم فاعل قلب کیساتھ بھی آتا ہے جیسے شَاكٍ اصل میں شَاوٍ تھاد واؤ کو کاف اور کاف

کو واؤ کی جگہ لے گئے، شَاكِوً ہو گیا واؤ پر ضمہ تھاد اِ ع کی طرح تقلیل ہوئی اور حَادٍ اصل میں وَاحِدٌ تھاد واؤ کو آخر میں لے گئے

اور الف ساکن سے ابتداء محال ہے لہذا اسے حاء کے بعد لے گئے حَادٍ ہو گیا اب دَا ع کی طرح تقلیل کر کے حَادٍ بنایا۔

وَيَجُوزُ الْقَلْبُ فِي الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾ کیا قلب جائز ہے؟

﴿جواب﴾ جی ہاں! اہل صرف کے نزدیک قلب جائز ہے جیسے قِيسِيٌّ اصل میں قُوسٌ تھاسین کو دونوں واؤ

سے مقدم کیا اب قُسُوً ہو گیا چونکہ واؤ طرف میں واقع ہوئی لہذا اسے یاء سے بدل دیا پھر پہلے واؤ کو یاء سے بدل کر ادغام کر دیا

اور یاء کی مناسبت سے سین کو اور سین کی اتباع میں قاف کو کسرہ دے دیا قِيسِيٌّ ہو گیا اسی طرح اَيْنَقِيٌّ اصل میں اُنُوْقٌ تھاد واؤ کو نون

پر مقدم کیا اب اُونَقٌ ہوا پھر خلاف قیاس واؤ کو یاء سے بدل دیا اَيْنَقٌ ہو گیا۔

مَقُولُ اسم مفعول کی تعلیل:

الْمَفْعُولُ مَقُولٌ اِلَى الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾ مَقُولُ اسم مفعول کی تعلیل بیان کریں۔

﴿جواب﴾ مَقُولُ اصل میں مَقُوُولٌ تھایَقُوُولُ کی طرح تقلیل کی تو دو ساکن جمع ہو گئے اب ایک کو گرا دیا

تو مَقُوُولُ بن گیا۔

فَحُذِفَ الْوَاوُ الزَّائِدُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: واو محذوفہ کے بارے میں ائمہ نحو کا کیا اختلاف ہے؟

﴿جواب﴾: سیبویہ کے نزدیک واو زائدہ حذف ہوگی کیونکہ زائدہ کا حذف کرنا اولیٰ ہے اور اخفش کے نزدیک واو اصلی حذف ہوگی کیونکہ زائدہ علامت ہے اور علامت حذف نہیں ہوتی سیبویہ کا جواب یہ ہے کہ جب دوسری علامت نہ ہو تو علامت حذف نہیں ہوتی لیکن یہاں دوسری علامت میم موجود ہے لہذا اب سیبویہ کے نزدیک مَقُولُ کا وزن مَفْعُلُ ہوگا اور اخفش کے نزدیک مَقُولُ ہوگا..... مَبِيعُ اصل میں مَبِئُوعُ ہے مَبِيعُ کی طرح تعلیل ہوئی تو واو اور یاء دوسرا کن جمع ہو گئے سیبویہ کے نزدیک واو کو حذف کر دیا تو مَبِيعُ ہو گیا اور اخفش کے نزدیک یاء کو حذف کر کے ما قبل کو کسرہ دیا مَبِئُوعُ ہو گیا۔ پھر واو کو یاء سے بدل دیا جس طرح کہ مَبِئُوعُ میں کیا گیا لہذا اب مَبِيعُ کا وزن سیبویہ کے نزدیک مَفْعِلُ اور اخفش کے نزدیک مَفْعِلُ ہوگا۔

اسم ظرف مَقَال کی تعلیل:

الْمَوْضِعُ مَقَالُ أَصْلُهُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اسم ظرف مَقَال کی تعلیل بیان کریں۔

﴿جواب﴾: مَقَالُ اصل میں مَقُولُ تَحَايَ خَافُ کی طرح تعلیل ہوئی یعنی واو کا فتح نقل کر کے قاف کو دیا پھر واو کو

الف سے بدلا تو مَقَالُ ہو گیا۔

مَبِيعُ أَصْلُهُ مَبِيعُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: مَبِيعُ میں تعلیل کی وضاحت کریں۔

﴿جواب﴾: مَبِيعُ اصل میں مَبِيعُ تَحَايَ مَبِيعُ کی طرح تعلیل ہوئی یعنی یاء کا کسرہ نقل کر کے باء کو دیا تو مَبِيعُ ہو گیا۔

مَبِيعُ اسم مفعول اور اسم ظرف میں فرق:

وَ اكْتَفَى بِالْفَرْقِ التَّقْدِيرِي الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: مَبِيعُ اسم مفعول بھی ہے اور اسم ظرف بھی ہے، ان دونوں کے درمیان فرق کیسے کیا جائے گا؟

﴿جواب﴾: ان کے درمیان تقدیری فرق کافی ہے یعنی اسم مفعول اصل میں مَبِئُوعُ تھا اور اسم ظرف مَبِيعُ تھا۔

فرق تقدیری معتبر ہے:

وَهُوَ مُعْتَبَرٌ عِنْدَهُم الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: کیا فرق تقدیری اہل صرف کے نزدیک معتبر ہے؟

﴿جواب﴾: جی ہاں! ان لوگوں کے ہاں فرق تقدیری معتبر ہے جیسے فُلُکٌ واحد بھی ہے اور جمع بھی، لیکن جب اس کا سکون اُسْدُ کے سکون کی طرح ہو تو وہ جمع ہوگا جیسے ارشاد خداوندی ہے حَتَّىٰ اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ مَعَ فُلْكِكُمْ جَمْعٌ لِّیْنَ جَبْ اس کا سکون قُرْبٌ کی راء جیسا ہو تو واحد ہوگا کیونکہ اُسْدُ جمع اور قُرْبٌ واحد لہذا فُلْکُ بروزن اُسْدُ جمع اور فُلْکُ بروزن قُرْبٌ واحد ہے یہ فرق تقدیری ہے اور یہ صریحوں کے ہاں معتبر ہے قرآن پاک میں واحد کی مثال فی الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ہے یہاں فُلْکُ سے ایک کشتی مراد ہے۔

الْمَجْهُولُ قِيلَ اِلَى الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: قِيلَ (ماضی مجہول) اصل میں کیا تھا اور قِيلَ کیسے بن گیا؟

﴿جواب﴾: قِيلَ اصل میں قَوْلٌ تھا واو کو تخفیف کی غرض سے ساکن کیا قَوْلٌ ہو گیا لیکن یہ لغت ضعیف ہے۔

☆ دوسری لغت یہ ہے کہ واو کا کسرہ ماقبل کو دے دیا اب واو ساکن ماقبل مکسور ہو گیا کسرہ کی موافقت میں واو کو یاء سے بدلا تو قِيلٌ ہو گیا۔

☆ تیسری لغت کے مطابق اِشَامُ کیا جائے گا تا کہ معلوم ہو کہ اس کا ماقبل مضموم تھا۔ بِنِعْ، اُخْتِیْرَ، اَنْقِیْدَ، قُلْنَا اور بِنِعْ میں بھی یہ تینوں لغات جائز ہیں۔

﴿نوٹ﴾: اِشَامُ یہ ہے! کہ جس حروف پر وقف کیا جائے اس کو ساکن کر کے ہونٹوں سے پیش کی طرف اشارہ کرنا، اور یہ ضمہ میں ہوتا ہے۔

وَلَا یَجُوزُ الْاِشَامُ فِی الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: کیا اُقِیْمَ میں بھی یہ تینوں صورتیں جائز ہیں یا نہیں اگر ہیں تو کیوں؟

﴿جواب﴾: اُقِیْمَ جو اصل میں اَقِیْمٌ تھا اس میں نہ تو اِشَامُ جائز ہے اور نہ واو کا پڑھنا کیونکہ یہاں جب واو کی

حرکت ماقبل کو دیں گے تو اس کا ماقبل مضموم نہیں ہوگا اور نہ ہی اس سے پہلے یہ مضموم تھا۔

وَسَوَّىٰ فِیْ مِثْلِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: قُلْنَا ماضی معروف بھی ہے اور مجہول بھی ان میں فرق کیسے کیا جائیگا؟

﴿جواب﴾: قُلْنَا ماضی معروف اور مجہول میں بھی فرق تقدیری پر اکتفاء کیا گیا۔

وَاصْلٌ یَّقَالُ یَقُولُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: یَّقَالُ میں تعلیل کیسے ہوگی؟

﴿جواب﴾: یَّقَالُ اصل میں یَقُولُ تھا تو اس میں یَخَافُ کی طرح تعلیل ہوئی۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

ناقص کا بیان

﴿عبارت﴾ الْكَبَابُ السَّادِسُ فِي النَّاقِصِ يُقَالُ لَهُ نَاقِصٌ لِنَقْصَانِهِ فِي الْآخِرِ وَذُو الْارْبَعَةِ لِأَنَّهُ يَصِيرُ عَلَى أَرْبَعَةِ أَحْرَفٍ فِي الْإِخْبَارِ نَحْوُ رَمَيْتُ وَهُوَ لَا يَجِيءُ مِنْ بَابِ فَعَلَ يَفْعَلُ تَقُولُ فِي الْحَاقِ الضَّمَاثِرَ رَمَى رَمِيَّارَ مَوَّالِي إِخْرَهُ أَصْلُ رَمَى رَمَى فَقَلِبْتَ الْيَاءُ الْفَاءَ كَمَا فِي قَالَ أَصْلُهُ قَوْلَ وَأَصْلُ رَمَوَّارِ مَيَّوْاقَلِبْتَ الْيَاءُ الْفَاءَ فَجُمِعَ السَّاكِنَانِ فَحُذِفَتِ الْإِلِفُ وَكَذَلِكَ رَضُوا لِأَنَّهُ ضَمَّ الضَّادُ فِيهِ بَعْدَ الْحَذْفِ حَتَّى لَا يَلْزَمَ الْخُرُوجُ مِنَ الْكُسْرَةِ إِلَى الْوَاوِ وَأَصْلُ رَمَتْ رَمَيْتُ فَحُذِفَ الْيَاءُ كَمَا فِي رَمَوَّاتُ حُذِفَ فِي رَمَتَاوَانِ لَمْ يَجْتَمِعِ السَّاكِنَانِ لِأَنَّهُ يَجْتَمِعُ السَّاكِنَانِ تَقْدِيرًا وَتَمَامُهُ مَرَفَى قَوْلًا وَلَا يَعْلُ رَمِينَ كَمَا مَرَفَى الْقَوْلُ الْمُسْتَقْبَلُ يَرْمِي أَصْلُهُ يَرْمِي أُسْكِنْتَ الْيَاءُ لِثِقَلِ الضَّمَةِ وَلَا يَعْلُ فِي تَرَمِيَانِ لِأَنَّ حَرَكَتَهُ خَفِيفَةٌ أَصْلُ يَرْمُونَ يَرْمِيُونَ فَأُسْكِنْتَ الْيَاءُ ثُمَّ حُذِفَتْ لِاجْتِمَاعِ السَّاكِنِينَ وَضَمَّ الْمِيمُ حَتَّى لَا يَلْزَمَ الْخُرُوجُ مِنَ الْكُسْرَةِ إِلَى الضَّمَةِ وَسَوَّى بَيْنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فِي مِثْلِ يَعْفُونَ اكْتِفَاءً بِالْفَرْقِ التَّقْدِيرِيِّ لِأَنَّ الْوَاوِ فِي النِّسَاءِ أَصْلِيَّةٌ وَالتَّوْنُ عَلَامَةُ التَّانِيثِ وَمَنْ ثُمَّ لَا تَسْقُطُ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ وَأَصْلُ تَرْمِينَ تَرْمِينَ فَأُسْكِنْتَ الْيَاءُ ثُمَّ حُذِفَتْ لِاجْتِمَاعِ السَّاكِنِينَ وَهُوَ مُشْتَرَكٌ فِي اللَّفْظِ مَعَ جَمَاعَةِ النِّسَاءِ وَإِذَا دَخَلَتْ الْجَارِمُ تَسْقُطُ الْيَاءُ عَلَامَةُ الْجَزْمِ نَحْوُكُمْ يَرْمُ وَمَنْ ثُمَّ تَسْقُطُ فِي حَالَةِ الرَّفْعِ عَلَامَةُ لِلْوَقْفِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَاللَّيْلِ إِذَا يَسُرُّ وَتَنْصِبُ إِذَا دَخَلَتْ النَّاصِبُ نَحْوُكُمْ يَرْمِي وَلَمْ يَنْتَصِبْ فِي مِثْلِ لَنْ يَخْشَى لِأَنَّ الْإِلِفَ لَا يَحْتَمِلُ الْحَرَكَةَ الْأَمْرَ إِلَى إِخْرِهِ أَصْلُهُ إِرْمِي فَحُذِفَتْ الْيَاءُ عَلَامَةُ لِلْوَقْفِ وَأَصْلُ إِرْمُوَارِ مَيَّوْاقُسْكِنْتَ الْيَاءُ ثُمَّ حُذِفَتْ لِاجْتِمَاعِ السَّاكِنِينَ وَأَصْلُ إِرْمِي إِرْمِي فَأُسْكِنْتَ الْيَاءُ الْأَصْلِيَّةُ ثُمَّ حُذِفَتْ لِاجْتِمَاعِ السَّاكِنِينَ وَبَنُونَ التَّائِيدِ إِرْمِيَّانِ إِرْمِيَّانِ إِرْمِيَّانِ إِرْمِيَّانِ وَبِالْخَفِيفَةِ إِرْمِيَّانِ إِرْمِيَّانِ إِرْمِيَّانِ

﴿ترجمہ﴾: چھٹا باب ناقص کے بیان میں، اس کے آخر میں حرف کی کمی ہو جانے کی وجہ سے اس کو ناقص کہتے

ہیں اور اس کو ذُو الْاَرْبَعَةِ یعنی چار حرفوں والا بھی کہتے ہیں اس لیے کہ وہ بوقت اخبار چار حرفوں والا بن جاتا ہے، جیسے رَمِيتُ اور یہ ناقص فَعَلَ يَفْعِلُ کے باب سے نہیں آتا، اب اس کے میں ضمیر کے الحاق کے ساتھ یوں کہیں گے رَمِی، رَمِیًا، رَمَوْا الخ رَمِی کی اصل رَمِی تھی تو یاء کو الف سے بدل دیا گیا جیسا کہ قَال میں ہوا کہ اس کی اصل قَوْل تھی اور رَمَوْا کی اصل رَمِیو تھی پس یاء کو الف سے بدل دیا گیا تو اجتماع ساکنین ہوا تو الف کو حذف کر دیا گیا، اور ایسے ہی رَضُوا میں ہوا مگر یہ کہ وہاں ضاد کو ضمہ دیا گیا حذف کے بعد تا کہ خروج لازم نہ آئے کسرہ سے واو کی طرف اور رَمَت کی اصل رَمِيت ہے، پس یاء کو حذف کیا گیا جیسا کہ رَمَوْا میں حذف کیا گیا اور رَمَتًا میں بھی یاء حذف کی گی اگرچہ اجتماع ساکنین نہیں اس لیے کہ اس میں اجتماع ساکنین تقدیرا ہے اور اس کی پوری تفصیل پہلے گذر چکی ہے قَوْلًا کی بحث میں۔ اور رَمِین میں تعلیل نہیں کی جائے گی جیسا کہ القول کی بحث میں گزر چکا، اور مضارع یَرْمِی اس کی اصل یَرْمِی ہے یاء کو ضمہ کے ثقل کی وجہ سے ساکن کر دیا گیا اور تَرْمِیَان میں بھی تعلیل نہیں کی جائے گی اس لیے کہ اس کی حرکت خفیف ہے۔ یَرْمُونَ کی اصل یَرْمِیُونَ ہے پس یاء کو ساکن کر دیا گیا پھر اس کو اتقائے ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا گیا اور میم کو ضمہ دے دیا گیا تا کہ خروج کسرہ سے ضمہ کی طرف لازم نہ آئے۔ اور جَال اور فِئَسَاء (مذکر مؤنث) میں برابری رکھی گئی یَعْفُونَ کی مثل میں فرق تقدیری پر اکتفاء کرتے ہوئے اس لیے کہ واو و فِئَسَاء میں اصلی ہے اور نون تانیث کی علامت ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمان ”إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ“ میں نہیں گرائی جائے گی اور تَرْمِین کی اصل تَرْمِیْن ہے پس یاء کو ساکن کر دیا گیا پھر اجتماع ساکنین ہوا تو حذف کر دیا گیا اور وہ مشترک ہے لفظ ہونے میں باوجود جمع مؤنث ہونے کے اور حرف جازم داخل کیا جائے تو یاء علامت جزی کی وجہ سے گر جائے گی جیسے لَمْ یَرْمِ اور اسی وجہ سے حالت رفع میں بھی وقف کرنے کے لیے گرائی جاتی ہے اللہ کے فرمان وَاللَّيْلِ إِذَا يَسِرَ اور نصب دیا جاتا ہے کہ جب کوئی ناصب داخل ہو جائے جیسے لَنْ يَرْمِی اور لَنْ يَخْشَى کی مثل فعل میں نصب نہیں دیا جائے گا اس لیے کہ الف حرکت کا احتمال نہیں رکھتی۔ اور اس سے اَمْر اَرْمِ الخ آتا ہے۔ اس کی اصل اَرْمِی ہے پس یاء کو علامت وقف کی غرض سے حذف کر دیا گیا اور اَرْمُوا کی اصل اَرْمِیُوا ہے۔ پس یاء کو ساکن کر دیا گیا پھر اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا گیا پھر اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا گیا۔ اور نون تاکید کے ساتھ یہ اس طرح استعمال ہوتا ہے اَرْمِیْنَ، اَرْمِیَان، اَرْمُنْ، اَرْمِنْ، اَرْمِیَانْ، اَرْمِیَانْ، اور نون خفیفہ کے ساتھ یوں استعمال ہوتا ہے اَرْمِیْنْ، اَرْمِنْ، اَرْمِنْ۔“

﴿تشریح﴾:

یَقَالُ لَهُ نَاقِصُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

ناقص کی وجہ تسمیہ:

﴿سوال﴾: ناقص کی وجہ تسمیہ بیان کریں؟

﴿جواب﴾: ناقص کو ناقص اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے آخر میں بعض اوقات حروف کے اعتبار سے اور بعض

اوقات حرکت کے اعتبار سے کمی واقع ہوتی ہے۔ جیسے يَذْعُوْا وَيَرْمِيْ (فعل) میں اور الْقَاضِي (اسم) میں حالت رفع اور جر حرکت کے اعتبار سے کمی واقع ہوئی اور دَعَتْ اور رَمَتْ اور اسی طرح لَمْ يَذْعُ، لَمْ يَرْمِ نیز اِزِم میں حروف کی کمی واقع ہوئی اور اسم میں حروف کی کمی کی مثال جَاءَ اور قَاضٍ وغیرہ ہے۔

لَا تَنْهَ يَصِيْرُ عَلَى اَرْبَعَةِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: ناقص کو ذواربعہ کیوں کہتے ہیں؟

﴿جواب﴾: ناقص کو ذواربعہ اس لئے کہتے ہیں کہ متکلم وغیرہ کے صیغوں میں اس کے حروف چار ہوتے ہیں۔

ناقص کن کن ابواب سے آتا ہے؟

وَهُوَ لَا يَجِيْءُ مِنْ بَابِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: ناقص کن کن ابواب سے آتا ہے؟

﴿جواب﴾: ناقص پانچ ابواب سے آتا ہے۔ لیکن فَعَلَ يَفْعَلُ یعنی حَسِبَ يَحْسِبُ سے نہیں آتا۔

أَصْلُ رَمَى رَمَى الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: رَمَى کی تعلیل کریں۔

﴿جواب﴾: رَمَى اصل میں رَمَى تھا، یاء متحرک ماقبل مفتوح ہے اے الف سے بدلا، تو رَمَى ہو گیا۔

وَأَصْلُ رَمَوْا رَمَوْا الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: رَمَوْا اصل میں کیا تھا؟ اور اس میں تعلیل کس طرح ہوئی؟

﴿جواب﴾: رَمَوْا اصل میں رَمِیْوُا تھا، یاء متحرک ماقبل مفتوح تھا، تو یاء کو الف سے بدلا تو دوساکن جمع ہو گئے، تو

الف کر دیا تو رَمَوْا ہو گیا۔

كَذَلِكَ رَضُوا إِلَّا أَنَّهُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: کیا رَمَوْا اور رَضُوا کی تعلیل میں کچھ فرق ہے؟

﴿جواب﴾: رَضُوا اصل میں رَضِیْوُا تھا، یاء پر ضمہ ثقیل تھا اے ساکن کر دیا، دوساکن جمع ہو گئے یاء کو حذف

کر دیا پھر ضا کو ضمہ دے دیا تا کہ سرہ سے واؤ کی طرف خروج لازم نہ آئے۔

وَأَصْلُ رَمَتْ رَمَيْتُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: رَمَتْ کی تعلیل تحریر کریں؟

﴿جواب﴾: رَمَتْ اصل میں رَمَيْتُ تھا، یا متحرک ماقبل مفتوح تھا تو یاء کو الف سے بدلا تو دوساکن جمع ہو گئے

، پس الف کو گرایا تو رَمَتْ ہو گیا۔

وَتَحْدَفُ فِي رَمَتَا الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: رَمَتَا اصل میں رَمَيْتَا تھا، یا کو الف سے بدلنے کی صورت میں دوساکن جمع نہیں ہوتے، تو پھر

کیوں کو گرایا گیا؟

﴿جواب﴾: یہاں اگرچہ بظاہر تاء متحرک ہے لیکن حقیقت میں وہ ساکن ہے۔

وَلَا يُعَلُّ رَمَيْنَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: رَمَيْنَ میں تعلیل کیوں نہیں کی گئی؟

﴿جواب﴾: رَمَيْنَ میں یاء ساکن ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے ثقل پیدا نہیں ہوتا اس لیے اسے حذف نہیں کیا گیا۔

يَرْمِي أَصْلُهُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: يَرْمِي کی تعلیل بیان کریں؟

﴿جواب﴾: يَرْمِي اصل میں يَرْمِيُ تھا، پھر یاء پر ضمہ ثقیل تھا اسے گرا دیا تو يَرْمِيُ ہو گیا۔

وَلَا يُعَلُّ فِي تَرْمِيَانِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: تَرْمِيَانِ میں تعلیل نہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟

﴿جواب﴾: چونکہ یہاں یاء کی حرکت خفیف ہے لہذا یہاں تعلیل نہیں ہوگی۔

أَصْلُ يَرْمُونَ يَرْمِيُونَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: يَرْمُونَ اصل میں کیا تھا اس کی تعلیل کیجئے؟

﴿جواب﴾: يَرْمُونَ کی اصل میں يَرْمِيُونَ تھی، یاء پر ضمہ ثقیل تھا اسے گرا دیا، اب اجتماع ساکنین کی وجہ سے یاء

کو گرا دیا پھر میم کو ضمہ دیا تاکہ کسرہ سے واو کی طرف خروج لازم نہ آئے۔

وَسَوَّى بَيْنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: يَعْفُونَ مذکر و مؤنث دونوں کے لیے آتا ہے فرق کیسے ہوگا؟

﴿جواب﴾: یہاں تقدیری فرق ہوگا یعنی مذکر کا صیغہ اصل میں يَعْفُوُونَ اور مؤنث کا صیغہ يَعْفُونُ ہوگا، مؤنث

کے صیغے میں واو اصلی ہے اور نون علامت ثانیث ہے جبکہ مذکر کے صیغے میں واو ضمیر جمع اور نون اعرابی ہے، اور چونکہ مؤنث

کے سینے میں نون علامت تاربت ہے، نون امرابی نہیں ہے، اس لیے ارشاد ہاری تعالیٰ اَلَا اَنْ يَّعْفُوْنَ مِثْلَ اَنْ نَّاصِبِہ کے باوجود نون نہیں کرتا۔

وَأَصْلُ تَوْرَمِيْنٍ تَوْرَمِيْنٍ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: تَوْرَمِيْنٍ کون سا صیغہ ہے اور اس میں تعلیل کس انداز میں ہوئی؟

﴿جواب﴾: تَوْرَمِيْنٍ واحد مؤنث حاضر اور جمع مؤنث حاضر دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، جمع مؤنث حاضر اصل میں بھی ”تَوْرَمِيْنٍ“ ہی ہے، البتہ واحد مؤنث حاضر اصل میں تَوْرَمِيْنٍ تھا یا کو سا کن کیا پھر اجتماع ساکنین کی وجہ سے اسے گرا دیا تو تَوْرَمِيْنٍ ہو گیا۔

وَإِذَا خَلَّتِ الْجَازِمُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اگر ناقص پر حرف جزم آجائے تو وہ کیا عمل کرے گا؟

﴿جواب﴾: ناقص پر حرف جزم داخل ہونے سے حرف علت گر جاتا ہے جیسے لَمْ يَرْمِ جو کہ اصل میں يَرْمِ تھا، حالت رفع میں وقف کی صورت میں بھی گر جاتا ہے مثلاً وَالْقَلِيلِ إِذَا يَسُرُّ جو کہ اصل میں يَسُرُّ تھا۔
وَكُنْصِبُ إِذَا خَلَّتِ النَّاصِبُ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ناقص پر حرف ناصب داخل ہو تو کیا عمل ہوگا؟

﴿جواب﴾: جب ناقص پر حرف ناصب داخل ہوتا ہے تو اس کا آخر منصوب ہو جاتا ہے جیسے لَنْ يَرْمِيَ البتہ لَنْ يَخْشَى میں ایسا نہیں ہوتا کیونکہ اس کا آخری حرف! حرکت کو برداشت نہیں کر سکتا۔

أَصْلُهُ إِدْمِي فَحُذِفَتِ الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: إِدْم کی تعلیل کیجئے؟

﴿جواب﴾: إِدْم اصل میں إِدْمِي تھا، علامت وقف کے طور پر یاء گر گئی، تو إِدْم ہو گیا۔

وَأَصْلُ إِدْمُوا إِدْمِيُوا الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: إِدْمُوا اصل میں کیا تھا۔

﴿جواب﴾: إِدْمُوا اصل میں إِدْمِيُوا تھا..... یاء پر ضمہ ثقیل تھا اس کو گرا دیا اب اجتماع ساکنین کی وجہ سے یاء کو

بھی گرا دیا۔ پھر یم کو ضمہ دیا تا کہ کسرہ سے واؤ کی طرف خروج لازم نہ آئے إِدْمُوا ہو گیا۔

وَأَصْلُ إِدْمِي إِدْمِي الخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: إِدْم کی تعلیل کیجئے؟

﴿جواب﴾: إِدْم اصل میں ”إِدْمِي“ تھا..... یاء کو ساکن کر کے اجتماع کی وجہ سے گرا دیا، تو إِدْم ہو گیا۔

﴿نوٹ﴾:- یہاں اصلی یاء حذف ہوگی، کیونکہ دوسری یاء جو کہ علامت ہے، وہ حذف نہیں ہوتی۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

﴿عبارت﴾: الْفَاعِلُ رَامٌ إِلَىٰ آخِرِهِ أَصْلُهُ رَامِيٌّ فَأُسْكِنَتِ الْيَاءُ فِي حَالَتِي الرَّفْعِ وَالْجَرِّ ثُمَّ حُذِفَتْ لِاجْتِمَاعِ السَّاكِنَيْنِ وَلَا تُسْكَنُ فِي حَالَةِ النَّصْبِ لِخِفَةِ النَّصْبِ أَصْلُ رَامُونَ رَامِيُونَ فَأُسْكِنَتِ الْيَاءُ ثُمَّ حُذِفَتْ لِاجْتِمَاعِ السَّاكِنَيْنِ ثُمَّ ضُمَّ الْمِيمُ لَا سِتْدَاءَ الْوَاوِ وَإِذَا أَضِفْتَ التَّثْنِيَّةَ إِلَىٰ نَفْسِكَ فَقُلْتَ رَامِيَّ فِي حَالَةِ الرَّفْعِ وَرَامِيٍّ فِي حَالَةِ النَّصْبِ وَالْجَرِّ بِأَدْغَامِ عَلَامَةِ النَّصْبِ وَالْجَرِّ فِي يَاءِ الْإِضَافَةِ وَإِذَا أَضِفْتَ الْجَمْعَ فَقُلْتَ رَامِيٍّ فِي جَمِيعِ الْأَحْوَالِ وَأَصْلُهُ فِي حَالَةِ الرَّفْعِ رَامُوِيٌّ فَادْغَمْتَ لِأَنَّهُ اجْتَمَعَ الْحَرْفَانِ مِنْ جَنْسٍ وَاحِدٍ فِي الْعِلِّيَّةِ وَجُعِلَ الْوَاوِيَاءُ لَا الْيَاءُ وَاللَّخْفَةُ وَلَا سِتْدَاءُ الْمَدْغَمِ فِيهِ ثُمَّ قُلِبَتْ ضَمَّةٌ مَقْبَلُهَا كُسْرَةٌ لِلْمُوَافَقَةِ وَلِتَلْزِمَ الْخُرُوجُ مِنَ الضَّمَّةِ إِلَى الْيَاءِ الْمَفْعُولُ مَرْمِيٌّ إِلَىٰ آخِرِهِ أَصْلُهُ مَرْمُوِيٌّ فَادْغَمَ كَمَا دْغَمَ فِي رَامِيٍّ وَإِذَا أَضِفْتَ التَّثْنِيَّةَ إِلَى يَاءِ الْإِضَافَةِ فَقُلْتَ مَرْمِيَّ فِي الرَّفْعِ وَفِي حَالَةِ النَّصْبِ وَالْجَرِّ مَرْمِيٍّ أَيْضًا بِأَرْبَعِ يَآتٍ فِي كُلِّ الْأَحْوَالِ وَإِذَا أَضِفْتَ الْجَمْعَ فَقُلْتَ مَرْمِيٍّ أَيْضًا بِأَرْبَعِ يَآتٍ فِي كُلِّ الْأَحْوَالِ الْمَوْضِعُ مَرْمِيٍّ الْأَصْلُ فِيهِ أَنْ يَأْتِيَ عَلَى وَزْنِ مَفْعِلٍ أَلَا أَنَّهُمْ قَرُّوا عَنْ تَوَالِي الْكُسْرَاتِ أَلَا لَمَرْمِيٍّ الْمَجْهُولُ رَمِيٌّ إِلَى آخِرِهِ وَلَا يَعْلُ لِيَخْفَةَ الْفَتْحَةُ وَأَصْلُ يَرْمِيٍّ يَرْمِيٌّ فَقُلِبَتِ الْيَاءُ أَلِفًا كَمَا فِي رَمَى وَحُكْمُ غَزَايَغُورٍ مِثْلُ رَمِيٍّ يَرْمِيٌّ فِي كُلِّ الْأَحْكَامِ إِلَّا أَنَّهُمْ يَبْدَلُونَ الْوَاوِيَاءَ فِي نَحْوِ غَزَيْتَ تَبْعًا لِغَزَى مَعَ أَنَّ الْيَاءَ مِنْ حُرُوفِ الْإِبْدَالِ وَحُرُوفُهَا قَوْلُكَ اسْتَنْجِدْهُ يَوْمَ صَالٍ زَطَّ الْهَمْزَةُ أَبْدَلْتُ وَجُوبًا مُطَرِّدًا مِنَ الْأَلِفِ بَعْدَ الْأَلِفِ فِي نَحْوِ صَحْرَاءٍ وَهَمْزَتُهَا أَلِفٌ فِي الْأَصْلِ كَأَلِفِ سُكْرَى ثُمَّ زِيدَتْ قَبْلَهَا أَلِفٌ لِمَدِّ الصَّوْتِ ثُمَّ جُعِلَتْ هَمْزَةً لَوْ قُوعُهَا طَرَفًا بَعْدَ أَلِفِ زَائِدَةٍ وَمِنْ ثُمَّ لَا يَجُوزُ جَعْلُهَا هَمْزَةً فِي صَحْرَى يَعْنِي لَوْ كَانَتْ فِي الْأَصْلِ هَمْزَةً لَجَازَ صَحْرَى بِالْهَمْزَةِ فِي صُورَةٍ مَا كَمَا يَجُوزُ فِي نَحْوِ خَطِيئَةٍ وَمِنْ الْوَاوِ وَجُوبًا مُطَرِّدًا فِي نَحْوِ أَوَّاصِلٍ فِرَارًا عَنْ اجْتِمَاعِ الْوَاوَاتِ وَنَحْوِ قَائِلٍ كَمَا مَرَّوْ نَحْوِ كَسَاءٍ لَوْ قُوعِ الْحَرَكَاتِ الْمُخْتَلِفَةِ عَلَى الْوَاوِ وَمِنْ الْيَاءِ وَجُوبًا مُطَرِّدًا نَحْوِ بَائِعٍ كَمَا مَرَّوْ جَوَازٌ مُطَرِّدًا عَنْ الْوَاوِ الْمَضْمُونَةِ نَحْوِ أَجْوَهُ وَادُّورٍ لِثِقَلِ الضَّمَّةِ عَلَى الْوَاوِ وَمِنْ الْوَاوِ وَغَيْرِ

الْمُضْمُومَةُ نَحْوُ اشَاحَ وَأَخَذُوا أَخَذَ فِي الْحَدِيثِ وَمِنَ الْيَاءِ فِي قَطَعَ اللَّهُ أَدْيَهُ لِيَقْلُ الْحَرْكَةِ عَلَى الْيَاءِ وَمِنَ الْهَاءِ نَحْوُ مَاءٍ أَصْلُهُ مَاهٌ وَمِنْ ثَمَّ يَجِيءُ جَمْعُهُ مِيَاهٌ وَمِنَ الْآلِفِ نَحْوُ فَقَدْ هَيَّجَتْ شَوْقَ الْمُشْتَاقِ وَنَحْوُ قِرَاءَةٍ مِنْ قَرَأَ وَلَا الضَّالِّينَ وَمِنَ الْعَيْنِ نَحْوُ أَبَابٍ أَصْلُهُ عِبَابٌ أَيْ اجْتِمَاعُ الْمَاءِ فِي نَحْوِ أَبَابٍ بَحْرِ ضَاحِكٍ زَهُوقٍ لَا تَحَادٍ مَخْرَجِهِنَّ

﴿ترجمہ﴾: ”اور اس سے فاعل رَام آتا ہے، اس کی اصل رَامِی ہے پس یاء کو ساکن کر دیا رفع اور جردونوں حالتوں میں پھر اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا اور حالت نصب میں نصب کے خفیف ہونے کی وجہ سے ساکن نہیں کیا گیا۔ اور رَامُون کی اصل رَامِیُون تھی۔ پس یاء کو ساکن کر دیا پھر اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا گیا پھر میم کو واو مطالبہ کرنے کی وجہ سے ضمہ دے دیا تو رَامُون ہو گیا، اور جب آپ ثنیہ کے کلمہ کو اپنی یعنی یائے متکلم کی طرف مضاف کریں گے تو آپ یوں کہیں گے رَامِیَی حالت رفع میں اور رَامِیَی حالت نصب اور حالت جر میں ادغام کے ساتھ یعنی نصب اور جر کی حالت میں کلمہ کی یاء کا یائے متکلم میں ادغام ہوگا۔ اور جب جمع کے کلمہ کی اضافت کریں گے یائے متکلم کی طرف تو یوں کہیں گے رَامِیَی تمام احوال میں اور اس کی اصل حالت رفع میں رَامُونِی، پس ادغام کر دیا گیا اس لیے دو حرف ایک جنس کے حرف علت میں جمع ہوئے اور واو کو یاء سے بدل دیا گیا واو کے خفیف ہونے اور ما قبل کے مدغم فیہ ہونے کے مطالبے کی وجہ سے پھر اس کے ما قبل کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا گیا موافقت کی وجہ سے تاکہ ضمہ سے یاء کی طرف خروج لازم نہ آئے۔ اور اس سے مفعول مَرْمِی آتا ہے اس کی اصل مَرْمُوی ہے پس یہاں بھی اسی طرح بھی ادغام کیا گیا کہ جس طرح رَامِیَی کیا گیا اور جب آپ ثنیہ کے کلمے کی یائے متکلم کی طرف اضافت کریں گے تو یوں کہیں گے مَرْمِیَی حالت رفع میں جب کی نصب اور جر کی حالت میں مَرْمِیَی کہیں گے چار یاؤں کے ساتھ اور جب جمع کے کلمے کی اضافت کریں گے تو آپ یوں کہیں گے مَرْمِیَی یہ بھی چار یاؤں کے ساتھ آئے تمام احوال میں اور اسم ظرف اس سے مَرْمِی آتا ہے اس میں اصل یہ ہے کہ یہ مفعول کے وزن پر آتا ہے مگر یہ کہ وہ لوگ لگا تار کسروں سے بچنے کی خاطر دوسری جانب چلے گئے اور اسم آلہ اس سے مَرْمِی آتا ہے اور مجہول اس سے رَمِی یَوْمِی الخ آتا ہے۔ اور فتح کے خفیف ہونے کی وجہ سے اعلال نہیں ہوگا۔ اور یَوْمِی کی اصل یَوْمِی تھی۔ پس یاء کو الف سے بدل دیا گیا جیسا کہ رَمِی میں تھا اور غَزَا یَغْزُو کا حکم رَمِی یَوْمِی کی طرح ہی ہے تمام احکام میں، مگر یہ کہ انہوں نے واو یاء سے تبدیل کیا ہے اَغْزِیْتُ جیسی مثالوں میں یَغْزِی کی اتباع کرتے ہوئے باوجود اس کے کہ یاء حروف ابدال میں سے ہے اور اس کے حروف آپ کے قول کے مطابق اس طرح ہیں اَسْتَنْجِدُهُ یَوْمَ صَالٍ زَطُّ ہمزہ کو باوجود بدل دیا جاتا ہے الف سے الف کے بعد واقع ہونے کے وقت جیسے کہ صَحْرَاء میں اور اس کا ہمزہ الف ہے اصل میں الف ہے سُکْرَی کے الف کی

طرح پھر اس سے پہلے آواز کو لمبا کرنے کی وجہ سے الف کو زیادہ کر دیا گیا پھر اس کو ہمزہ بنایا دیا گیا طرف میں واقع ہونے کی وجہ سے الف زائدہ کے بعد اور اسی وجہ سے اس کا ہمزہ بنانا صحیحی میں جائز نہیں ہے یعنی اگر اصل میں ہوتا تو صحیحی میں جائز تھا کسی صورت میں۔ جیسا کہ خطیۃ کی مثل میں خطیۃ جائز ہے اور واؤ سے بدلا جاتا ہے وجوباً موافقت کی وجہ سے او اصل جیسی مثال میں واوات کے اجتماع سے احتراز کرتے ہوئے اور جیسے قائل جیسا کہ گذر چکا ہے اور جیسے کسواء میں واؤ پر مختلف حرکات داخل ہونے کی وجہ سے اور یاء سے وجوباً بدلا جاتا ہے بسائے جیسے مثال کی موافقت میں جیسا کہ گزر چکا ہے اور مطرد اجواز واؤ مضمومہ سے (جب واؤ مضموم ہو تو اسے ہمزہ سے بدلنا قیاس کے مطابق ہے البتہ جائز ہے واجب نہیں) جیسے اجوہ اور ادور واؤ پر ضمہ کے ثقیل ہونے کی وجہ سے، اور واؤ سے بدلا جاتا ہے غیر مضموم ہونے کی حالت میں جیسے اشاح اور اتحد جیسے کہ اتحد حدیث میں بھی آیا ہے (کہ سیدنا سعید بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور ﷺ نے دیکھا کہ وہ تشہد پڑھتے ہوئے دو انگلیوں سے اشارہ کر رہے ہیں تو آقائے دو جہاں ﷺ نے انہیں فرمایا اتحد اتحد کہ ایک انگلی کے ساتھ اشارہ کرو) اور یاء کو کبھی ہمزہ سے بدل دیا جاتا ہے جیسے قطع اللہ اذیہ میں یاء پر حرکت کے ثقیل ہونے کی وجہ سے اور کبھی ہاء کو ہمزہ سے بدل دیا جاتا ہے۔ جیسے ماء کہ اس کی اصل ماء ہے، کبھی الف کو ہمزہ سے تبدیل کرتے ہیں لیکن غیر مطرد یعنی خلاف قیاس جیسے هیجئت شوق المشتاق (اس عورت نے مشتاق کے شوق کو برا بیچتے کیا، اس مثال میں مشتاق کے الف کو ہمزہ سے بدلا گیا ہے، کہ یہ اصل میں مشتوق ہے واؤ متحرک ماقبل مفتوح تو اس واؤ کو الف سے تبدیل کر دیا تو مشتاق ہو گیا پھر الف کو ہمزہ سے تبدیل کیا تو مشتاق ہو گیا) اور اس شخص کی قرأت کہ جس نے وَلَا الضَّالِّین کہا، یعنی بعض قرأت میں ضاد کے بعد ہمزہ مفتوح پڑھا جاتا ہے۔ کبھی عین کو ہمزہ سے بدلا جاتا ہے، ان کے مخرج کے متحد ہونے کی وجہ سے، جیسے عَبَاب (پانی کا جمع ہونا) کو اُبَاب کہا جاتا ہے ان دونوں کے مخرج کے متحد ہونے کی وجہ سے۔“ جیسے کہا جاتا ہے بِخَوْضٍ ضَاحِكٍ زَهُوْقٍ کہ سمند کی موجیں ٹھانھیں مار رہی ہیں۔

﴿تشریح﴾:

رَامَ إِلَىٰ أَخِيهِ أَصْلُهُ النِّخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

اسم فاعل رَامَ کی تعلیل:

﴿سوال﴾: رَامَ (اسم فاعل) میں تعلیل کی کیا صورت ہے؟

﴿جواب﴾: رَامَ اصل میں رَامِی تھا حالت رفع اور حالت جر میں یاء کو ساکن کیا تو اجتماع ساکنین ہو گیا کیونکہ

یاء بھی ساکن ہے اور نون تنوین بھی، اس لیے یاء کو گرا دیا رَام ہو گیا۔

وَلَا تُسْكَنُ فِي حَالَةِ النَّصَبِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: حالت نصب (مَقْلًا رَايْتُ رَامِيًا) میں یا رکوساکن کیوں نہیں کرتے؟

﴿جواب﴾: اس لیے کہ فقرہ خفیف حرکت ہے اور حرف علت کو ثقل کی وجہ سے ساکن کیا جاتا ہے۔

أَصْلُ رَامُونٍ رَامِيُونٍ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: رَامُونٍ اصل میں کیا تھا اور یہاں تعلیل کیسے ہوئی؟

﴿جواب﴾: رَامُونٍ اصل میں رَامِيُونٍ تھا یا رکوساکن کیا پھر اجتماع ساکنین کی وجہ سے یا رکو کرادیا۔ اب میم کو

ضمہ دیا کیونکہ واو اپنے ماقبل ضمہ کو چاہتی ہے۔

وَإِذَا أَضْفَتِ التَّثْنِيَّةُ إِلَى الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: رَامِيَانِ کو یائے متکلم کی طرف مضاف کریں تو کیسے پڑھیں گے؟

﴿جواب﴾: رَامِيَانِ حالت رفع میں رَامِيَانِ اور حالت نصب وجر میں رَامِيَيْنِ ہوگا، یائے متکلم کی طرف

اضافت کی وجہ سے تثنیہ کا نون گر جائے گا تو حالت رفع میں رَامِيَايَ اور حالت نصب وجر میں رَامِيَيَّ ہو جائے گا (کیونکہ نصب

اور جر حالت میں یاء کا یاء میں ادغام ہو جائے گا)۔

وَإِذَا أَضْفَتِ الْجَمْعُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: اسم فاعل جمع (رَامِيُونٍ) کو یائے متکلم کی طرف مضاف کر کے تینوں حالتوں میں رَامِيَيَّ پڑھتے

ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟

﴿جواب﴾: جمع کا صیغہ تعلیل کے بعد حالت رفع میں رَامُونٍ اور نصب وجر کی حالت میں رَامِيَيْنِ ہوتا ہے،

اضافت کی وجہ سے جمع کا نون گر جاتا ہے لہذا حالت رفع میں رَامُوِيَّ ہو گیا، واو اور یاء اکٹھے ہوئے، اور ان میں پہلا ساکن ہے

، لہذا واو کو یاء سے بدل کر ادغام کیا رَامِيَيَّ ہو گیا، اب یاء کی وجہ سے میم کو کسرہ دیا تو رَامِيَيَّ ہو گیا۔ نصب اور جر کی حالت میں

رَامِيَيْنِ تھا، اضافت کی وجہ سے نون گر گیا تو رَامِيَيَّ ہو گیا، اس طرح تینوں حالتوں میں رَامِيَيَّ ہو گیا۔

جُعِلَ الْوَاوُ يَاءً لَا الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: حالت رفع میں واو کو یاء سے بدلا اس کے برعکس کیوں نہیں کیا؟

﴿جواب﴾: اس لیے کہ یاء خفیف ہے، نیز یہ مدغم فیہ ہے اس لیے اسے نہیں بدلا گیا۔

مَرْمِيٌّ إِلَى آخِرِهِ أَصْلُهُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

اسم مفعول مَرْمِيٌّ کی تعلیل:

﴿سوال﴾: اسم مفعول مَرْمِيٌّ اصل میں کیا تھا اور اس کی تعلیل کیسے ہوئی؟

﴿جواب﴾: مَرْمِيٍّ اصل میں مَرْمُؤِيٌّ تھا واؤ کو یاء سے بدل کر ادغام کیا مَرْمُؤِيٌّ ہو گیا، پھر یاء کی مناسبت سے میم کو کسرہ دیا تو مَرْمِيٍّ ہو گیا۔

وَإِذَا أَصْفَتِ التَّثْنِيَةُ إِلَى الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اسم مفعول کے صیغہ تثنیہ (مَرْمِيَّانِ) کو یائے متکلم کی طرف مضاف کریں تو کیسے پڑھیں گے؟

﴿جواب﴾: اضافت کی وجہ سے تثنیہ کا نون گر جاتا ہے لہذا اب حالت رفع میں مَرْمِيَّائِیٰ اور نصب وجر کی حالت مَرْمِيَّائِیٰ پڑھیں گے یعنی یاء چار بار ہوگی، ایک یاء واؤ سے بدل کر آئی ہے، دوسری یاء لام کلمہ ہے، تیسری یاء تثنیہ کی علامت ہے اور چوتھی یائے متکلم کی ہے۔

وَإِذَا أَصْفَتِ الْجَمْعُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اسم مفعول جمع مذکر کے صیغہ (مَرْمِيُّونَ) کو یائے متکلم کی طرف مضاف کریں تو کیسے پڑھیں گے؟

﴿جواب﴾: مَرْمِيُّونَ حالت رفعی ہے جبکہ حالت نصبی وجر میں مَرْمِيَّيْنِ پڑھتے ہیں، اضافت کی وجہ سے جمع کا نون گر جائے گا۔ اب حالت رفعی میں واؤ یاء سے بدل کر ادغام ہوگا، حالت نصب وجر میں پہلے سے تین یاء موجود ہیں چوتھی یائے متکلم کی ہوگی تو تینوں حالتوں میں چار یاء کے ساتھ مَرْمِيَّائِیٰ پڑھیں گے۔

اسم ظرف کی تعلیل:

مَرْمِيٍّ أَلَا صَلُّ فِيهِ إِنْ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اسم ظرف کی تعلیل تحریر کریں؟

﴿جواب﴾: اسم ظرف مَرْمِيٍّ اصل میں مَرْمُؤِيٌّ تھا، یاء ضمہ ثقیل تھا، اسے گرا دیا، اب یاء اور نون تینوں دو ساکن جمع ہوئے تو یاء کو گرا دیا مَرْمُؤِيٌّ ہو گیا۔

أَلَا صَلُّ فِيهِ أَنْ يَأْتِيَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: یہ (مَرْمِيٍّ) باب فَعَلَ يَفْعُلُ سے ہے اس لیے اسم ظرف مَفْعُلُ کے وزن پر مَرْمُؤِيٌّ ہونا چاہیے تھا مَفْعُلُ کے وزن پر کیوں آ رہا ہے؟

﴿جواب﴾: اگر (دوسری) میم کو کسرہ دیتے تو تین کسرے اکٹھے ہو جاتے، کیونکہ یاء دو کسروں کے برابر ہے اور عین کلمہ بھی کسور ہوتا، لہذا توالی کسرات سے بچنے کے لیے عین کلمہ کو فتح دے دیا۔

اسم آلہ کی تعلیل:

أَلَا لَمَرْمِيٍّ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: اسم آلہ کی تعلیل کریں؟

﴿جواب﴾: اسم آلہ مرُمی اصل میں مرُمی تھا، پس اسم ظرف کی طرح تعلیل واقع ہوئی۔
وَلَا يَعْلَلُ لِكَلْبِهِ الْفِتْنَةَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: فعل ماضی مجہول میں تعلیل نہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟

﴿جواب﴾: چونکہ ماضی مجہول دُرُمی میں یاء پرفتح ہے جو خفیف حرکت ہے اس لیے تعلیل کی ضرورت نہیں۔
وَأَصْلُ يَوْمِي يَوْمِي الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: یوم ماضی مجہول میں کس طریقے پر ہوئی؟

﴿جواب﴾: یوم اصل میں یوم تھا یا متحرک ماقبل مفتوح ہے اسلئے یاء کو الف سے بدلا یوم ہو گیا۔

وَحُكْمُ غَزَايَغْزُو الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: غَزَايَغْزُو میں تعلیل کا کیا طریقہ ہے؟

﴿جواب﴾: غَزَايَغْزُو میں رمی کی تعلیل ہوگی البتہ اس کے باب افعال میں مضارع یَغْزِي کی مناسبت

سے ماضی میں بھی واؤ کو یاء سے بدل کر اَغْزَوْتْ کو اَغْزَيْتْ پڑھتے ہیں یعنی مضارع میں عین کلمہ مکسور ہونے کی وجہ سے واؤ کو یاء سے بدلتے ہیں لیکن ماضی میں تعلیل کا کوئی سبب نہیں صرف مضارع کی مناسبت سے واؤ کو یاء سے بدلا گیا اور یاء ان حروف سے ہے جن کو ایک دوسرے سے بدلا جاتا ہے۔

وَحُرُوفُهَا قَوْلُكَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: حروف ابدال کون کون سے ہیں؟

﴿جواب﴾: حروف ابدال کا مجموعہ یہ ہے ”اَسْتَنْجِدُهُ يَوْمَ صَالٍ زَط“ (ء، س، ت، ن، ج، د، ہ، ی، و، م، ص

، الف، ل، ز، ط) اِسْتَنْجَاد کا معنی مدد چاہنا ہے ”الصولة“ حملہ کرنے کو کہتے ہیں ”زط“ انسانوں کا ایک گروہ (زنگی) اس کا مطلب یہ ہے کہ جس دن زنگیوں نے حملہ کیا اس دن میں اس سے مدد چاہوں گا۔

الْهَمْزَةُ اُبْدِلَتْ وَجُوبًا الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: بعض اوقات الف کو ہمزہ سے بدلتے ہیں اور یہ بدلنا واجب بھی ہوتا ہے اور قیاس کے مطابق مثال

بھی پیش کریں؟

﴿جواب﴾: اس کی مثال لفظ ”صَحْرَاءُ“ ہے اس کے آخر میں جو ہمزہ ہے وہ اصل میں الف تھا کیونکہ اصل

میں یہ صَحْرٰی تھا آخر میں الف تانیث تھا جیسے جُبَلٰی اور سُكْرٰی میں ہے اس کے زیادہ استعمال کی وجہ سے لغت میں توسیع کرتے ہوئے بنائے مقصورہ کیساتھ ساتھ بنائے مدودہ بنانے کیلئے اس الف سے پہلے ایک الف کا اضافہ کیا آخر والے الف کو

ہمزہ سے بدل دیا کیونکہ یہ الف الف زائدہ کے بعد طرف میں واقع تھا اور چونکہ یہ ہمزہ اصلی نہیں اس لئے اس کی جمع صَحَارِیٰ کو کسی صورت میں بھی صَحَارِیٰ نہیں پڑھ سکتے اگر یہ ہمزہ اصل ہوتا تو جس طرح غَطِیْنَةُ پڑھتے ہیں اسے بھی صَحَارِیٰ پڑھ سکتے ہیں

وَجُوبًا مُطَرِّدًا فِی نَحْوِ اَوْ اَصِل النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ایسی کوئی مثال بتائیں جس میں واؤ کو ہمزہ سے بدلنا واجب بھی ہو اور قیاس کے مطابق بھی؟

﴿جواب﴾: اَوْ اَصِل میں ہمزہ اصل میں واؤ تھا وَاَصِلَة کی جمع (فَوَاعِل کے وزن پر) وَاَصِل آتی ہے چونکہ

عطف کی صورت میں تین واؤ جمع ہو جاتی ہیں اسلئے پہلی واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا۔

اسی طرح قَائِل اصل میں قَاوِل تھا کَسَاءُ اصل میں کَسَاوُتھا واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا کَسَاءُ ہو گیا قَائِل اصل میں قَاوِل تھا اس کی وجہ ما قبل میں بیان ہو چکی ہے کہ یہاں واؤ متحرک ماقبل مفتوح ہے وہ یوں کہ زائد الف کا اعتبار نہیں کرتے لہذا قَاوِل میں واؤ کا ما قبل قاف اور کَسَاو میں واؤ کا ما قبل سین ہو گا واؤ کو الف سے بدلنے کی صورت میں دو الف جمع ہو گئے اور یہ دونوں ساکن ہیں ان میں سے کسی الف کو گرانا ممکن نہیں لہذا دوسرے الف کو حرکت دے کر ہمزہ بنا دیا کَسَاءُ میں واؤ کو گرانے کی وجہ یہ ہے کہ آخر میں ہونے کی وجہ سے اس پر مختلف حرکات آتی تھیں اس خرابی سے بچنے کیلئے واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا۔

وَمِنْ الْبَاءِ وَجُوبًا مُطَرِّدًا النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: یاء کو ہمزہ سے بدلنا واجب اور قیاس کے موافق ہو اس کی کوئی مثال بیان کریں۔

﴿جواب﴾: بَائِع جو اصل میں بَايِع تھا کی یاء کو ہمزہ سے بدل دیا اور اس کا طریقہ وہی ہے جو قَائِل کی تعلیل کے

ضمن میں بیان ہوا۔

وَجَوَازُ مُطَرِّدًا عَنِ الْوَاوِ النخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: واؤ مضموم، واؤ غیر مضموم، یاء، ہاء، الف اور عین کو ہمزہ سے بدلنا جائز بھی ہے اور قیاس کے مطابق

بھی اس کی مثالیں مع تعلیلات تفصیل سے بیان کریں۔

﴿جواب﴾: وَجُوه (وَجْهَة کی جمع) اور اَذْوَر (اَذَار کی جمع) میں واؤ پر ضمہ ثقیل ہے لہذا اس واؤ کو ہمزہ سے بدل

کر اُجُوه اور اَوُور پڑھنا جائز ہے۔ اِشَاع اور اَحْذِ اَحْذِ میں ہمزہ واؤ غیر مضموم سے بدل کر آیا اور ایسا تخفیف کیلئے کیا گیا کیونکہ حرف علت پر کسرہ ثقیل ہوتا ہے۔

﴿نوٹ﴾: آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت سیدنا سعید بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

حالت شہد میں دو انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا "اَحْذِ اَحْذِ" ایک انگلی سے اشارہ کرو۔

یاء، هاء، الف اور عین کو ہمزہ سے بدلنا:

☆ یَذِيْهِ میں چونکہ حرف علت یاء ضعیف ہے اور اس پر حرکت، ثقل پیدا کرتی ہے لہذا یاء کو ہمزہ سے بدل کر اَذِيْهِ پڑھنا جائز ہے۔

☆ مَاءٌ اصل میں ماءٌ تھا یہی وجہ ہے کہ اس کی جمع مِيَّاءٌ ہاء کیساتھ آتی ہے چونکہ ہمزہ اور ہاء کا مخرج ایک ہے اس لئے آسانی کی خاطر ہاء کو ہمزہ سے بدل کر مَاءٌ پڑھتے ہیں۔

☆ الف کو ہمزہ سے بدلنے کی مثال ”هَيَّجَتْ شَوْقَ الْمُشْتَاقِ“ میں لفظ مشتاق ہے اصل میں یہ مُشْتَوِّق (اسم فاعل) تھا واو متحرک ماقبل مفتوح واو کو الف سے بدلا مُشْتَاقٌ ہو گیا اب الف کو ہمزہ سے بدل کر مُشْتَاقٌ پڑھنا جائز ہے اسی طرح جولوگ وَلَا الضَّالِّينَ میں ضاد کے بعد الف کی بجائے ہمزہ کو پڑھتے ہیں ان کے نزدیک بھی الف کو ہمزہ سے بدلا جاتا ہے اور یوں یہ وَلَا الضَّالِّينَ پڑھتے ہیں۔

☆ عین کو ہمزہ سے بدلنے کی مثال اُبَابٌ ہے یہ اصل میں عُبَابٌ تھا چونکہ ہمزہ، عین، الف اور ہاء کا مخرج ایک ہے (یعنی حلق) اس لئے یہ ایک دوسرے کیساتھ بدل جاتے ہیں۔ عُبَاب کا معنی ہے پانی کا مجتمع ہونا، عظیم ہونا جیسے کہا جاتا ہے بَحْرٌ ضَاحِكٌ زَهُوْقٌ کہ سمندر کی موجیں ٹھانھیں مار رہی ہیں۔ زَهُوْق (کنواں) زَهُوْق بھی آیا ہے۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

﴿عبارت﴾: السَّيْنُ اُبْدَلَتْ مِنَ التَّاءِ نَحْوُ اسْتَخَذَ اَصْلُهُ اِتَّخَذَ عِنْدَ سَيَوِيْهِ لِقُرْبِهِمَا فِي الْمَهْمُوسَةِ التَّاءُ اُبْدَلَتْ مِنَ الْوَاوِ نَحْوُ تَحْمَةٍ وَاُخْتُ لِقُرْبٍ مَخْرَجِهِمَا وَمِنَ التَّاءِ نَحْوُ ثَنَانٍ وَاُسْتُوْا حَتَّى لَا يَقَعَ الْحَرَكَةُ عَلَى الْيَاءِ وَمِنَ السَّيْنِ نَحْوُ سِتٍّ اَصْلُهُ سُدُسٌ وَنَحْوِ عُمَرُ بْنُ يَرْبُوعٍ شَرَارُ النَّاتِ وَمِنَ الصَّادِ نَحْوُ لَصَتْ لِقُرْبِهِنَّ فِي الْمَهْمُوسَةِ وَمِنَ الْبَاءِ نَحْوُ الدَّعَالَةِ الْنُّونُ اُبْدَلَتْ مِنَ الْوَاوِ نَحْوُ صُنْعَانِيٍّ لِقُرْبِ النُّونِ مِنْ حُرُوفِ الْعِلَّةِ وَمِنَ اللَّامِ نَحْوُ لَعَنَ لِقُرْبِهِمَا فِي الْمَجْهُورِيَّةِ الْجِيمُ اُبْدَلَتْ مِنَ الْيَاءِ الْمُشَدَّدَةِ نَحْوُ ابْوَعْلَجٍ حَتَّى لَا يَقَعَ الْحَرَكَاتُ الْمُخْتَلِفَةُ عَلَى الْيَاءِ وَمِنْ غَيْرِ الْمُشَدَّدَةِ حَمْلًا عَلَى الْمُشَدَّدَةِ نَحْوُ لَا هُمْ اِنْ كُنْتَ قَبْلَتْ حَجَّتْ فَلَا يَزَالُ شَاحِحٌ يَأْتِيكَ بِجُ الدَّالِ اُبْدَلَتْ مِنَ التَّاءِ نَحْوُ فَزْدُو وَاَجْدَمْعُو الْقُرْبِ مَخْرَجِهِمَا الْهَاءُ اُبْدَلَتْ مِنَ الْهَمْزَةِ نَحْوُ هَرَفْتُ وَمِنَ الْاَلِفِ نَحْوُ حَيْهَلُهُ وَاَنَّهُ وَمِنَ الْيَاءِ فِي هَذِهِ اَمَةُ اللَّهِ لِمُنَاسَبَتِهَا بِحُرُوفِ الْعِلَّةِ فِي الْخَفَاءِ وَمِنْ ثُمَّ لَا تَمْنَعُ الْاِمَالَةَ فِي مِثْلِ لَنْ يَضْرِبَهَا وَتَمْنَعُ فِي اَكَلْتُ عِبَاوَمِنَ التَّاءِ وَجُوبًا مَطْرِدًا فِي نَحْوِ طَلْحَةٍ لِلْفَرْقِ بَيْنَهَا وَبَيْنَ التَّاءِ الَّتِي فِي الْفِعْلِ

الْيَاءُ أُبْدِلَتْ مِنَ الْآلِفِ وَجُوبًا مُطَرِّدًا نَحْوُ مُفْتِحٍ وَمِنَ الْوَائِ وَجُوبًا مُطَرِّدًا نَحْوُ مِقَاتٍ
لِكُسْرَةٍ مَاقْبَلَهَا وَمِنَ الْهَمْزَةِ جَوَازًا مُطَرِّدًا نَحْوُ ذَيْبٍ وَمِنْ أَحَدِ طَرَفِي التَّضْعِيفِ نَحْوُ تَقْضَى
لَمَامَرٍّ وَمِنَ النُّونِ نَحْوُ أَنَاسِيٍّ وَدَيْنَارٍ لِقُرْبِ الْيَاءِ مِنَ النُّونِ وَمِنَ الْعَيْنِ نَحْوُ ضَفَادِيٍّ لِثِقَلِ
الْعَيْنِ وَكُسْرَةٍ مَاقْبَلَهَا وَمِنَ التَّاءِ نَحْوُ ابْتِصَلَتْ لِأَنَّ أَصْلَهُ وَأَوَّوْ مِنَ الْبَاءِ نَحْوُ الثَّعَالِيٍّ وَمِنَ
السَّيْنِ نَحْوُ السَّادِيٍّ وَمِنَ الشَّاءِ نَحْوُ الثَّالِيٍّ لِكُسْرَةٍ مَاقْبَلَهَا الْوَائِ أُبْدِلَتْ مِنَ الْآلِفِ
نَحْوُ ضَوَارِبٍ لِقُرْبِ هِمَا فِي الْعِلِّيَّةِ وَاجْتِمَاعِ السَّاكِنِينَ وَمِنَ الْيَاءِ نَحْوُ مَوْقِنٍ
لِضَمَّةٍ مَاقْبَلَهَا وَمِنَ الْهَمْزَةِ جَوَازًا مُطَرِّدًا نَحْوُ لَوْمْ لَمَامَرٍّ أَلِيمٍ أُبْدِلَتْ مِنَ الْوَائِ نَحْوُ قِمٍّ أَصْلُهُ
قُوَّةٌ لَا تَحَادٍ مَخْرَجُهُمَا وَمِنَ اللَّامِ نَحْوُ قَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ مِنْ أَمْرِ أَمِصِيَامٍ
لِقُرْبِ هِمَا فِي الْمَجْهُورِيَّةِ وَمِنَ النُّونِ السَّاكِنَةِ نَحْوُ عَمِيرٍ وَمِنَ الْمُتَحَرِّكِ كَفَى نَحْوُ وَكَفَلِكِ
الْمُخَضَّبِ الْبِنَامِ لِقُرْبِ هِمَا فِي الْمَجْهُورِيَّةِ وَمِنَ الْبَاءِ نَحْوُ مَا زِلْتُ رَاتِمًا
لَا تَحَادٍ مَخْرَجُهُمَا الصَّادُ أُبْدِلَتْ مِنَ السَّيْنِ نَحْوُ قَوْلِهِ تَعَالَى وَأَصْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعْمَةً لِقُرْبِ
مَخْرَجِهِمَا الْآلِفُ أُبْدِلَتْ مِنْ أُخْتَيْهِمَا وَجُوبًا مُطَرِّدًا نَحْوُ قَالٍ وَبَاعٍ وَمِنَ
الْهَمْزَةِ جَوَازًا مُطَرِّدًا نَحْوُ رَاسٍ كَمَامَرٍّ أَلَامٍ أُبْدِلَتْ مِنَ النُّونِ نَحْوُ أَصِيلٍ وَمِنَ
الصَّادِ نَحْوُ الطَّعَجِ لَا تَحَادٍ هُنَّ فِي الْمَجْهُورِيَّةِ الْكَرَاءُ أُبْدِلَتْ مِنَ السَّيْنِ نَحْوُ يَزِيدٍ وَمِنَ
الصَّادِ نَحْوُ قَوْلِ الْحَاتِمِ هَكَذَا فَرَدَى الْطَّاءُ أُبْدِلَتْ مِنَ التَّاءِ وَجُوبًا مُطَرِّدًا فِي الْإِفْعَالِ
نَحْوُ اضْطَرَبَ وَفِي فَحْصَطٍ لِقُرْبِ هِمَا وَالْمَوْضِعُ الَّذِي لَمْ يُقَيَّدْ فِيهِ مِنَ
الصُّورِ الْمَذْكُورَةِ يَكُونُ جَائِزًا غَيْرَ مُطَرِّدٍ۔

﴿ترجمہ﴾: اور سین تاء سے بدل دی جاتی ہے جیسے اسْتَحَذَ اس کی اصل اتَّخَذَ ہے سیبویہ کے نزدیک مہوسیت
میں دونوں کے قرب کی وجہ سے۔ اور تاء واؤ سے بدل دی جاتی ہے جیسے تَخَمَّة اور اخْت ان دونوں کے مخرج
میں قرب کی وجہ سے۔ اور یاء سے بدل بھی جاتی ہے جیسے ثَنَّتَان اور اسْتَنَّتُوا تاکہ یاء پر حرکت واقع نہ ہو اور سین
سے بھی بدل دی جاتی ہے جیسے سَتَّ کہ اس کی اصل سُدُس اور جیسے شَرَّ عُمَرُ بْنُ يَرْبُوعٍ أَشْرَارُ النَّاسِ اور
صاد سے بھی بدل دی جاتی ہے، جیسے لَصَّتْ مہوسیت میں ان کے قریب ہونے کی وجہ سے۔ اور باء سے بھی بدل
دی جاتی ہے جیسے الدَّعَالَةُ، اور نون واؤ سے بدل دی جاتی ہے جیسے صَنَعَانِي نُون کے حروف علت کے قریب
ہونے کی وجہ سے اور لام سے بھی بدل دی جاتی ہے جیسے لَعْنَان ان دونوں کے مجہوریت میں قریب ہونے کی وجہ
سے۔ اور جیم یائے مشددة سے بدل دی جاتی ہے جیسے أَبُو عَلَيجٍ تاکہ مختلف حرکات یاء پر واقع نہ ہوں اور غیر مشددة

سے بھی بدل دی جاتی ہے مشددہ پر محمول کرتے ہوئے جیسے لَا مُمَّ إِلَّا كُنْتُ لِبَيْتِكَ حَاجَتِي، فَلَا يَزَالُ
 شَاجِحُ يَأْتِيكَ بِحُجٍّ (اے اللہ اگر تو نے میرا حج قبول کر لیا تو میری یہ سواری (مچر) ہمیشہ مجھے تیری بارگاہ میں لائے
 گی) اور وال تاء سے بدل دی جاتی ہے جیسے فَرُودٌ، وَاجِدٌ مَعُوذًا، ان دونوں کے مخرج کے قریب ہونے کی وجہ سے
 ، اور ہا ہمزہ سے بدل دی جاتی ہے جیسے هَرَفْتُ اور الف سے بدل دی جاتی ہے جیسے حَيْهَلَهُ وَاللَّهُ دَرِيَاءٌ سے بھی
 بدل دی جاتی ہے، جیسے هَذِهِ أُمَّةٌ لِلَّهِ حُرُوفٌ عِلَّتْ کے ساتھ خفاء میں مناسبت کی وجہ سے اور اسی وجہ سے امالہ منع
 نہیں کیا جاتا لَنْ يَضُرَّ بِهَا كِي مَثَلٌ میں اور اَكْبَلْتُ عِنَبًا كِي مَثَلٌ میں امالہ منع کیا جائے گا، اور تاء سے بدلا جاتا ہے
 وَجُوبًا مُطَرِّدًا طَلْحَةً جیسی مثال میں اس کے درمیان اور اس تاء کے درمیان کے جو فعل میں ہوتی ہے اور یاء
 الف سے وَجُوبًا مُطَرِّدًا بدل دی جاتی ہے، جیسے مُفْتِيحٌ اور واو سے وجو با مطر د ا بدل دی جاتی ہے، جیسے
 مِيقَاتٍ اپنے ماقبل کے کسرہ کی وجہ سے اور ہمزہ سے بھی بدل دی جاتی ہے جوازی طور پر جیسے ذَيْبٌ کہ اس کی اصل
 ذَيْبٌ تھی۔ اور تضعیف کے دو حرف میں سے کسی ایک سے بدل دی جاتی ہے۔ جیسے تَقْطُضِي (جو کہ اصل میں
 تَقْطُضُ تھی) اسی اصول کے مطابق کہ جو مضاعف کے باب میں گذر چکا ہے اور نون سے بدل دی جاتی ہے،
 جیسے أَنَابَسِي اور دینار یاء کے نون کے قریب ہونے کی وجہ سے اور عین سے بدل دی جاتی ہے جیسے اِتَّصَلْتُ اس
 لیے کہ اس کی اصل واو ہے اور باء سے بدل دی جاتی ہے، جیسے اَللَّعَالِيُّ کہ اس کی اصل اَللَّعَالِبُ ہے اور سین سے
 بھی بدل دی جاتی ہے جیسے اَلسَّادِيُّ کہ اس کی اصل اَلسَّادِسُ ہے اور تاء سے بھی بدل دی جاتی ہے جیسے اَلثَّالِيُّ جو
 کہ اصل میں اَلثَّالِثُ ہے اس کے ماقبل کے کسرہ کی وجہ سے۔ اور واو الف سے بدل دی جاتی ہے جیسے ضو ارب
 حروف علت میں ان دونوں کے قرب کی وجہ سے اور اجتماع ساکنین کی وجہ سے اور یاء سے بھی بدل دی جاتی ہے
 جیسے مُوقِنٌ اپنے ماقبل کے ضمہ کی وجہ سے اور ہمزہ سے موافقت کی وجہ سے جواز ا بدل دی جاتی ہے جیسے لَوْمٌ کہ اس
 کی اصل لَوْمٌ ہے، اس اصول کے مطابق کہ جو گذر چکا ہے مہوز کے باب میں۔ اور میم واو سے بدل دی جاتی ہے
 جیسے فَمٌ کہ اس کی اصل فَوٌ ہے ان دونوں کے مخرج کے متحد ہونے کی وجہ سے اور لام سے بھی بدل دی جاتی ہے
 جیسے آپ ﷺ کا قول ”وَلَيْسَ مِنْ أَمِيرٍ مُصَيَّامٍ فِي أَمْسَفَرٍ“ (دوران سفر روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں
 ہے) ”ان دونوں کے مجہورہ ہونے کی وجہ سے۔ اور نون ساکنہ سے بھی بدل دی جاتی ہے جیسے عَمْرٌ کہ اس کی
 اصل عَمْرٌ ہے، اور نون متحرکہ سے بھی بدل دی جاتی ہے جیسے وَكَفُّكَ الْمُخَضَّبُ الْبُنَامُ (تیری انگلیوں کے
 پوروں تک مہندی لگی ہے) ان دونوں یعنی نون اور میم کے مجہورہ ہونے کی قربت کی وجہ سے اور باء سے بھی بدل
 دی جاتی ہے جیسے مَا زِلْتُ رَاتِمًا (میں ہمیشہ کھڑا رہا، رَاتِمًا اصل رَاتِبًا ہے) ان دونوں کے مخرج کے متحد ہونے
 کی وجہ سے۔ اور صاد سین سے بد دی جاتی ہے جیسے فرمان باری ہے وَأَصْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعْمَةً ان دونوں کے مخرج

کے قریب ہونے کی وجہ سے۔ اور الف اپنے اُختیٰ سے موافقت کی وجہ سے وجو با بدل دی جاتی ہے، جیسے قَالَ اور بَاع اور یہ الف ہمزہ موافقت کی وجہ سے جواز بدل دی جاتی ہے جیسے رَأْسٌ کہ اصل میں رَأْسٌ تھا جیسا کہ مہوز کی بحث میں گزر چکا ہے۔ اور لام کو نون سے بد دیا جاتا ہے جیسے اَصِيلًا (مغرب اور عصر کا درمیانہ وقت) جو کہ اصل میں اَصِيلًا تھا، اور ضاد سے بھی بدل دیا جاتا ہے اِلِطْجَعِ ان کے مجبورہ ہونے میں متحد ہونے کی وجہ سے۔ اور زاء سین سے بدل دیا جاتا ہے۔ جیسے يَزْدُلُ کہ جو کہ اصل میں يَسْدُلُ تھا، اور صاد سے بھی بدل دیا جاتا ہے جیسے کہ حاتم کا قول هَكَذَا فَرَدِيَّ اور طاء تاء سے بدل دی جاتی ہے باب اِنتَعَال میں موافقت کی وجہ سے وجو با جیسے اِضْطَرَبَّ اور فَحْصُطٌ یعنی ف، ح، ص، ط کے حروف میں قرب کی وجہ سے اور وہ جگہ کہ جہاں ابدال مقید نہ کیا گیا ہو، مذکورہ صورت سے کسی صورت سے تو وہاں بغیر موافقت کے جائز ہوگا۔

﴿تشریح﴾:

اَلسَّيْنُ اُبْدِلَتْ مِنَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: بعض اوقات تاء کو سین سے اور واو، یاء سین صاد اور یاء کو تاء سے بدلتے ہیں ان سب کی کی مثالیں اور وجہ تعلیل بیان کریں۔

﴿جواب﴾: تاء کو سین سے بدلنے کی مثال اَتَّخَذَ کو اِسْتَخَذَ پڑھنا ہے اور یہ سیبویہ کے نزدیک ہے چونکہ یہ دونوں حرف صفت ہمس میں ایک دوسرے کے قریب ہیں اس لئے تاء کو سین سے بدل دیا۔

﴿نوٹ﴾: حروف مہوسہ کا مجموعہ ”سَتْشَخَصَه“ ہے چونکہ ان حروف کی ادائیگی میں متکلم کی آواز چھپ جاتی ہے اس لئے ان کو حروف مہوسہ کہتے ہیں۔ تَخْمَةُ اصل میں وَخْمَةُ تھا واو اور تاء قریب الحرج ہیں اس لئے واو کو تاء سے بدل دیا اسی طرح اَخُو سے مَوْنُث بناتے ہوئے واو کو تاء سے بدل کر اُخْتُ پڑھتے ہیں۔ تَشْنَانِ اصل میں ثَنِانِ (یاء کیساتھ) تھا ”اَسْتَنُوا اصل میں اَسْنُو تھا یاء کو حرکت سے بچانے کیلئے اسے تاء سے بدل دیا۔

سِتَّ اصل میں سُدُس تھا دوسری سین کو تاء سے بدلا پھر دال کو بھی تاء سے بدلا اور تاء کا تاء میں ادغام کر دیا سِتَّ ہو گیا۔

﴿نوٹ﴾: چونکہ سِتَّ کی تصغیر سُدُس اور جمع تکسیر اَسْدُس آتی ہے اسلئے معلوم ہوا کہ سِتَّ اصل میں سُدُس تھا۔ اسی طرح ”عَمْرُبْنُ يَرَبُّوعُ اَشْرَارُ النَّات“ میں تاء سین سے بدل کر آئی ہے اصل میں اَشْرَارُ النَّاسِ تھا۔

لِصَّتْ اصل میں لِصَص (لِصَّ کی جمع بمعنی چور) تھا صاد کو تاء سے بدل دیا کیونکہ ان دونوں میں صفت ہمس مشترک ہے۔ باء کو تاء سے بدلنے کی مثال الذَّعَالَةُ (پرانا کپڑا) ہے اصل میں یہ ذَعَالِبُ تھا۔

اَلنُّونُ اُبْدِلَتْ مِنَ الْوَاوِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: واو اور لام کو نون سے بدلا جاتا ہے، اس کی مثالیں بتائیں۔

﴿جواب﴾: واؤ کو نون سے بدلنے کی مثال صَنْعَانِي (یمن کے ایک شہر صنعاء کی طرف منسوب چیز کو صَنْعَانِي کہتے ہیں) اصل میں یہ صَنْعَانُو تھا واؤ کو نون سے بدلا تو صَنْعَانِي ہو گیا چونکہ نون کو حروف علت سے قرب حاصل ہے اس لئے حرف علت واؤ کو نون سے بدل لیتے ہیں۔ لام کو نون سے بدلنے کی مثال لَعْنٌ ہے یہ اصل میں لَعْلٌ تھا ان دونوں میں صفت جہر مشترک ہے اسلئے لام کو نون سے بدل لیتے ہیں۔

أَبْدَلْتُ مِنَ الْيَاءِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: بعض اوقات یاء مشدداور غیر مشددا کو جیم سے بدلا جاتا ہے اس کی مثالیں بیان کریں۔

﴿جواب﴾: یاء مشددا کو جیم سے بدلنے کی مثال ابوج علیج ہے جو اصل میں ابوعلی تھا کیونکہ یاء آخر میں واقع ہوئی ہے

اس لئے اسے جیم سے بدلا تا کہ یاء (حرف علت ضعیف) پر مختلف حرکات واقع نہ ہوں۔

یاء مشددا کی مناسبت سے یاء غیر مشددا کو بھی بعض اوقات جیم سے بدل دیتے ہیں جیسے مندرجہ ذیل شعر میں ہے:

لَا هُمْ إِنْ كُنْتُ قَبِلْتُ حَجَّتْ فَلَا يَزَالُ شَاحِجُ يَأْتِيكَ بَعْجُ

ترجمہ: اے اللہ اگر تو نے میرا حج قبول کر لیا ہے تو میری یہ سواری (خچر) ہمیشہ مجھے تیری بارگاہ میں لائے گی۔

یہاں حَجَّتْ اصل میں حَجَّتِي ہے اور بَعْج اصل میں بِي ہے، یاء کو جیم سے بدلا گیا۔

أَبْدَلْتُ مِنَ التَّاءِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: فُزُّدُ اور اِجْدَمَعُوا کی اصل بتائیں۔

﴿جواب﴾: فُزُّدُ اصل میں فُزْتُ تھا تاء کو دال سے بدلا اور اِجْدَمَعُوا کی اصل اِجْتَمَعُوا ہے یہاں بھی تاء کو

دال سے بدلا اور ایسا کرنا اس لئے صحیح ہے کہ تاء اور دال کا مخرج ایک ہے۔

الْهَاءُ أَبْدَلْتُ مِنَ الْهَمْزَةِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: کبھی ہمزہ، الف اور یاء کو ہاء سے بدلا جاتا ہے اس سلسلے میں کچھ مثالیں پیش کریں۔

﴿جواب﴾: هَرَقْتُ اصل میں أَرَقْتُ تھا حَيْهَلَهُ اصل میں حَيْهَلًا تھا اَنَّهُ کی اصل اَنَا ہے هَزَّءُ اصل میں هُزِّي تھا

، پہلی مثال میں ہمزہ کو دوسری اور تیسری میں الف کو اور چوتھی مثال میں یاء کو ہاء سے بدلا گیا اس تبدیلی کا جواز یوں ہے کہ خفیف

ہونے میں ہاء کو حروف علت سے مناسبت ہے۔

وَمَنْ لَّمْ لَا تَمْنَعُ إِلَّا مَالَهُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ہاء کے خفیف ہونے کا ثبوت کیا ہے؟

﴿جواب﴾: اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ بعض اوقات اسے کالعدم تصور کیا جاتا ہے مثلاً لَنْ يَضُرَّ بَهَا فِي الْف

سے پہلے ہاء کو کالعدم قرار دینے اور اس کے ماقبل ہاء سے پہلے والا حرف مکسور ہونے کی وجہ سے امالہ ہو سکتا ہے جبکہ عِنْبًا میں الف

سے پہلے باء ہے جو خفیف نہ ہونے کی وجہ سے کالعدم قرار نہیں دی جائیگی اور یہاں امالہ نہیں ہوگا۔

﴿نوٹ﴾: الف کو یاء اور زبر کو زیر سے مائل کر کے پڑھنا امالہ کہلاتا ہے۔

وَمِنَ النَّاءِ وَجُوبًا مَطْرُودُ النِّخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: کیا کسی صورت میں تاء کو ہاء سے بدلنا واجب اور قیاس کے مطابق ہے؟

﴿جواب﴾: جی ہاں! طَلْحَةُ میں تاء کو ہاء سے بدلنا واجب ہے تاکہ اس تاء اور فعل کی تاء (یعنی طَلَحَتْ) میں

فرق کیا جاسکے۔

الْكَاءُ أَبْدَلْتُ مِنَ النِّخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: مُقْتَبِحٌ میں تعلیل کیسے ہوئی اور اس کی حیثیت کیا ہے؟

﴿جواب﴾: مُقْتَبِحٌ، مُفْتَحٌ کا اسم تصغیر ہے تصغیر بناتے وقت پہلے حرف کو ضمہ دوسرے حرف یعنی فاء کے بعد یا

تے تصغیر داخل کی تیسرے حرف (تاء) کو کسرہ دیا اب الف کا ماقبل مکسور ہو گیا بنا بریں الف کو یاء سے بدل دیا اور یہ بدلنا واجب اور قیاس کے مطابق ہے۔

وَمِنَ الْوَاوِ وَجُوبًا النِّخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: واؤ کو وجوباً اور قیاساً یاء سے بدلنے کی مثال دیں۔

﴿جواب﴾: اس کی مثال مِيقَاتٌ ہے جو اصل میں مِوَقَاتٌ تھا واؤ کا ماقبل مکسور تھا لہذا واؤ کو یاء سے بدل دیا اسی

طرح نقل دور ہو گیا۔

وَمِنَ الْهَمْزَةِ جَوَازًا النِّخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: ہمزہ، مضاعف کے ایک حرف، نون، عین، تاء، باء، سین اور ثاء کو بعض مقامات پر یاء سے بدلا گیا

ان تمام کی مثالیں پیش کریں۔

﴿جواب﴾: ان کی مثالیں ذیل میں پیش کی گئی ہیں۔

(۱): ہمزہ کو یاء سے بدلنا جائز اور قیاس کے مطابق ہے جیسے ذِئْبٌ اصل میں ذِئْبٌ تھا ہمزہ ساکن کا ماقبل مکسور تھا لہذا اسے یاء سے بدل دیا۔

(۲): تَقْضَىٰ اصل میں تَقْضَضٌ تھا چونکہ تین ضاد جمع ہونے کی وجہ سے کلمہ ثقیل ہو گیا تھا اسلئے آخری ضاد کو یاء سے بدل کر اسے الف سے بدلا تو تَقْضَىٰ ہو گیا۔

(۳): أَنَايِسِي اصل میں أَنَايِسِينُ (انسان کی جمع) ہے جیسے سَرَاخِينُ، سَرَحَانُ کی جمع ہے نون کو یاء سے بدلا کیونکہ دونوں میں قرب ہے اب یاء کا یاء میں ادغام کیا تو أَنَايِسِي ہو گیا اسی طرح دِينَارُ اصل میں دِنَارُ تھا۔

(۴): ضَفَادِيْ اَصْل میں ضَفَادِعُ تھا (ضَفَدُ ع کی جمع) عین ثقیل ہے اور اس کے ماقبل کسرہ ہے لہذا عین کو یاء سے بدل کر ثقل دور کر دیا گیا۔

(۵): اِیْتَصَلْتُ اَصْل میں اِوْتَصَلْتُ تھا واؤ کو تاء سے بدلاتو اِیْتَصَلْتُ (دو تاء کیساتھ) ہو گیا پہلی تاء کو یاء سے بدلاتو اِیْتَصَلْتُ ہو گیا۔

(۶): اَلشَّعَالِيْ اَصْل میں اَلشَّعَالِبُ تھا چونکہ یاء اور باء قریب المخرج ہیں اسلئے باء کو یاء سے بدل کر ثعالیٰ پڑھتے ہیں۔

(۷): اَلسَّادِيْ اَصْل میں اَلسَّادِسُ تھا سین کو یاء سے بدلاتو اَلسَّادِيْ ہو گیا۔

(۸): اَلثَّالِيْ اَصْل میں اَلثَّالِثُ تھا ثاء کو یاء سے بدلاتو اَلثَّالِيْ ہو گیا۔

اَلْوَاوُ اُبْدِلْتُ مِنَ الْاَلِفِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: الف، یاء اور ہمزہ کو بعض اوقات واؤ سے بدلتے ہیں، مثالیں تحریر کیجئے۔

﴿جواب﴾: ان کی مثالیں ذیل میں پیش کی گئی ہیں۔

(۱): ضَوَارِبُ، ضَارِبَةٌ کی جمع تکسیر ہے اس کے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دو حرف مفتوح کریں گے، پھر تیسری جگہ جمع تکسیر کا الف داخل کرتے ہیں یہاں جب تیسری جگہ جمع تکسیر کا الف لائے تو دو الف جمع ہو گئے اور یہ دونوں ساکن تھے ان میں سے کسی ایک کو حذف بھی نہیں کر سکتے کیونکہ اس طرح واحد اور جمع کے درمیان التباس لازم آتا ہے لہذا پہلے الف کو واؤ سے بدل دیا تو ضَوَارِبُ ہو گیا۔

(۲): مُوقِنٌ اَصْل میں مُیَقِنٌ تھا (ایقان سے اسم فاعل ہے) یاء کا ماقبل مضموم تھا اس لئے اسے واؤ سے بدل دیا۔

(۳): لَوْمٌ اَصْل میں لَوْمٌ تھا ہمزہ ساکن کو تخفیف کی غرض سے واؤ سے بدلایا یہ تبدیلی جائز اور قیاس کے مطابق ہے۔

واؤ، لام، نون ساکن اور نون متحرک اور یاء کو میم سے بدلنا:

اَلْمِیْمُ اُبْدِلْتُ مِنَ الْوَاوِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾: واؤ، لام، نون ساکن اور نون متحرک اور یاء کو بعض اوقات میم سے بدلتے ہیں ان سب صورتوں کی

مثالوں کی وضاحت کریں۔

﴿جواب﴾: ان سب صورتوں کی مثالوں کیساتھ وضاحت ذیل میں پیش کی گئی ہے۔

(۱): فَمٌ اَصْل میں فَوَةٌ تھا (کیونکہ اس کی جمع اَفْوَاهٌ آتی ہے) هاء کو خلاف قیاس حذف کر دیا گیا اور واؤ کو میم سے بدل

دیا واؤ کو میم سے اسلئے بدلتے ہیں کہ ان دونوں کا مخرج ایک ہے۔

(۲): لام کو میم سے بدلنے کی مثال یہ ہے، حدیث شریف میں لَیْسَ مِنْ اَمِيرٍ اَمْصِيَامٌ فِی اَمْسَفَرٍ یعنی لَیْسَ مِنْ

اَلْبِرِّ الصِّيَامُ فِی السَّفَرِ (سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں یعنی سفر میں روزہ رکھتے ہوئے کوئی وقت محسوس ہو تو روزہ نہیں رکھنا

چاہیے بعد میں نفا کرے) یہاں اَلْهَرُ، اَلْصَّيَامُ اور اَلْكَفَرُ کے شروع میں جولا م ہے اسے میم سے بدلا گیا کیونکہ صفت جہر میں شرکت کی وجہ سے میم اور لام ایک دوسرے کے قریب ہیں۔

(۳): عَمَّوْرُ اَصْلٌ مِّنْ عَمَّوْرٍ تَهَانُونَ كَوَيْمٍ سے بدلا گیا اسی طرح كَمَلْتُ الْمُتَعَصِّبُ الْبَنَامُ (تمہاری انگلیوں پر پوروں تک مہندی لگی ہوئی ہے) یہاں الْبَنَامُ اَصْلٌ مِّنْ الْبَنَانِ تَهَانُونَ کے پوروں کو 'بنان' کہتے ہیں چونکہ نون اور میم صفت جہر میں شرکت کی وجہ سے ایک دوسرے کے قریب ہیں اسلئے یہ تبدیلی ہوئی۔

(۴): باء کو میم سے بدلنے کی مثال 'مَا زِلْتُ رَاتِمًا' میں لفظ رَاتِمًا ہے اصل میں یہ رَاتِمًا تَهَارَاتِبُ کا معنی ثابت قدمی ہے معنی یہ ہے کہ میں اس کام کیلئے ہمیشہ ثابت قدم اور تیار ہوں چونکہ میم اور باء دونوں ہونٹوں سے ادا ہوتے ہیں یعنی ان کا مخرج ایک ہے اس لئے باء کو میم سے بدلا گیا۔

سین کو صاد سے بدلنا:

الصَّادُ اَبْدَلْتُ مِنَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: بعض اوقات سین کو صاد سے بدل دیتے ہیں اس کی نمل اور تبدیلی کی وجہ بیان کریں۔

﴿جواب﴾: قرآن پاک میں ہے 'وَأَصْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعْمَةً' 'أَصْبَغَ اَصْلٌ مِّنْ أَسْبَغَ تَهَا' سین کو صاد سے بدل

کر اَصْبَغَ پڑھا جاسکتا ہے جس کا معنی کامل کرنا ہے چونکہ سین اور صاد کا مخرج قریب قریب ہے اسلئے یہ تبدیلی ہوئی۔
وَجَوَّابٌ مَطَرٌ دَانَحُوْ قَالَ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: واؤ اور یاء کو الف سے بدلنا واجب اور قیاس کے مطابق ہے مثال دیں۔

﴿جواب﴾: اسکی مثال قَالَ اور بَاغ ہے قَالَ اَصْلٌ مِّنْ قَوْلٍ تَهَاوَاؤُ متحرک ماقبل مفتوح واؤ کو الف سے بدلا قَالَ

ہو گیا بَاغ اَصْلٌ مِّنْ بَيَّعَ تَهَا قَالَ کی طرح تعلیل ہوئی۔

وَمِنَ الْهَمْزَةِ جَوَّازِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: رَاسٌ اَصْلٌ مِّنْ كَيْتَا؟

﴿جواب﴾: رَاسٌ اَصْلٌ مِّنْ رَّاسٌ تَهَا هَمْزَةُ الْوَاوِ سے بدلا یہ تبدیلی محض جائز ہے واجب نہیں۔

اَللَّامُ اَبْدَلْتُ مِنَ التَّوْنِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: نون اور ضاد کو لام سے بدل دیا جاتا ہے مثالیں تحریر کریں۔

﴿جواب﴾: نون کو لام سے بدلنے کی مثال اَصْلَانٌ ہے یہ اَصْلٌ مِّنْ اَصْلَانٍ ہے جو اَصْلَانِ کی تفسیر ہے

اَصْلَانٌ اَصْلٌ مِّنْ اَصْلَانٍ ہے ضاد کو لام سے بدلنے کی مثال اَصْلَانٌ ہے یہ اَصْلٌ مِّنْ اَصْلَانٍ ہے ضاد کو لام سے بدل دیا یہ تبدیلی اسلئے جائز ہے لام، ضاد اور نون صفت جہر میں متحد ہیں۔

الزَّاءُ اُبْدِلْتُ مِنَ السَّيْنِ النِّخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: کبھی سین اور صاد کو زاء سے بدلا جاتا ہے مثالوں سے واضح کریں۔

﴿جواب﴾: يَزْدُلُ اَصْلٌ مِّنْ يَسْدُلُ تَهَا سِينٌ كُوزَاءٍ سَے بَدَل دیا اسی طَرَح هَكَذَا فَزِدِي اَصْلٌ مِّنْ

هَكَذَا اَفْصَدِي تَهَا صَادٌ كُوزَاءٍ سَے بَدَلَا۔

حَاتِم طَائِي کا گرفتار ہو کر رہا ہونا:

ایک بار حاتم طائی کو کسی نے گرفتار کر لیا..... اور اسے ایک خیمہ میں بند کر دیا..... اتفاق سے اس گرفتار کرنے والے کا کوئی مہمان آگیا..... اور اس کے پاس کوئی چیز نہیں تھی اس کی میزبانی کرنے کے لئے..... پس اس قید کرنے والے نے حاتم طائی سے کہا کہ ایک اونٹ کو فصد لگاؤ تا کہ وہ اس کے گوشت کو بھون کر مہمان کو کھلائے..... پس حاتم طائی نے اس کے اونٹ کو نحر کر دیا..... مالک نے کہا کہ میں نے تجھے فصد لگانے کا کہا تھا..... نحر کرنے کا تو نہیں کہا تھا تو نے نحر کیوں کر دیا؟..... تو حاتم طائی نے کہا هَكَذَا فَزِدِي کہ میرا فصد اسی طرح کا ہی ہوتا ہے..... یعنی میں اپنی انتہائی سخاوت کی وجہ سے مہمان کے لئے نحر کرتا ہوں فصد نہیں کرتا..... مالک نے کہا تم کون ہو؟..... تو اس نے کہا میں حاتم طائی ہوں..... تو اس نے اسے آزاد کر دیا۔

الطَّاءُ اُبْدِلْتُ مِنَ التَّاءِ النِّخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: تاء کو طاء سے بدلنا واجب اور قیاس کے مطابق ہے مثال پیش کیجئے۔

﴿جواب﴾: اضْطَرَبَ اَصْلٌ مِّنْ اضْطَرَبَ تَهَا (تاء کو طاء سے بدلا) فَحَصُطُ اَصْلٌ مِّنْ فَحَصُطَ (واحد متکلم ما

ضی) تَهَا، تاء کو طاء سے بدلایہ دونوں حرف قریب المخرج ہیں اسلئے ایک دوسرے سے بدل جاتے ہیں۔

﴿نوٹ﴾: ان مذکورہ بالا صورتوں میں جہاں وجوب اور مطابق قیاس یا جواز اور مطابق قیاس کی قید نہیں وہاں

تبدیلی غیر قیاسی ہے۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

لفيف كايان

الكتاب السابع في اللفيف يقال له اللفيف لئلا حركي العلة فيه وهو على ضربين
مفروق ومفروق المفروق مثل وفي يقي حكم فائها كحكم وعديعدو حكم
لامها كحكم رمي يرمي وكذلك حكم اخواتهما الامرقي قياقوي قياقين وبنون
التاكيد قيان قن قن قيان قينان وبالحقيقة قين قن قن الفاعل واق المفعول
موقى الموضع موقى الالة ميقى المجهول وقى يوقى والمفروق طوى يطوى الى
اخرهما كحكمهما كحكم الناقص ولا يعمل عليهما المامر في باب الاجوف
الامر اطوى اطوى اطوى اطوى اطوى وبنون التاكيد اطوين اطويان اطون اطون
اطويان اطوينان وبالحقيقة اطوين اطون اطون وتقول من الرى ارورواروروارور
اروروارورين وبنون التاكيد ارورين ارورين ارورين وبالحقيقة ارورين
ارورين ارورين واذا اردت ان تعرف احكام نوئي التاكيد في الناقص واللفيف فانظر الى
حروف العلة ان كانت اصلية محذوفة ترد لان حذفها للسكون وهو انعدم بدخول
النون وتفتح لichte الفتحة نحو اطوين واغزون وارورين كما في اطويان وان كانت
ضمير فانظر فيما قبلها ان كان مفتوحا تحرك لطر وحركتها وخفة ما قبلها نحو ارورون
وارورين كما في قوله تعالى ولا تنسوا الفضل وان كان غير مفتوح تحذف لعدم
الخفة فيما قبلها نحو اطون كما في نحو اغزو القوم وبامراة اغزى القوم الفاعل
طاو ولا يعمل واوه كما في طوى وتقول من الرى ريان ريانان رواء رياريان رواء
ايضا ولا تجعل واوها ياء كما في سياط حتى لا يجمع الاعلان قلب الواو التي هي
عين ياء وقلب الياء التي هي لام همزة وتقول في تهيئة الموث في النصب والخفض
ريين مثل عطشين واذا اصبحت الى ياء المتكلم قلت ربي بخمس ياء ات الاولى
منقلبة عن الواو التي هي عين الفعل والثانية لام الفعل والثالثة منقلبة عن الف التانيث

وَالرَّابِعَةُ عَلَامَةُ النَّصْبِ وَالْخَامِسَةُ بَاءُ الْمُعْكَلِمِ الْمَفْعُولُ مَطْوًى وَالْمَوْضِعُ مَطْوًى
وَالْأَلَةُ مَطْوًى وَالْمَجْهُولُ طَوًى يَطْوِي وَحُكْمٌ لَامٌ عَلَيْهِ الْأَشْيَاءُ كَحُكْمِ النَّاقِصِ وَحُكْمُ
عَيْنِهِنَّ كَحُكْمِ طَوًى يَطْوِي فِي الَّتِي اجْتَمَعَ اِعْلَالَانِ بِتَقْدِيرِ اِعْلَالِهَا فِي الَّتِي لَمْ يَجْتَمِعْ
فِيهِ اِعْلَالَانِ يَكُونُ حُكْمُهَا أَيْضًا كَحُكْمِ طَوًى لِلْمُتَابَعَةِ نَحْوِ طَوًى طَاوِيَانِ -

﴿ترجمہ﴾: اس میں دو حروف علت کے ہونے کی وجہ سے اس کو لفیف کہا جاتا ہے اور لفیف دو قسم پر ہے۔ مفروق اور مقرون، مفروق جیسے وَقَى يَقِيْ اس کے فاء کلمے کا حکم وَعَدَّ يَعُدُّ کی طرح ہے، جبکہ اس کے لام کلمے کا حکم دَمَى يَرْمِيْ کی طرح ہے، اور اسی طرح ہی اس کے اخوات کا حکم ہے اور اس سے امر قِيْ، قِيَا، قُوا، يَقِيْ، قِيَا قَيْنَ، اور نون تاکید ثقیلہ کے ساتھ قَيْنَ، قِيَانْ، قُنْ، قُنْ، قِيَانْ قَيْنَانْ اور نون خفیفہ کے ساتھ قَيْنْ، قُنْ، قِيَا قَيْنَ، اور اس سے فاعل وَاقٍ جبکہ مفعول مَوْقَى اور ظرف مَوْقَى اور آلہ مِيقَى اور مجہول وَقَى يُوْقَى آتا ہے۔ جبکہ لفیف مقرون جیسے طَوَى يَطْوِيْ ان دونوں کے آخر تک اور ان دونوں کا حکم ناقص کے حکم کی طرح ہے اور ان دونوں کے عین کلمہ کی تعلیل نہیں کی جائے گی، اسی دلیل کی وجہ سے جو کہ اجوف کے باب میں گذر چکی ہے اور اس

سے امر اَطْوِیَا، اَطْوُوا، اَطْوِی، اَطْوِیَا اَطْوِیْیَلْ کید اور نون خفیفہ کے ساتھ اَطْوِیْن، اَطْوِیْنَ، اَطْوِیْنَ اَطْوِیْنَ، اَطْوِیْنَ، اَطْوِیْنَ، اَطْوِیْنَ کے ساتھ اَطْوِیْن، اَطْوِیْن، اَطْوِیْن اور اکرئی سے آپ امر اس طرح کہیں گے اِرْوِ، اِرْوِیَا، اِرْوُوا، اِرْوِی، اِرْوِیَا، اِرْوِیْیَلْ تاکید ثقیلہ کے ساتھ اِرْوِیْن، اِرْوِیْنَ، اِرْوِیْنَ، اِرْوِیْنَ، اِرْوِیْنَ، اِرْوِیْنَ، اِرْوِیْنَ، اِرْوِیْنَ، اور نون خفیفہ کے ساتھ اِرْوِیْن، اِرْوِیْن، اِرْوِیْن اور جب آپ اس بات کا ارادہ کریں کہ آپ ناقص اور لفیف میں نون تاکید احکام کی پہچان حاصل کریں تو پس آپ روف علت کی طرف غور کریں اگر حروف علت بالکل حذف کر دیئے گئے ہوں تو واپس لوٹ آئیں گے، اس لیے کہ ان کا حذف ساکن ہونے کی وجہ سے تھا اور وہ اس وقت منعدم ہونے نون کے داخل ہونے کی وجہ سے اور اس کو فتح دیا جائے گا فتح کے خفیف ہونے کی وجہ سے جیسے اَطْوِیْن، اُغْزَوْن، اِرْوِیْیَلْ جیسا کہ اَطْوِیَا میں تھا، اگر حرف علت مضمر ہوں پس پھر آپ اس سے ماقبل میں غور کریں، اگر وہ مفتوح ہو تو اس کی حرکت کے تابع حرکت دے جائے گی اور اس کے ماقبل کے خفیف ہونے کی وجہ سے جیسے اِرْوَوْن، اِرْوِیْن جیسا کہ فرمان، باری تعالیٰ میں ہے وَلَا تَنْسَوُ الْفُضْلَ ۝۱ اور اگر وہ مفتوح نہ ہو تو مخف کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اس کے ماقبل میں حذف کر دیا جائے، جیسے اَطْوِن جیسا کہ اُغْزَوَالْقَوْمَ اور یَا امْرَاةُ اُغْذِی الْقَوْمَ میں ہے اور اسم فاعل طَوّٰ آتا ہے اور اس کی واؤ میں تعلیل نہیں کی جائے گی جیسا کہ طویٰ میں گذرا، اور آپ اکرئی سے یوں کہیں گے، رِیَّان، رِیَّانَان، رِوَاء، رِیَّاء، رِیَّان، رِیَّانِ بھی آتا ہے اور اس کی واؤ کو یاء سے نہیں بدلا جائے گا جیسا کہ سیاط میں ہوا تا کہ دو اعلال جمع نہ ہوں اس واؤ کو بدلا جائے گا کہ جو عین کلمے کے مقابلے میں ہو

اس کو یاء سے بدلا جائے گا اور اس یاء کو ہمزہ سے بدلا جائے گا کہ جولا م کلمہ کے مقابلے میں ہو۔ اور آپ تثنیہ مؤنث میں نصب ازہ جری حالت میں کہیں گے رَیْسِیْن عَطَشِیْن کی مثل۔ اور جب آپ یاء متکلم کی طرف اضافت کریں گے تو آپ رَیْسِیْ کہیں گے پانچ یا آٹ کے ساتھ، اس میں سے پہلی یاء وہ ہے کہ جوداؤ سے بدل کر آتی ہے اور وہ فعل کا عین کلمہ ہے اور دوسری یاء فعل کا لام کلمہ ہے اور تیسری یاء الف تانیث سے بدلا کر آئی ہوئی ہے اور چوتھی یاء نصب کی علامت ہے اور پانچویں یاء متکلم کی ہے، جو کہ مضاف الیہ بن رہی ہے اور اس سے مفعول مَطْوِیُّ اور ظرف مَطْوِیُّ اور آلہ مَطْوِیُّ کہ مجہول طَوِیُّ یَطْوِی اور ان اشیاء کے لام کلمہ کا حکم ناقص کے حکم کی طرح ہی ہے اور ان کے عین کلمہ کا حکم طَوِیُّ یَطْوِی کے حکم کی طرح ہے کہ جس میں دواعلال جمع ہو گئے تھے اس کے تقدیر اعلال کی وجہ سے اور اس حکم کی طرح کہ جو اس میں ہے کہ جس میں دواعلال جمع نہیں ہوئے تو اس کا حکم بھی طَوِیُّ ہی کی طرح ہوگا۔ متابعت کی وجہ سے جیسے طَوِیَّا، طَاوِیَّان۔“

﴿تشریح﴾:

الْكَابُ السَّابِعُ فِي اللَّفِيفِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ لفیف کا بیان کرنا ہے۔

يَقَالُ لَهُ اللَّفِيفُ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

لفیف کی تعریف و تقسیم اور وجہ تسمیہ:

﴿سوال﴾: لفیف کسے کہتے ہیں اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے اور اس کی کتنی اقسام ہیں؟

﴿جواب﴾: جس کلمے میں دو حرف علت ہوں اسے لفیف کہتے ہیں، لفیف لف سے بنا ہے جس کا معنی لپیٹنا ہے

چونکہ اس میں دو حرف علت پائے جاتے ہیں اسلئے اسے لفیف کہتے ہیں۔ لفیف کی دو اقسام ہیں۔

(۱): لفیف مفروق (فاء اور لام کلمہ میں حرف علت ہو)۔

(۲): لفیف مقرون (عین اور لام کلمہ میں حرف علت ہو)۔

لفیف مفروق کی مثال وَقِیْ ہے (یہ اصل میں وَقِیْ تھا) لفیف مقرون کی مثال طَوِیْ ہے (یہ اصل میں طَوِیْ تھا)۔

حُكْمُ فَإِنَّهَا كَحُكْمِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

﴿سوال﴾: ”وَقِیْ یَقِیْ“ کے فاء کا حکم ”وَعَدَیْعَدُ“ کی طرح اور لام کا حکم رَمِیْ یَوْمِیْ جیسا ہے، اس عبارت

کا کیا مطلب ہے؟

﴿جواب﴾: اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ”وَعَدَیْعَدُ“ کی ماضی واو باقی رہتی ہے اسی طرح وَقِیْ یَقِیْ

میں بھی واو برقرار رہے گی اور جس طرح یَعِدُ (مضارع) یَوْعِدُ سے بنا اور اس کی واو کو گرادیا گیا ہے اسی طرح یَقِیْ اصل

میں یوقی تھا واؤ کو گراذیاد ملی اصل میں رمی تھا لام کلمہ یعنی یاء کو الف سے بدلا اسی طرح وقی وقی تھا لام کلمہ یاء کو الف سے بدلا جس طرح یومی مضارع میں لام کلمہ کو ساکن کیا گیا اسی طرح یقی میں بھی لام کو ساکن کیا گیا۔

سوال: ”وَكَذَلِكَ حُكْمُ أَخَوَاتِهِمَا“ کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ”وقی یقی“ کے اسم فاعل و اسم مفعول کا فاء کلمہ ”وَعَدَّيْعُدُّ“ کے اسم فاعل و مفعول کے فاء کلمہ کی طرح برقرار رہے گا ان دونوں کا لام کلمہ ”رَمَى يَرْمِي“ کے اسم فاعل و مفعول کے لام کلمہ کی طرح گر جائے گا۔

سوال: ”قی“ امر حاضر معروف میں تعلیل کیسے ہوئی؟

جواب: ”قی“ تَقِي سے بنا تَقِي اصل میں تَوَقَّى تھا واؤ ساکن علامت مضارع مفتوحہ اور کسرہ کے درمیان واقع ہوئی اسے گرا دیا اور لام کلمہ یاء کو ساکن کر دیا تَقِي ہو گیا۔ امر حاضر معروف بنانے کیلئے علامت مضارع کو گرا دیا اور آخر سے حرف علت بھی گر گیا تو ”قی“ رہ گیا۔

اسم فاعل ”وَاقٍ“ کی تعلیل:

سوال: اسم فاعل ”وَاقٍ“ کی تعلیل بیان کریں۔

جواب: ”وَاقٍ“ اصل میں وَاَقَسَ تھا یاء پر ضمہ ثقیل تھا گرا دیا یاء اور نون تنوین دوساکن جمع ہو گئے اجتماع ساکنین کی وجہ سے یاء کو گرا دیا وَاَقٍ ہو گیا۔

اسم مفعول مَوْقِي کی تعلیل:

سوال: مَوْقِي کی تعلیل واضح کریں۔

جواب: یہ اصل میں مَوْقُوْی (مفعول کے وزن پر) تھا۔ واؤ اور یاء جمع ہوئے پہلا ساکن ہے لہذا واؤ کو یاء سے بدل کر ادغام کیا پھر یاء کے ماقبل کو کسرہ دیا گیا تو مَوْقِي ہو گیا۔

سوال: اسم ظرف مَوْقِي اصل میں کیا تھا؟

جواب: مَوْقِي اصل میں مَوْقِي تھا یاء پر ضمہ ثقیل تھا گرا دیا پھر یاء اور نون تنوین دوساکن جمع ہوئے یاء کو گرا دیا۔

سوال: وقی یقی (فَعْلَ يَفْعِلُ) کا اسم ظرف مکسور العین مَوْقِي آنا چاہیے تھا ایسا کیوں نہیں ہوا؟

جواب: اگر یہ مَوْقِي مَفْعِل کے وزن پر آتا تو تین کسرے اکٹھے ہو جاتے کیونکہ یاء دو کسروں کے قائم مقام ہے عین کلمہ بھی مکسور ہوتا تو تین کسرے اکٹھے ہو جاتے اس لئے اس کو مَفْعِل کے وزن پر رکھا گیا۔

اسم آلرمیقّی کی تعلیل:

- ﴿سوال﴾: اسم آلرمیقّی کی تعلیل بیان کریں۔
 ﴿جواب﴾: میقّی اصل میں مَوْقِی (مِفْعَل کے وزن پر) تھا یا ہ پر ضمّہ ثقیل تھا اسے گرا دیا پھر اجتماع ساکنین کی وجہ سے یا ہ بھی گر گئی اور چونکہ واؤ کا ماقبل مکسور ہے لہذا واؤ کو یا ہ سے بدلا "مِیقّی" ہو گیا۔
 طوٰی یَطْوِیْ اِلٰی اٰخِرِهِمْ النّٰح: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
 ﴿سوال﴾: لفیف مقرون طوٰی یَطْوِیْ میں تعلیل کی صورت کیا ہوگی؟
 ﴿جواب﴾: اس میں تعلیل کا حکم وہی ہے جو ناقص میں ہے یعنی ماضی میں یا ہ کو الف سے بدل دیا اور مضارع میں ساکن کر دیا عین کلمہ میں تعلیل نہ ہونے کی وجہ اجوف کی بحث میں گزر چکی ہے کہ اس طرح دو اعلال جمع ہو جاتے ہیں۔

امر حاضر معروف "اَطُو" کی تعلیل:

- ﴿سوال﴾: امر حاضر معروف "اَطُو" کی تعلیل بیان کریں۔
 ﴿جواب﴾: یہ مضارع حاضر سے بنا ہے تَطْوِیْ سے علامت مضارع تاؤ کو گرایا اب پہلا حرف ساکن ہے اور عین کلمہ مکسور لہذا شروع میں ہمزہ وصل مکسور کا اضافہ کیا اور آخر سے حرف علت کو گرا دیا اَطُو ہو گیا۔
 ﴿سوال﴾: اَطُو (جمع مذکر حاضر) کی تعلیل واضح کریں۔
 ﴿جواب﴾: اَطُو اصل میں اَطْوِیُو تھا یا ہ پر ضمّہ ثقیل تھا اسے گرا دیا اب اجتماع ساکنین کی وجہ سے یا ہ کو بھی گرا دیا پھر پہلی واؤ کو ضمّہ دیا تو اَطُو ہو گیا۔
 ﴿سوال﴾: اَطْوِی (واحد مؤنث حاضر) کی تعلیل بیان کریں۔
 ﴿جواب﴾: یہ اصل میں اَطْوِیْی (بروزن اِفْعِلْی) تھا یا ہ کا کسرہ گرا دیا پھر اجتماع ساکنین کی وجہ سے پہلی یا ہ بھی گر گئی تو اَطْوِی ہو گیا۔

ناقص اور لفیف میں نون تاکید کے احکام:

- ﴿ضابطہ﴾: ناقص اور لفیف میں نون تاکید کے احکام معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر حرف علت اصلی اور محذوف ہے تو نون تاکید کے وقت واپس آ جاتا ہے کیونکہ اسے سکون کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے اور اب نون تاکید کی وجہ سے سکون ختم ہو گیا یہی وجہ ہے کہ اَطْوِیَا میں سکون نہ ہونے کی وجہ سے حرف علت کو حذف نہیں کیا جاتا اور اس کے ماقبل کو فتح دیا جائے گا کیونکہ فتح خفیف حرکت ہے۔

﴿مثالیں﴾: اَطْوِیْنَ، اُغْزَوْنَ اور اِدْوِیْنَ۔ اگر حرف علت ضمیر کے طور پر ہو تو دیکھیں گے اگر اس کا ماقبل مفتوح

ہو تو اب اسے حرکت دیں گے۔ جیسے اِدْوُونُ اور اِدْوِيسُنْ۔ اِدْوُونُ (جمع مذکر حاضر) اِدْوُوْ تھو اور اِدْوِيسُنْ (واحد مؤنث حاضر) اِدْوِی تھو جیسے ارشاد خداوندی ہے وَلَا تَنْسُوا الْفَضْلَ میں الْفَضْلَ مفعول بہ کے بغیر یہ لَا تَنْسُوا ہے حرف علت ضمیر کا ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے اسے حرکت دی، اور اگر حرف علت ضمیر کا ماقبل مفتوح نہ ہو تو اسے حذف کر دیا جائے گا کیونکہ اس کا ماقبل غلیف نہیں جیسے اَطُوْ جِرا طُوْ تھو۔ نون تاکید کے وقت واؤ ضمیر کو حذف کر دیا۔

اگرچہ یہ علامت ہے اور اس کو حذف کرنا صحیح نہیں لیکن جب اس پر دلالت کرنے والی کوئی چیز ہو تو حذف کر سکتے ہیں، یہاں اس کے ماقبل حرف کا ضمہ اس پر دلالت کرتا ہے اُغْزُو الْقَوْمَ میں بھی اتصال کی وجہ سے واؤ ضمیر کو حذف کیا گیا اصل میں اغزو تھا اسی طرح يَا امْرَأَةُ اُغْزِي الْقَوْمَ یہاں یاء لکھنے میں آئے گی اور پڑھنے میں نہیں آئے گی۔

﴿سوال﴾ اسم فاعل طساو (اصل میں طساوی تھا) میں واؤ میں تعلیل کر کے اسے ہمزہ سے کیوں نہیں بدلا گیا جیسے قَائِلٌ اور بَانِعٌ میں کیا گیا؟

﴿جواب﴾ چونکہ اس کے اصل یعنی فعل (طساوی) میں واؤ کو نہیں بدلا گیا اس لئے اس کی اتباع میں یہاں بھی واؤ میں تعلیل نہیں ہوئی۔

﴿سوال﴾ اَلْوَرَى سے اسم فاعل کس وزن پر آتا ہے؟

﴿جواب﴾ اس سے صفت مشبہ آتی ہے اور وہ فَعْلَانُ کے وزن پر رَيَّانُ ہے (اصل میں رَيَّانُ ہے) واحد مؤنث رَيَّا (بروزن فَعْلَى)۔

﴿سوال﴾ رَيَّانُ اصل میں کیا تھا؟

﴿جواب﴾ رَيَّانُ اصل میں رَوَّيَّانُ تھا واؤ اور یاء اکٹھے ہوئے پہلا ساکن ہے لہذا واؤ کو یاء سے بدل کر ادغام کیا۔ وَلَا تُجْعَلُ وَأَوْهَابَاءُ كَمَا فِي سِيَاطِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾ جمع مذکر رَوَّاءِ میں واؤ کو یاء سے کیوں نہیں بدلا گیا جیسے سِوَاطِ کی واؤ کو بدل کر سِیَاطِ بنایا گیا؟

﴿جواب﴾ اس طرح دو تعلیلیں جمع ہو جاتیں ایک عین کلمہ واؤ کو یاء سے بدلنا اور دوسرا لام کلمہ یاء کو ہمزہ سے بدلنا اس لئے صرف لام کلمہ میں تعلیل ہوئی۔

وَتَقُولُ فِي تَثْنِيَةِ الْمُؤَنَّثِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾ اسم فاعل تثنیہ مؤنث کو نصب وجر کی حالت میں کیسے پڑھتے ہیں؟

﴿جواب﴾ یہاں نصب وجر کی حالت میں یاء چار بار آتی ہے جیسے رَيَّيْنِ جیسے عَطَشَيْنِ۔

وَإِذَا أَضِفْتَ إِلَى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ الْخ: سے غرض مصنف علیہ الرحمۃ ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

﴿سوال﴾ اگر تثنیہ کے صیغے کو یاء متکلم کی طرف مضاف کیا جائے تو کیسے پڑھتے ہیں؟

﴿جواب﴾ اس صورت میں یاء پانچ بار آتی ہے اور یوں پڑھتے ہیں رَیسیّ پہلی یاء عین کلمہ واؤ سے بدلی ہوئی ہے دوسری یاء لام کلمہ ہے تیسری تانیث کے الف سے بدل کر آئی ہے، چوتھی علامت نصب ہے اور پانچویں یائے متکلم ہے۔

﴿سوال﴾ اسم مفعول مَطُوّی کی تعلیل بیان کریں۔

﴿جواب﴾ مَطُوّی اصل میں مَطُوّوٰی تھا واؤ اور یاء جمع ہوئے پہلا ساکن ہے لہذا واؤ کو یاء سے بدل کر ادغام کیا اور ما قبل کو کسرہ دیا مَطُوّی ہو گیا۔

﴿نوٹ﴾ یہاں اسم مفعول، اسم ظرف، اسم آلہ وغیرہ کے لام کا حکم وہی ہے جو ناقص کے لام کلمہ کا ہے اور عین کلمے کا حکم وہی ہے جو ان کی ماضی اور مضارع طَوٰی یَطْوِی کا ہے، جہاں دو اعلال جمع ہوں تو واؤ کو نہیں بدلیں گے، اور جہاں دو اعلال جمع نہیں ہوتے مثلاً طَوٰی اور طَاوِیٰ وغیرہ تو وہاں واؤ میں تعلیل ہو سکتی ہے لیکن طَوٰی کی اتباع میں تعلیل نہیں کرتے۔

☆☆☆.....☆☆☆.....☆☆☆

تمت بالخیر

ابو اویس

مفتی محمد یوسف القادری

07/10/2018

بروز اتوار 12:15